جامِع خُطبات

اسلامی خطَبات کا حسین گلدستہ

دین کے اصول ومبادی، محاسن وفضائل، خصائص
اورنواقض پر مشتمل خطبات کا ایک حسین گلدستہ

تالیف:
فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسّی

ترجمہ:
سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

الغيث الهامع من الخطب الجوامع

مجموع خطب في أصول الدين

ومحاسنه وفضائله ومزاياه ونواقضه

(مترجم إلى اللغة الأردية)

تأليف:

فضيلة الشيخ ماجد بن سليمان الرسي

تفصیلاتِ کتاب

❊ کتاب : اسلامی خطبات کا حسین گلدستہ

❊ تالیف : فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسّی

❊ ترجمہ : سیف الرحمن حفظ الرحمن تیمی

❊ معاوِنین : شفاء اللہ الیاس تیمی / طارق بدر سنابلی

❊ سن اشاعت : ۱۴۴۵ھ - ۲۰۲۴ء

❊ ایمیل : binhifzurrahman@gmail.com

❊ جامِع خطبات :

❊ خطبات چینل :

[اس کتاب کی طباعت واشاعت کا حق تمام مسلمانوں کو حاصل ہے]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

اس حسین مجموعہ کے اندر میں نے ان خطبات کو جمع کیا ہے جو دین کے اصول ومبادی، اسلام کی بنیادی تعلیمات، اس کے محاسن وفضائل اور خصوصیات پر مشتمل ہیں، نیز ان خطبات میں ان امور کی بھی وضاحت کی گئی ہے جو اسلام کے منافی اور اس کے کمال کو مجروح کرنے والے ہیں، اسی طرح سال بھر میں جو فضیلت والے اوقات آتے ہیں، ان پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

میں نے ان خطبات کو ترتیب دینے میں تین اہم امور کا خاص خیال رکھا ہے، جو میری نظر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ پہلی چیز یہ کہ عقیدہ کے مباحث پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبات: اللہ کے انعامات پر اس کی حمد وثنا، اس کے کمالِ اوصاف کے تذکرہ، دین اسلام کے اصول ومبادی کی تعلیم، جنت وجہنم اور آخرت کے ذکر، خشیت الٰہی کے حکم، اور اللہ کے غیظ وغضب اور اس کی رضا وخوشنودی کے اسباب پر مشتمل ہوا کرتے تھے، جیسا کہ ابن القیم رحمہ اللہ نے (زاد المعاد) میں ذکر کیا ہے۔

دوسری اور تیسری چیز یہ کہ میں نے اختصار کے ساتھ جامعیت کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے، کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ آپ خطبہ مختصر دیتے اور نماز لمبی پڑھایا کرتے تھے۔

معاشرہ پر خطباتِ جمعہ کے بیش بہا دعوتی اور تربیتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور اس قسم کے خطبات سے مقررین اور خطباء وواعظین کو تیاری کرنے میں آسانی فراہم ہوتی ہے، انہی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے خطبات کا یہ خوشنما گلدستہ تیار کیا ہے جو ۶۴ خطبات پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ اسے کاتب وقاری اور ناشر سب کے لیے مفید بنائے۔

وصلى الله وبارك على نبينا محمد، وآله وصحبه وسلم تسليما كثيرا.

تحریر: فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسی

Majed.alrassi@gmail.com

فہرستِ خطبات

خطبات کی مجموعی تعداد ٦۴ ہے

١-ایمان کے ارکانِ ستہ پر مشتمل خطبات - ١٧ خطبات [12]

(١)-اللہ پر ایمان

أ-اللہ تعالی کے وجود پر ایمان

ب-اللہ کی ربوبیت پر ایمان

ت-اس بات پر ایمان لانا کہ عبادت میں اللہ کو ایک ماننا واجب ہے

ث-اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان

(٢) فرشتوں پر ایمان

(٣) آسمانی کتابوں پر ایمان - ٢ خطبات

(۴) رسولوں پر ایمان - ٢ خطبات

(۵) آخرت کے دن پر ایمان - ٨ خطبات

(٦) تقدیر پر ایمان

****

٢- مصطفی ﷺ پر پختہ ایمان لانے سے متعلق خطبات - ١٢ خطبات [197]

١-شہادتِ محمد رسول اللہ ﷺ کے شروط اور نواقض

٢- مصطفی ﷺ پر ایمان لانے کے تقاضے

٣- مصطفی ﷺ کی عظمت شان کی دس دلیلیں

۴- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے

۵- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ سے محبت کی جائے
۶- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ کی نافرمانی سے بچا جائے
۷- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ کے صحابہ کی توقیر کی جائے
۸- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کی تعظیم کی جائے
۹- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آل بیت کی تعظیم کی جائے
۱۰- مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آپ پر درود و سلام بھیجا جائے
۱۱- مصطفی ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے فوائد و ثمرات
۱۲- ہجرت نبویہ سے ماخوذ سولہ دروس

****

۳- اسلام کے دس نواقض پر مشتمل خطبات -- ۱۰ خطبات [293]

۱- پہلا ناقض - اللہ کے ساتھ شرک کرنا
۲- دوسرا ناقض - مشرکوں کو کافر نہ قرار دینا
۳- تیسرا ناقض - یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی اور طریقہ نبی کے طریقہ سے افضل ہے
۴- چوتھا ناقض - رسول کی لائی ہوئی شریعت کے کسی بھی حصہ سے بغض و نفرت رکھنا
۵- پانچواں ناقض - دین کے کسی حکم کا مذاق اڑانا
۶- چھٹا ناقض - جادو گری
۷- ساتواں ناقض - کہانت
۸- آٹھواں ناقض - مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا
۹- نواں ناقض - اسلامی شریعت سے نکلنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا
۱۰- دسواں ناقض - علمی اور عملی دونوں طور پر دین اسلام سے اعراض برتنا

۴-اسلامی شریعت کی چالیس خصوصیات پر مشتمل خطبات-۸ خطبات [394]

****

۵-نماز کی اہمیت وفضائل پر مشتمل خطبات-۴ خطبات [439]

۱-نماز کی اہمیت

۲-نماز کے لیے جلدی جانے کی فضیلت

۳-نمازِ باجماعت کے وجوب اور تجارت و دیگر مشغولیات کی بناپر اس سے غفلت برتنے کی حرمت کی دس دلیلیں

۴-نماز جمعہ کی دس خصوصیات

****

۶-سال کے مختلف اوقات کے فضائل پر مشتمل خطبات- ۹ خطبات [470]

۱-ماہ محرم کی عظمت اور صوم عاشوراء کی فضیلت

۲-جمعہ کے دن کی خصوصیات

۳-رمضان کی خصوصیات

أ-رمضان کی دس حکمتیں

ب-ماہ رمضان کی تیس خصوصیات

ت-رمضان میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنے کی ترغیب

ث-شب قدر کی دس خصوصیات

ج-خطبہ عید الفطر - عید الفطر سے متعلق دس نکات

۴-ذی الحجہ کے دس دنوں کی خصوصیات اور فضیلتیں

۵-عرفہ کے دن کی خصوصیات

۶-خطبہ عید الاضحی- بیس اہم نکات

****

۷-بیت المقدس اور مسجد اقصی کی دس خصوصیات پر مشتمل خطبہ [564]

****

ایمان افروز مواد پر مشتمل دو خطبات [579]

۸-روئے زمین پر اخلاقی اور مالی فساد وبگاڑ پھیلانے کی ممانعت

۹-کورونا- بیماری اور علاج

****

خطبات کی مجموعی تعداد- ۶۴ خطبات

تقریظ

فضیلۃ الشیخ محمد اشفاق سلفی

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

زیر نظر کتاب مفید، علمی اور مستند خطبات کا مجموعہ ہے، جسے فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسّی / حفظہ اللہ نے عربی میں تیار کیا ہے اور اردو کا جامہ عزیز گرامی شیخ سیف الرحمن بن حفظ الرحمن تیمی اور ان کے دو معاونین نے پہنایا ہے۔ مؤلفِ خطبات شیخ ماجد الرسّی؛ ادیان کے تقابلی مطالعہ میں متخصص ہونے کے ساتھ نصاری سے ڈائیلاگ کرنے میں اپنی قابلیت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ ان کی متعدد کتابیں اور علمی و تحقیقی رسالے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک خطبات کا یہ مفید مجموعہ بھی ہے۔ جو چونسٹھ (٦٤) خطبات علمیہ پر مشتمل ہے اور جس میں اصولِ دین، محاسنِ اسلام، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت ورسالت کے تقاضے، امہات العبادات اور نواقضِ اسلام جیسے اہم موضوعات پر مستند علمی مواد موجود ہے۔ آیات، احادیث اور اقوال کے حوالہ جات نے کتاب کی افادیت اور قدر ومنزلت کو مزید دوبالا کردیا ہے۔

مترجمِ خطبات شیخ سیف الرحمن تیمی اور ان کے معاونین (وفقهم الله وزادهم علماً وقدراً) نے بڑی محنت اور لگن سے ترجمہ کرکے اردو دانوں کے لئے خطباتِ جمعہ وغیرہ کی تیاری کے سلسلے میں ایک بڑی سہولت فراہم کردی ہے، جس کے لئے وہ بجاطور پر قارئین ومستفیدین کی جانب سے شکریہ اور دعا کے مستحق ہیں۔

ماشاء اللہ مترجم موصوف ایک تیمی مدنی عالم ہیں اور جامعہ اسلامیہ مدینہ نبویہ میں قسم السنہ سے ماجستیر (ایم اے) کر رہے ہیں۔ اور اس سے قبل بھی ایک کتاب کے اردو ترجمہ پر ہمارے مشفق اور جماعت اہل حدیث کے پختہ عالم دین اور نامور محقق فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول احمد / حفظہ اللہ وتولاہ سے دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔

مجھے قوی امید ہے کہ خطباء حضرات اس ترجمہ سے اور خطبات کے موضوعات اور مشمولات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گے۔

اللہ تعالی مؤلف اور مترجمین کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور اجر وثواب سے بہرہ ور فرمائے آمین۔

والحمد لله رب العالمين

کاتب سطور

محمد اشفاق سلفی

دربھنگہ (بہار) الھند

بتاریخ ۵ رجب ۱۴۴۵ھ

مطابق ۱۷ جنوری ۲۰۲۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

HAFIZ ABDUL HASEEB MADANI
B.A. IN Hadeeth Islamic University of Madina
Professer of Hadeeth in College of Hadeeth and Islamic Studies Bangalore, INDIA
Email: aburrijaal@gmail.com
Cell : 9972381818

حافظ عبد الحسيب المدنى
ليسانس في الحديث الشريف من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة
عضو هيئة التدريس بكلية الحديث الشريف والدراسات الإسلامية
بنجلور جنوب الهند
جوال : ۹۹۷۲۳۸۱۸۱۸

تقریظ

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وأصحابه أجمعين وبعد:

خطبہ جمعہ مسلمانوں کی دینی زندگی میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے' ایک عام مسلمان کی نظر میں جمعہ کے دن منبر کی سیڑھیوں سے خطیب کی آواز صرف ایک آواز نہیں بلکہ وحی الہی کی ترجمانی ہوا کرتی ہے' خطیبِ جمعہ جو بات عام مقامات پر کہے اس میں اور جو برسرِ منبر کہے اس میں ایک عام آدمی کی نظر میں اہمیت کے اعتبار سے زمین وآسمان کا فرق ہوا کرتا ہے۔ اسی لئے ایک خطیب کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں پائی جانے والی منبر کے تئیں اس ہیبت کو پہچانے' اس کا صحیح طور پر استعمال واستغلال کرے' خطباتِ جمعہ کو بامقصد اور پر مغز بنائے اور کوشش کرے کہ ایران وتوران کی باتوں اور عرب وعجم کی لن ترانیوں سے دور خالص کتاب وسنت کی فطری وسادہ تعلیمات کو آسان اسلوب اور پر اثر انداز میں سامعین کے قلب ودماغ میں بٹھانے میں کامیاب ہوجائے۔

ایک خطیب اپنے خطبہ کی تیاری کئی طرح سے کرسکتا ہے اور عملا کرتا بھی ہے' ان میں سے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اچھے اور ذی علم خطباء کے شائع شدہ خطبات کا سہارا لے' عرب وعجم کے بہت سارے خطباء کے خطباتِ جمعہ کے مجموعے اب اہل علم کے درمیان معروف ومتداول ہیں' پہلے کی بنسبت آج بہت ساری ذی علم شخصیات کے خطبات تحریری قالب میں ڈھل کر خطباء کے درمیان مرجع کی حیثیت سے زیر استعمال ہیں' اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ کتاب بھی ہے جس کا نام "اسلامی خطبات کا مفید مجموعہ" ہے' یہ دراصل عالم عرب کے ایک مشہور خطیب فضیلۃ الشیخ ماجد بن سلیمان الرسی کے خطبات کا مجموعہ ہے جو عربی زبان میں "الغيث الهامع من الخطب الجوامع" کے نام سے شائع ہوچکا ہے' دین اسلام کی بنیادی تعلیمات' عقائد وعبادات' خصائص وذنوائض اور سالانہ مناسبتوں سے متعلق کتاب وسنت کی تعلیمات پر مشتمل کل ۶۴ خطبات ہیں جو پورے سال تک کسی بھی خطیب کی ضرورت کو پورا کرسکتے ہیں' انہی خطبات کا ترجمہ برادران گرامی قدر سیف الرحمن تیمی اور ان کے دو معاون ساتھیوں شناء اللہ الیاس تیمی اور طارق بدر سنابلی حفظهم الله ووفقهم للمزيد کے اشہب قلم سے آپ قارئین کی نذر ہے' کتاب وسنت کی خالص تعلیمات کے ترجمان یہ خطبات بے جا تکلفات سے عاری اور سادگی میں پرکاری کی اعلی مثال ہیں جن کی اس سادگی اور بے ساختہ انداز کو مترجمین نے بھی ترجمہ میں برقرار رکھا ہے' مؤلف نے ان خطبات میں تین بنیادی باتوں کا خیال رکھا ہے' عقائد پر ترکیز' اختصار اور جامعیت تو مترجمین نے بھی خیال رکھا ہے کہ ترجمہ ترجمانی نہ بن جائے' حتی المقدور خطیب کی بات خطیب کے الفاظ ہی میں قارئین تک پہنچے' مؤلف اور مترجمین کی یہ کوشش بھی قابل قدر ہے کہ احادیث کا حکم اور حوالہ اور اہل علم کے اقوال کا مرجع ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی مفید ومختصر اور جامع تعلیقات کے ذریعہ اس مجموعہ کے اعتبار اور فائدہ کو بڑھانے کی کوشش کی ہے۔

دعا ہے رب العالمین سے کہ خطبات کے اس مجموعہ کو مفید عام وخاص بنادے اور اس مجموعہ کو مؤلف اور مترجمین کے حق میں روز قیامت نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین

برحمتك يا أرحم الراحمين

حافظ عبد الحسیب عمری مدنی

۸ رجب ۱۴۴۵ھ

Hoskote : 562114, Bangalore, Karnataka, INDIA

موضوع: اللہ تعالی کے وجود پر ایمان

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسۡلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ ﴾ [آل عمران: ١٠٢]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا ﴿١﴾ ﴾[النساء: ١]

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَقُولُواْ قَوۡلٗا سَدِيدٗا ﴿٧٠﴾ يُصۡلِحۡ لَكُمۡ أَعۡمَٰلَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوبَكُمۡۗ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِيمًا ﴿٧١﴾ ﴾ [الأحزاب: ٧٠ – ٧١]

حمد وصلاۃ کے بعد:

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے،اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، دین میں ایجاد کردہ چیزیں سب سے بدتر ہیں،اور(دین میں)ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے،اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کو ہمیشہ نگراں جانو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی پر ایمان لانے کے چار تقاضے ہیں: اس پاک وبرتر ذات کے وجود پر ایمان لانا، دوسرا: اس کی ربوبیت پر ایمان لانا، تیسرا: اس کی الوہیت پر ایمان لانا، چوتھا:

اس کے اسماء وصفات پر ایمان لانا، اس خطبہ میں ہم صرف اللہ تعالی کے وجود پر ہی گفتگو کریں گے۔

اللہ پاک وبرتر کے وجود پر ایمان لانے کے دلائل: فطری، عقلی، شرعی اور حسی ہر طرح کے ہیں۔

رہی بات فطرت کا اللہ کے وجود پر دلالت کرنے کی تو یہ بات جان لینی چاہئے کہ ہر مخلوق بغیر سابقہ فکر اور تعلیم کے اپنے خالق پر ایمان کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے، کتاب الہی میں اللہ تعالی کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے:

﴿ وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنۢ بَنِيٓ ءَادَمَ مِن ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُواْ بَلَىٰ شَهِدْنَآ ﴾ [الأعراف: ١٧٢]

ترجمہ: جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی فطرت میں اللہ تعالی کے وجود پر ایمان لانا داخل ہوتا ہے، اس فطرت کے تقاضے سے وہی شخص منحرف ہوتا ہے جس کے دل میں خارجی اثر لاحق ہوتا ہے، کیوں کہ نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "ہر بچہ کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں"(1)۔

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کو جب نقصان ہوتا ہے تو وہ اپنی طبیعت وفطرت کے بموجب

---

(1) اسے بخاری (١٣٥٩) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فوراپکار اٹھتا ہے: (اے اللہ!)، عہد نبوی ﷺ میں مشرکین بھی اللہ تعالی کے وجود کا اقرار کرتے تھے، جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ ٱللَّهُ ﴾ [لقمان: ۲۵]

ترجمہ: اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ تو یقیناً یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے۔

اس سلسلے میں بہت سی آیتیں وارد ہوئی ہیں۔

رہی بات عقل کا وجود باری تعالی پر دلالت کرنے کی تو حقیقت یہ ہے کہ ان تمام سابقہ اور بعد میں آنے والی مخلوقات کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے جس نے انہیں وجود میں لایا، کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ کوئی جان خود کو خود سے پیدا کرے، عدم اپنے آپ کو پیدا نہیں کر سکتا، کیوں کہ وہ اپنے وجود سے قبل معدوم تھا، تو وہ اپنے علاوہ دیگر مخلوقات کا خالق کیسے ہو سکتا ہے؟!

اسی طرح ان مخلوقات کا بغیر کسی خالق کے اچانک سے وجود میں آجانا دو اسباب کی بنا پر ناممکن ہے، پہلا سبب: ہر واقع ہونے والی چیز کے لئے واقع کرنے والے کا ہونا ضروری ہے، اس پر عقل اور شریعت دونوں دلالت کرتی ہیں، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾ [الطور: ۳۵]

ترجمہ: یا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟

دوسرا سبب: ان مخلوقات کا اس بے مثال نظام، باہمی ہم آہنگی اور اسباب ومسببات کے مابین آپسی تعلق کے ساتھ وجود میں آنا اور کائنات کی تمام مخلوقات کا آپس میں اس طرح مربوط ہونا کہ اس میں کسی طرح کا ٹکراؤ اور تصادم نہیں، یہ اس بات کی سخت نکیر کرتا ہے کہ یہ مخلوقات

بغیر کسی خالق کے اچانک وجود میں آگئیں، کیوں کہ اچانک وجود میں آنے والی چیز اپنے وجود حقیقی میں کسی نظام پر قائم نہیں ہوتی، تو بھلا اپنی بقا اور ترقی کی حالت میں اس قدر منتظم کیسے ہوسکتی ہے؟! اللہ تعالی کے فرمان کو غور سے سنیں:

﴿ لَا ٱلشَّمۡسُ يَنۢبَغِي لَهَآ أَن تُدۡرِكَ ٱلۡقَمَرَ وَلَا ٱلَّيۡلُ سَابِقُ ٱلنَّهَارِۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٖ يَسۡبَحُونَ ۝٤٠ ﴾ [يس: ٤٠]

ترجمہ: نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن پر آگے بڑھ جانے والی ہے، اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں۔

کسی دیہاتی سے پوچھا گیا کہ تم نے اپنے رب کو کیسے جانا؟

تو اس نے جواب دیا: مینگنی اونٹنی پر دلالت کرتی ہے، گوبر گدھے پر دلالت کرتا ہے، نقشِ پا مسافر پر دلالت کرتا ہے، تو کیا ستاروں سے مزین آسمان، کشادہ شاہراہوں سے آراستہ روئے زمین، موجیں مارتے ہوئے سمندر، سننے اور دیکھنے والے خالق پر دلالت نہیں کرتے؟

مچھر اللہ تعالی کی ایک عجیب مخلوق ہے، اللہ تعالی نے اس کے اندر بھی بہت سی حکمتیں پوشیدہ رکھی ہیں، اللہ نے اس کے اندر قوت حافظہ، سوچ وفکر کی صلاحیت، چھونے، دیکھنے اور سونگھنے کی صلاحیت ودیعت فرمائی ہے، اس کے اندر غذا پہنچنے کی جگہ بنائی ہے، اس کے اندر پیٹ، رگیں، دماغ اور ہڈیاں ودیعت کی ہیں، پاک ہے وہ ذات جس نے اندازہ کیا اور پھر راہ دکھائی اور کوئی چیز بے کار نہیں بنائی۔

ایک شاعر نے اپنے حمدیہ قصیدے میں لکھا ہے:

يا من يرى مدَّ البعوض جناحها	في ظلمة الليل البهيم الأليل
ويرى مناط عروقها في نحرها	والمخ من تلك العظام النحّل

ویری خریر الدم في أوداجها　　　متنقلا من مفصل في مفصل

ویری وصول غذی الجنین ببطنها　　　في ظلمة الأحشا بغیر تمقّل

ویری مکان الوطء من أقدامها　　　في سیرها وحثیثها المستعجل

ویری ویسمع حِس ما هو دونها　　　في قاع بحر مظلم متهوّل

أُمنن علي بتوبة تمحو بها　　　ما کان مني في الزمان الأول(1)

ترجمہ: اے وہ (رب!) جو نہایت تاریک رات کے اندھیرے میں بھی مچھر کے پر پھیلانے کو دیکھتا ہے۔ اے وہ (رب!) جو اس مچھر کی گردن میں رگوں کے سنگم کو دیکھتا ہے اور اس کی باریک ہڈیوں پر چڑھے گوشت کو بھی دیکھتا ہے۔ اس کی رگوں کے اندر دوڑ رہے خون کو دیکھتا ہے جو (جسم کے) ایک حصے سے دوسرے حصے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ مچھر کے شکم میں پرورش پانے والے جنین کو انتڑیوں کی تاریکی کے درمیان بغیر کسی تکلیف ومشقت کے دیکھتا ہے۔ جب وہ چلتا اور تیز بھاگتا ہے تو اس کی جائے قدم کو بھی وہ دیکھتا ہے، اس سے بھی باریک ترین مخلوق کو وہ دیکھتا اور سنتا ہے جو تاریک اور ہولناک سمندر کی گہرائی میں ہوتی ہے، اے (رب!) میری توبہ قبول فرما اور میرے تمام سابقہ گناہوں کو معاف فرمادے۔

خلاصہ یہ کہ جب یہ مخلوقات خود اپنے آپ کو پیدا نہیں کرسکتیں اور نہ اچانک (بغیر خالق کے) وجود میں آسکتی ہیں، تو یہ طے ہوگیا کہ اس کا ایک خالق ضرور ہے، جو کہ اللہ رب العالمین ہے۔ اللہ تعالی نے اس عقلی اور قطعی دلیل کو سورۃ الطور میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا:

---

(1) ان اشعار کو شہاب الدین احمد الأبشیہی نے اپنی کتاب: "المستطرف فی کل فن مستظرف" ص: ۳۷۴ میں ذکر کیا ہے، ناشر: دار الکتب العلمیۃ- بیروت، طباعت: اول، سنہ ۱۴۱۳ھ

﴿ أَمۡ خُلِقُواْ مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ أَمۡ هُمُ ٱلۡخَٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ ﴾ [الطور: ٣٥]

ترجمہ: کیا یہ بغیر کسی (پیدا کرنے والے) کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں؟

یعنی: وہ بغیر خالق کے نہیں پیدا ہوئے ہیں، اور نہ ہی خود اپنے آپ کو پیدا کیا ہے، چنانچہ معلوم ہوا کہ ان کا خالق اللہ تبارک وتعالی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو سورۃ الطور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا اور آپ ان آیات تک پہنچے:

﴿ أَمۡ خُلِقُواْ مِنۡ غَيۡرِ شَيۡءٍ أَمۡ هُمُ ٱلۡخَٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمۡ خَلَقُواْ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمۡ عِندَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمۡ هُمُ ٱلۡمُصَۜيۡطِرُونَ ﴿٣٧﴾ ﴾ [الطور: ٣٥ - ٣٧]

اس وقت جبیر مشرک تھے، انہوں نے کہا کہ: قریب تھا کہ میرا دل اڑ جائے، یہ پہلا موقع تھا جب میرے دل میں ایمان نے جگہ بنائی"(1)۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے مالا مال کرے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے بخشش طلب کریں، یقیناوہ بہت زیادہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

(1) بخاری نے اس کے مختلف حصوں کو مختلف مقامات پر روایت کیا ہے: (۴۸۵۳) (۴۰۲۳)

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

اے مسلمانو! رہی بات وجود باری تعالی کی شرعی دلیل کی تو تمام آسمانی کتابیں اس پر دلالت کرتی ہیں، چونکہ یہ کتابیں ایسے احکام کے ساتھ نازل ہوئیں جو مخلوق کے مصالح ومفاد پر مشتمل ہیں، اس لئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایسے پروردگار کی طرف سے ہیں جو حکمت والا ہے اور اپنی مخلوق کے مصالح ومفاد سے واقف ہے، اسی طرح ان کے اندر کائنات کی ایسی خبریں دی گئی ہیں کہ حقیقت حال اس کی تصدیق کرتی ہے، یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایسے پروردگار کی طرف سے ہے جو ہر اس چیز کو پیدا کرنے پر قادر ہے جس کی اس نے خبر دی ہے۔

نیز قرآن کی باہمی ہم آہنگی، اس میں تضاد کا نہ پایا جانا اور اس کے بعض حصے کا بعض حصوں کی تصدیق کرنا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ وہ حکمت اور علم والے پروردگار کی طرف سے ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ ٱلْقُرْءَانَۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ ﴾ [النساء: ٨٢]

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

یہ اس ذات کے وجود کی دلیل ہے جس نے قرآن کے ذریعہ کلام کیا اور وہ اللہ تعالی کی ذات ہے۔

رہی بات وجود باری تعالی کی حسی دلیل کی تو اس کی دو قسمیں ہیں: ایک تو یہ کہ: ہم سنتے اور دیکھتے ہیں کہ (اللہ تعالی) پکارنے والوں کی پکار سنتا اور مصیبت زدوں کی مدد کرتا ہے، جو اللہ تعالی کے

وجود کی ایک ٹھوس دلیل ہے، کیوں کہ دعا کی قبولیت سے پتہ چلتا ہے کہ ایک پروردگار ہے جو اپنے پکارنے والوں کی پکار سنتا اور اسے پورا کرتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ فَٱسْتَجَبْنَا لَهُۥ ﴾ [الأنبياء: ٧٦]
ترجمہ:نوح کے اس وقت کو یاد کیجئے جبکہ اس نے اس سے پہلے دعا کی تو ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَٱسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ [الأنفال: ٩]
ترجمہ:اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:"ایک شخص منبر کے سامنے والے دروازے سے جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آیا۔رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس نے بھی کھڑے کھڑے رسول اللہ ﷺ سے کہا :یا رسول اللہ! (بارش نہ ہونے سے) جانور مر گئے اور راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمایئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ سنتے ہی ہاتھ اٹھا دیئے۔ آپ ﷺ نے دعا کی: «اللهم اسقنا، اللهم اسقنا، اللهم اسقنا» کہ اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔اے اللہ! ہمیں سیراب کر۔انس رضی اللہ عنہ نے کہا :اللہ کی قسم کہیں دور دور تک آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا نظر نہیں آتا تھا اور نہ کوئی اور چیز (ہوا وغیرہ جس سے معلوم ہو کہ بارش آئے گی) اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی مکان بھی نہ تھا (کہ ہم بادل ہونے کے باوجود نہ دیکھ سکتے ہوں)۔(لیکن دیکھتے ہی دیکھتے) پہاڑ کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل نمودار ہوا اور بیچ آسمان تک پہنچ کر چاروں طرف پھیل گیا اور بارش شروع ہو گئی، اللہ کی قسم! ہم نے

سورج ایک ہفتہ تک نہیں دیکھا۔ پھر ایک شخص دوسرے جمعہ کو اسی دروازے سے آیا۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے تھے، اس شخص نے پھر آپ ﷺ کو کھڑے کھڑے ہی مخاطب کیا کہ یا رسول اللہ! (بارش کی کثرت سے) مال و منال پر تباہی آ گئی اور راستے بند ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ بارش روک دے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ اٹھایا اور دعا کی «اللهم حوالينا ولا علينا، اللهم على الآكام والجبال والآجام والظراب والأودية ومنابت الشجر» یا اللہ !اب ہمارے اردگرد بارش برسا۔ ہم سے اسے روک دے۔ ٹیلوں، پہاڑوں، پہاڑیوں، وادیوں اور باغوں کو سیراب کر۔ انہوں نے کہا کہ اس دعا سے بارش ختم ہو گئی اور ہم نکلے تو دھوپ نکل چکی تھی"(1)۔

قبولیت دعا کا منظر آج بھی دیکھا جا سکتا ہے بشرطیکہ کوئی صدق دل کے ساتھ اللہ سے لو لگائے اور قبولیت کے اسباب اختیار کرے۔

وجود باری تعالی کی حسی دلیل کی دوسری قسم: انبیائے کرام کی وہ نشانیاں جو معجزات سے موسوم ہوتی ہیں اور جنہیں لوگ دیکھتے یا سنتے ہیں، وہ بھی ان کے بھیجنے والے یعنی اللہ تعالی کے وجود کی قطعی دلیل ہیں، کیوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو انسان کے بس سے باہر ہیں، انہیں اللہ تعالی اپنے رسولوں کی تائید و نصرت کے طور پر جاری و ساری کرتا ہے۔

اس کی مثال: موسی علیہ الصلاۃ والسلام کی نشانی، جب اللہ تعالی نے انہیں یہ حکم دیا کہ وہ اپنی لاٹھی سے سمندر پر دے ماریں تو انہوں نے دے مارا، جس سے بارہ خشک راستے نکل پڑے اور

---

(1) اسے بخاری (۱۰۱۹) اور مسلم (۸۹۷) نے روایت کیا ہے۔

ان کے درمیان پانی پہاڑ کی طرح جم گیا، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ فَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰ مُوسَىٰٓ أَنِ ٱضْرِب بِّعَصَاكَ ٱلْبَحْرَ ۖ فَٱنفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَٱلطَّوْدِ ٱلْعَظِيمِ ﴿٦٣﴾ ﴾ [الشعراء: ٦٣]

ترجمہ: ہم نے موسیٰ کی طرف وحی بھیجی کہ دریا پر اپنی لاٹھی مار، پس اسی وقت دریا پھٹ گیا اور ہر ایک حصہ پانی کا مثل بڑے پہاڑ کے ہوگیا۔

اے مسلمانو! چونکہ وجود باری تعالی کا اقرار کرنا ایک فطری امر ہے جس پر فطرت اور حس دونوں دلالت کرتے ہیں، اس لئے رسولوں نے اپنی قوموں سے کہا:

﴿ أَفِي ٱللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ﴾ [إبراهيم: ١٠]

ترجمہ: کیا حق تعالیٰ کے بارے میں تمہیں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے۔

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ وجود باری تعالی پر ایمان لانا فطرت میں رچی بسی ہے، عقل، حس اور شریعت میں یہ ایک معلوم امر ہے، اس کا انکار کوئی ملحد ہی کر سکتا ہے جس کا دل راہ حق سے پھر گیا ہو، ایسے لوگ کم ہیں۔ الحمد للہ

آپ یہ بھی یاد رکھیں- اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے- کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفائے کرام،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما،شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر،تواپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کراور اپنے موحدین بندوں کی مدد فرما،اے اللہ! تو ہمیں اپنے ملکوں میں سلامتی عطا کر۔

اے اللہ! جو ہمیں اور اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شر کا ارادہ رکھے تواسے اپنی ذات میں مشغول کردے،اور اس کے مکر وفریب کو اس کے لئے وبال جان بنا۔

اے اللہ! مہنگائی ،وبا،سود،زنا،زلزلوں اور آزمائشوں کو ہم سے دور کردے اور ظاہری وباطنی فتنوں کی برائیوں کو ہمارے درمیان سے اٹھا لے،خصوصی طور پر ہمارے ملک سے اور عمومی طور تمام مسلمانوں کے ملکوں سے ،اے دونوں جہاں کے پالنہار!

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما،اور عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

موضوع: اللہ کی ربوبیت پر ایمان

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن و دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی پر ایمان لانا چار امور کو شامل ہے، اللہ پاک و برتر کے وجود پر ایمان لانا، دوسرا: اس کی ربوبیت پر ایمان لانا، تیسرا: اس کی الوہیت پر ایمان لانا، چوتھا: اس کے اسماء وصفات پر ایمان لانا، اس خطبہ میں ہم صرف اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانے کے تعلق سے گفتگو کریں گے۔

اللہ کے بندو! اللہ تعالی کی ربوبیت پر ایمان لانے کا مطلب ہے: اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالی تن تنہا پالنہار ہے، اس کا نہ کوئی شریک وساجھی ہے اور نہ کوئی معاون ومدد گار، رب کے معنی ہوتے ہیں: جس کے ہاتھ میں پیدا کرنے کا اختیار ہے، جو مالکِ کل ہے اور جس کا حکم چلتا ہے-یعنی جس کے حکم سے اس کائنات کی تدبیر ہوتی ہے- چنانچہ اللہ کے سوا کوئی خالق نہیں، اس کے سوا کوئی مالک نہیں اور اس کے سوا کوئی حکم دینے والا نہیں، اللہ تعالی نے تخلیق میں اپنی انفرادیت اور یکتائی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿أَلَا لَهُ ٱلْخَلْقُ وَٱلْأَمْرُ﴾ [الأعراف: ٥٤]

ترجمہ: یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

نیز فرمایا: ﴿ بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ﴾ [البقرة: ١١٧]

ترجمہ: وہ زمین وآسمان کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے۔

اور فرمایا: ﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ﴾ [فاطر: ۱]

ترجمہ: اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

اے مومنو! اللہ تعالی نے جتنی مخلوقات پیدا کیں، ان میں یہ دس سب سے عظیم مخلوقات ہیں: آسمان وزمین، سورج، چاند، رات ودن، انسان، چوپائے، بارش اور ہوا۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر ان کی تخلیق کو بیان کرکے اپنی تعریف کی ہے، بطور خاص بعض سورتوں کی ابتدائی آیات میں، جیسے سورۃ الجاثیۃ میں اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ حمٓ ۝١ تَنزِيلُ ٱلۡكِتَٰبِ مِنَ ٱللَّهِ ٱلۡعَزِيزِ ٱلۡحَكِيمِ ۝٢ إِنَّ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ لَأٓيَٰتٖ لِّلۡمُؤۡمِنِينَ ۝٣ وَفِي خَلۡقِكُمۡ وَمَا يَبُثُّ مِن دَآبَّةٍ ءَايَٰتٞ لِّقَوۡمٖ يُوقِنُونَ ۝٤ وَٱخۡتِلَٰفِ ٱلَّيۡلِ وَٱلنَّهَارِ وَمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مِن رِّزۡقٖ فَأَحۡيَا بِهِ ٱلۡأَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَتَصۡرِيفِ ٱلرِّيَٰحِ ءَايَٰتٞ لِّقَوۡمٖ يَعۡقِلُونَ ۝٥ ﴾ [الجاثیۃ: ۱ – ۵]

ترجمہ: حم۔ یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ آسمانوں اور زمین میں ایمان داروں کے لئے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہاری پیدائش میں اور ان جانوروں کی پیدائش میں جنہیں وہ پھیلاتا ہے یقین رکھنے والی قوم کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور رات دن کے بدلنے میں اور جو کچھ روزی اللہ تعالی آسمان سے نازل فرما کر زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔ اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں بھی ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں ہیں۔

ملکیت میں اللہ تعالی کے منفرد و یکتا ہونے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَقُلِ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي لَمۡ يَتَّخِذۡ وَلَدٗا وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ شَرِيكٞ فِي ٱلۡمُلۡكِ وَلَمۡ يَكُن لَّهُۥ وَلِيّٞ مِّنَ ٱلذُّلِّۖ وَكَبِّرۡهُ تَكۡبِيرَۢا ١١١﴾ [الإسراء: ١١١]

ترجمہ: یہ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے، نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک وساجھی رکھتا ہے اور نہ وہ کمزور ہے کہ اسے کسی حمایتی کی ضرورت ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ۔

نیز اللہ کا یہ ارشاد گرامی بھی اس کی دلیل ہے: ﴿ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمۡ لَهُ ٱلۡمُلۡكُۚ وَٱلَّذِينَ تَدۡعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمۡلِكُونَ مِن قِطۡمِيرٍ ١٣﴾ [فاطر: ١٣]

ترجمہ: اللہ تم سب کا پالنے والا ہے اسی کی سلطنت ہے، جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

حکم اور (تدبیرِ کائنات) میں اللہ کے منفرد و یکتا ہونے کی دلیل یہ ارشاد باری تعالی ہے: ﴿أَلَا لَهُ ٱلۡخَلۡقُ وَٱلۡأَمۡرُ﴾ [الأعراف: ٥٤]

ترجمہ: یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔

نیز یہ کہ: ﴿إِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَيۡءٍ إِذَآ أَرَدۡنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ٤٠﴾ [النحل: ٤٠]

ترجمہ: ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

اور یہ کہ: ﴿وَإِلَيۡهِ يُرۡجَعُ ٱلۡأَمۡرُ كُلُّهُۥ﴾ [هود: ١٢٣]

ترجمہ: تمام معاملات کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے۔

اے مسلمانو! حکم کی دو قسمیں ہیں: شرعی اور دینی حکم اور کونی حکم، شرعی و دینی حکم سے مراد وہ حکم ہے جس کا تعلق شریعتوں اور نبوتوں سے ہے، چنانچہ اللہ عزیز و برتر اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق تن تنہا جن احکام و شرائع کا حکم دینا چاہتا ہے، دیتا ہے اور جنہیں منسوخ کرنا چاہتا ہے، منسوخ کر دیتا ہے، وہی لوگوں کے لئے ایسی شریعتیں مقرر کرتا ہے جو ان کے لئے مناسب اور ان کے حالات کو درست کرنے والی ہوتی ہیں اور ایسی عبادات و اعمال کو مشروع قرار دیتا ہے جو اس کی نظر میں مقبول ہیں۔ کیوں کہ وہ بندوں کے احوال سے باخبر اور ان کی مصلحت سے واقف ہے، اور وہ ان پر مہربان بھی ہے۔

اللہ کے حکم کی دوسری قسم کونی حکم ہے، اس کا تعلق امورِ کائنات کی تدبیر سے ہے، چنانچہ تن تنہا اللہ تعالی ہی بادلوں کے اڑنے، بارش کے نازل ہونے، زندگی و موت، رزق اور تخلیق، زلزلے، بلاؤں کو ٹالنے اور کائنات کے ختم ہونے جیسے ان تمام امور کا حکم دیتا ہے جو اس کائنات میں واقع ہوتے ہیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالی ان امور میں سے کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو وہ ضرور واقع ہو کر رہتی ہے، نہ اس پر کوئی غالب ہو سکتا ہے اور نہ اسے کوئی ٹال سکتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَآ أَرَدْنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝٤٠ ﴾ [النحل: ٤٠]

ترجمہ: ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَمَآ أَمْرُنَآ إِلَّا وَٰحِدَةٌ كَلَمْحٍۭ بِٱلْبَصَرِ ۝٥٠ ﴾ [القمر: ٥٠]
ترجمہ: ہمارا حکم صرف ایک دفعہ (ایک کلمہ) ہی ہوتا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا۔

یعنی جب ہم کسی چیز کو واقع کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا صرف ایک دفعہ اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ (ہو جا) تو وہ پلک جھپکتے رونما ہو جاتی ہے، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے واقع ہونے میں تاخیر نہیں ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ اللہ کے حکم کی دو قسمیں ہیں: کونی حکم اور شرعی و دینی حکم، اسی پر اخروی جزا و سزا کے احکام مرتب ہوں گے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد و صلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ یہ بات معلوم نہیں کہ کسی مخلوق نے اللہ پاک کی ربوبیت کا انکار کیا ہو، الا یہ کہ وہ کبر و غرور میں چور ہو اور اپنی بات کو خود درست نہ سمجھتا ہو، جیسا کہ فرعون نے کیا جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا: ﴿أَنَا۠ رَبُّكُمُ ٱلۡأَعۡلَىٰ ٢٤﴾ [النازعات: ٢٤]

ترجمہ: تم سب کا رب میں ہی ہوں۔

اور کہا: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمَلَأُ مَا عَلِمۡتُ لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرِي﴾ [القصص: ٣٨]

ترجمہ: اے درباریو! میں تو اپنے سوا کسی کو تمہارا معبود نہیں جانتا۔

لیکن اس نے اپنے عقیدہ کی بنیاد پر ایسا نہیں کہا، بلکہ کبر وغرور اور ظلم وجبروت کی بنا پر ایسا کہا:
﴿ وَجَحَدُواْ بِهَا وَٱسۡتَيۡقَنَتۡهَآ أَنفُسُهُمۡ ظُلۡمٗا وَعُلُوّٗاۚ ﴾ [النمل: ١٤]

ترجمہ: انہوں نے انکار کر دیا حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے، صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر۔

اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ یہ بھی جان رکھیں کہ نبی ﷺ کے زمانے میں مشرکین بھی اللہ تعالی کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے، وہ اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ اللہ ہی خالق ورازق اور اس کائنات کا مدبر ہے، لیکن اس کے باوجود وہ عبادت میں بتوں اور اپنے باطل معبودوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے، ان کے لئے مختلف قسم کی عبادتیں انجام دیتے تھے، جیسے دعا کرنا، ذبح کرنا، نذر ونیاز ماننا، اور سجدہ وغیرہ کرنا۔ اس لئے وہ کافر قرار پائے، اللہ تعالی کی ربوبیت پر ایمان لانے سے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا، کیوں کہ انہوں نے توحید ربوبیت کے لوازمات پر ایمان نہیں لایا، جو کہ توحید الوہیت ہے، یہ معلوم سی بات ہے کہ صرف ربوبیت کا اقرار کرنا اسلام میں داخل ہونے کے لئے کافی نہیں، جب تک کہ اس کے ساتھ عبادت میں اللہ تعالی کے منفرد ویکتا ہونے پر ایمان نہ لایا جائے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں یہ واضح فرمایا ہے کہ مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ اللہ تعالی تمام مخلوقات کا رب اور پالنہار ہے:

﴿قُل لِّمَنِ ٱلۡأَرۡضُ وَمَن فِيهَآ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٨٤ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ٨٥ قُلۡ مَن رَّبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ ٱلسَّبۡعِ وَرَبُّ ٱلۡعَرۡشِ ٱلۡعَظِيمِ ٨٦ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ أَفَلَا تَتَّقُونَ ٨٧ قُلۡ مَنۢ بِيَدِهِۦ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيۡءٖ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ٨٨ سَيَقُولُونَ لِلَّهِۚ قُلۡ فَأَنَّىٰ تُسۡحَرُونَ ٨٩﴾

[المؤمنون: ٨٤ – ٨٩].(1)

ترجمہ: پوچھئے تو سہی کہ زمین اور اس کی کل چیزیں کس کی ہیں؟ بتلاؤ اگر جانتے ہو؟ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی، کہہ دیجئے کہ تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمان کا اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے؟ پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے؟ جو پناہ دیتا ہے اور جس کے مقابلے میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا، اگر تم جانتے ہو تو بتلادو؟ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے۔ کہہ دیجئے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو؟

آپ یہ یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَـٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: ٥٦]

اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل و خوار کر، اور اپنے دین کی حفاظت فرما۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

---

(1) ان آیات کی تفسیر میں ابن کثیر نے جو نکتہ بیان کیا ہے، اس کا مطالعہ کریں، اسی طرح شنقیطی رحمہ اللہ نے سورۃ یونس: ٣١، سورۃ یوسف: ١٠٦، اور سورۃ الإسراء: ٩ کی جو تفسیر کی ہے، اس کا مطالعہ بھی مفید ہو گا۔

موضوع: عبادت میں اللہ کو ایک ماننا واجب ہے

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وصلاۃ کے بعد:

مسلمانو!اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے خوف کھاؤ،اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچواور یہ ذہن نشیں کرلو کہ اللہ کا سب سے عظیم حکم توحید ہے،اور توحید کا(مفہوم)ہے عبادات میں اللہ کو ایک جاننا اور ماننا،(اس طور پر کہ)آپ تنے تنہا اسی کی عبادت کریں،اس کے ساتھ کسی کو شریک وساجھی نہ بنائیں،وہ ایسا مقصد ومرام ہے جس کی خاطر ہی اللہ نے انسان اورجنات کو پیدا کیا،اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾﴾ [الذاريات: ٥٦]

ترجمہ:میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

عبادت کے اندر وہ تمام اقوال اور ظاہری وباطنی اعمال شامل ہیں جن سے اللہ محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:(نماز،زکاۃ،روزہ،حج،صدق گوئی،امانت کی ادائیگی،والدین کے ساتھ حسن سلوک،صلہ رحمی،ایفاءِ عہد،امر بالمعروف والنہی عن المنکر،کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد،پڑوسی،یتیم،مسکین،مسافر اور غلاموں کے ساتھ اچھا

برتاؤ، جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک، دعا، ذکر واذکار، تلاوت قرآن، اور اس طرح کے دیگر اعمال عبادات میں شمار ہوتے ہیں۔

اسی طرح اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنا، خشیت الہی اور انابت الی اللہ، اللہ کے لئے دین کو خالص کرنا، اس کے حکم پر صبر و تحمل کرنا، اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرنا، اس کے فیصلے سے خوش ہونا، اس پر بھروسہ کرنا، اس کی رحمت کی امید کرنا، اس کے عذاب سے خوف کھانا بھی اللہ کی عبادت میں داخل ہیں)۔[العبودیۃ:۳۸]۔

اے اللہ کے بندو! یقینا انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوت؛ توحید کی اسی قسم یعنی توحید الوہیت میں محصور تھی۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ [الأنبياء: ٢٥]
ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

تمام انبیاء ورسل اپنی قوموں سے یہی کہا کرتے تھے کہ: ﴿ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥٓ﴾ [الأعراف: ٥٩]
ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

مومنو! تمام معبودان باطلہ کے ماسوا اللہ ہی عبادت وبندگی کا حقدار ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ اس دنیا کو پیدا کرنے میں تنہا اور منفرد ہے، اس میں اس کا کوئی شریک اور معین ومددگار نہیں، ربوبیت کے اندر تخلیق، بادشاہت، تدبیر اور رزق سے نوازنا بھی شامل ہے، خالق و مالک، رازق، اور حکم نافذ کرنے، اور تدبیر کرنے والا صرف اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالی تخلیق میں اپنی انفرادیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:﴿ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝٦٢﴾ [الزمر: ٦٢]

ترجمہ:اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔

بادشاہت میں اپنی انفرادیت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ذَٰلِكُمُ ٱللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ ٱلْمُلْكُۚ وَٱلَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ۝١٣﴾ [فاطر: ١٣]

ترجمہ:اللہ تم سب کا پالنے والاہے، اسی کی سلطنت ہے،جنہیں تم اس کے سواپکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

قطمیراس سفید باریک چھلکا کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی پر ہوتا ہے۔

حکم نافذ کرنے اور تدبیر کرنے میں اس کے منفرد ہونے کی دلیل یہ ہے:﴿وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ ٱلْأَمْرُ كُلُّهُۥ﴾ [هود: ١٢٣]

ترجمہ:تمام معاملات کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے۔

تدبیر کائنات، جس میں زندگی وموت دینا،بارش وقحط سالی پیدا کرنا،مالدار وفقیر بنانا،صحت مند وبیمار کرنا، امن سےنوازنا اورخوف پیدا کرنا اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو اس دنیامیں رونما ہوتی ہیں،وہ تمام کے تمام اللہ تعالی کے حکم سے ہی انجام پاتے ہیں۔رزق میں اللہ کی انفرادیت کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ ۝٥٨﴾ [الذاريات: ٥٨]

ترجمہ:اللہ تعالی تو خود ہی سب کا روزی رساں توانائی والا اور زور آور ہے۔

مسلمانو!توحید الوہیت کی ضد اللہ تعالی کی عبادت میں شرک کرناہے، شرک یہ ہے کہ: کسی بھی عبادت کو غیر اللہ کے لئے انجام دیاجائے،اس طور پر کہ انسان اللہ کے لئے کوئی ایسا شریک وساجھی بنالے جس کی وہ اسی طرح عبادت کرے جس طرح اللہ کی عبادت کرتا ہے،اسی طرح اس سے ڈرے جس طرح اللہ سے ڈرتا ہے،کسی بھی عبادت کے ذریعے اسی طرح اس کا تقرب حاصل کرے جس طرح اللہ کا تقرب حاصل کرتا ہے،ان لوگوں کی طرح جو قبروں کی عبادت کرتے،ان کے لئے ذبیحہ اور نذر ونیاز پیش کرتے،ان کا طواف کرتے،ان کے دروازوں کو چومتے اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں،ان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ اصحاب قبور رزق سے نوازتے ہیں،یا نفع یا نقصان پہنچاتے ہیں،اسی طرح دیگر اعمال پورا کرتے ہیں،یہ ایسے شرکیہ اعمال ہیں جو بندے کے اس ایمان ویقین کو کمزور کردیتے ہیں کہ معبودان باطلہ کے بجائے اللہ ہی تمام تر عبادتوں کا سزاوار ہے۔

اللہ کے بندو!شرک وہ سب سے بڑی نافرمانی اور گناہ ہے جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے،اللہ بلند وبالا اپنے نبی سے فرماتاہے: ﴿ وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٦٥ ﴾ **[الزمر: 65]**

ترجمہ:یقینا تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے(کے تمام نبیوں)کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا توبلاشبہ تیرا عمل ضائع ہوجائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہوجائے گا۔

یقینا اللہ نے شرک کے لئے بڑی سزا متعین کی ہے۔چنانچہ اللہ فرماتا ہے:﴿إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ ٧٢﴾ [المائدة: ٧٢]

ترجمہ:یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی ہے،اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور گناہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مومنو!اللہ نے بہت ساری شرعی وعقلی دلیلوں کی روشنی میں شرک کو باطل قرار دیا ہے،جہاں تک شرعی دلیل کی بات ہے تو اس کی مثال اللہ کا یہ فرمان ہے:﴿إِنَّهُۥ مَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِ ٱلۡجَنَّةَ وَمَأۡوَىٰهُ ٱلنَّارُۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنۡ أَنصَارٖ ٧٢﴾ [المائدة: ٧٢]

ترجمہ:یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اللہ تعالی نے اس پر جنت حرام کردی ہے،اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور گناہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔

جہاں تک شرک کو باطل قرار دینے والی عقلی دلیل کی بات ہے تو وہ بہت ہیں، ان میں سے سب سے اہم یہ دو دلیلیں ہیں:

ا-پہلی دلیل یہ ہے کہ مشرکین جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے اندر الوہیت کی کوئی خاصیت نہیں پائی جاتی ہے،وہ ایسی مخلوق ہیں جو تخلیق نہیں کرسکتیں،نہ اپنی عبادت کرنے والے کو نفع پہنچاسکتی ہیں اورنہ ہی نقصان سے دو چار کرسکتی ہیں،نہ ان کی موت وحیات ان کی ملکیت میں ہیں، نہ ہی آسمان وزمین کی کوئی اور چیز اور نہ ہی وہ آسمان وزمین کی ملکیت میں اللہ کے شریک ہیں،اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةٗ لَّا يَخۡلُقُونَ شَيۡـٔٗا وَهُمۡ يُخۡلَقُونَ وَلَا يَمۡلِكُونَ لِأَنفُسِهِمۡ ضَرّٗا وَلَا نَفۡعٗا وَلَا يَمۡلِكُونَ مَوۡتٗا وَلَا حَيَوٰةٗ وَلَا نُشُورٗا ٣﴾ [الفرقان: ٣]

ترجمہ:ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنے معبود ٹھہرا رکھے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں،یہ تو اپنی جان کے نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ موت وحیات کے اور نہ ہی دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔

اللہ مزید فرماتا ہے: ﴿قُلِ ٱدْعُواْ ٱلَّذِينَ زَعَمْتُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَلَا فِي ٱلْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِن شِرْكٍ وَمَا لَهُۥ مِنْهُم مِّن ظَهِيرٍ ﴿٢٢﴾ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُۥ ۚ حَتَّىٰٓ إِذَا فُزِّعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُواْ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُواْ ٱلْحَقَّ ۖ وَهُوَ ٱلْعَلِيُّ ٱلْكَبِيرُ ﴿٢٣﴾﴾ [سبأ: ٢٢ – ٢٣]

ترجمہ: کہہ دیجئے!کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے(سب)کو پکارلو نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمینوں میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے،نہ ان کا ان میں کوئی حصہ نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مدد گار ہے،شفاعت(شفارش)بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہوجائے،یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کردی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور بہت بلند وبالا اور بہت بڑا ہے۔

جب ان معبودوں کی یہ حالت ہے تو ان کو معبود بنانا انتہائی درجے کی بےوقوفی اور حد درجہ کی بےبنیاد بات ہے۔

۲-اے اللہ کے بندو! بطلانِ شرک کی دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ مشرکین اس بات کا اعتراف کیا کرتے تھے کہ یقینا اللہ پاک ہی صرف رب اور خالق ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے،وہی نجات دیتا ہے،اس کے عذاب سے کوئی نجات دینے والا نہیں،(مشرکین کے اس نظریہ سے)یہ بات لازمی طورپر سمجھ میں آتی ہے کہ وہ

الوہیت میں اللہ کو ایک مانتے تھے جس طرح ربوبیت میں اللہ کو ایک تسلیم کرتے تھے، جیسا کی اللہ کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعۡبُدُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُمۡ وَٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ﴿٢١﴾ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ فِرَٰشٗا وَٱلسَّمَآءَ بِنَآءٗ وَأَنزَلَ مِنَ ٱلسَّمَآءِ مَآءٗ فَأَخۡرَجَ بِهِۦ مِنَ ٱلثَّمَرَٰتِ رِزۡقٗا لَّكُمۡۖ فَلَا تَجۡعَلُواْ لِلَّهِ أَندَادٗا وَأَنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ﴿٢٢﴾﴾ [البقرة: ٢١ – ٢٢]

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا، یہی تمہارا بچاؤ ہے، جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کرکے تمہیں روزی دی، خبردار! باوجود جاننے کے اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

ان تمام دلیلوں کی بنیاد پر ہر وہ چیز جسے معبود تسلیم کرکے اللہ کے علاوہ یا اللہ کے ساتھ اس کی عبادت کی جائے، اس کی عبادت باطل وبے بنیاد ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدۡعُونَ مِن دُونِهِ ٱلۡبَٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡكَبِيرُ ﴿٣٠﴾﴾ [لقمان: ٣٠]

ترجمہ: یہ سب (انتظامات) اس وجہ سے ہیں کہ اللہ تعالی حق ہے اور اس کے سوا جن جن کو لوگ پکارتے ہیں سب باطل ہیں اور یقینا اللہ تعالی بہت بلندیوں والا اور بڑی شان والا ہے۔

اللہ میرے اور آپ کے لئے قرآن عظیم میں برکت ڈال دے، مجھے اور آپ کو آیات اور حکمت پر مبنی نصیحت کے ذریعے نفع پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے بخشش کا طلب گار ہوں، آپ بھی اس سے بخشش طلب کریں، یقینا وہ توبہ واستغفار کرنے والے کو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى،وسلام على عباده الذين اصطفى

حمد وصلاۃ کے بعد!

آپ یہ یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرے-کہ سب سے زیادہ جس عبادت میں لوگ اللہ اور اس کی مخلوق کو باہم شریک ٹھہراتے ہیں وہ دعا جیسی عبادت ہے، قرآن و حدیث کے اندر اللہ کے لئے دعا کو خالص کرنے کی اہمیت اور غیر اللہ سے دعا کرنے کی ممانعت پر تاکید آئی ہے،ان آیات میں اللہ کا یہ فرمان بھی ہے:﴿ٱدۡعُواْ رَبَّكُمۡ تَضَرُّعٗا وَخُفۡيَةً﴾ [الأعراف: ٥٥]

ترجمہ:تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو گڑ گڑا کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔

اللہ مزید فرماتا ہے: ﴿أَمَّن يُجِيبُ ٱلۡمُضۡطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكۡشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ ٱلۡأَرۡضِ﴾ [النمل: ٦٢]

ترجمہ: بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے،کون قبول کرکے سختی کو دور کردیتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔

اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌۖ أُجِيبُ دَعۡوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ [البقرة: ١٨٦]

ترجمہ:جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔

اللہ بلند وبالا کا یہ بھی فرمان ہے: ﴿وَسۡـَٔلُواْ ٱللَّهَ مِن فَضۡلِهِۦٓ﴾ [النساء: ٣٢]

ترجمہ: اللہ تعالی سے اس کا فضل مانگو۔

متعدد صیغوں کے ساتھ قرآن کے اندر تین سو مختلف مقامات پر دعا کے اندر اللہ کی انفرادیت کی دلیل آئی ہے۔

اے اللہ کے بندو دعا میں اخلاص پیدا کرو، کامیابی سے ہمکنار ہوگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " جو شخص اس حالت میں مر جائے کہ وہ اللہ کے سوا اوروں کو بھی اس کا شریک ٹھہراتا رہا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا"(1)۔

صحیحین میں ہے: رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اللہ کے نزدیک سب بڑا گناہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: "یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ ہی نے تم کو پید اکیا ہے"(2)۔

نِدّ کے معنی ہم مثل اور برابر کے ہیں۔

ہر وہ شخص جس نے غیر اللہ سے دعاو مناجات کی، یا اس سے مدد طلب کی، یا اس کے لئے ذبیحہ پیش کیا، یا اس کے لئے کسی طرح کی عبادت کی، گویا اس نے اسے اللہ کے ساتھ برابر ٹھہرایا، چاہے (جسے برابری کا درجہ دیا جارہا ہے) وہ کوئی نبی ہو، یا ولی، کوئی بادشاہ ہو یا جن، کوئی بت ہو یا کوئی دوسری مخلوق۔

قرآن میں دو جگہوں پر اللہ نے اپنے علاوہ دوسروں سے دعا کرنے کو باطل اور بے بنیاد

---

(1) اسے بخاری (۴۴۹۷) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۴۷۶۱) اور مسلم (۸۶) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے۔

قرار دیا ہے۔پہلی جگہ سورہ حج کے اندر ہے، اللہ کا فرمان ہے:﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ﴾ [الحج: ٦٢]

ترجمہ:یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

دوسری جگہ سورہ لقمان کے اندر ہے، اللہ کا ارشاد ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَٰطِلُ﴾ [لقمان: 30]

ترجمہ:یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے۔

اے مسلمانو!دعا کے اندر شرک پرانے زمانے میں بھی پایا گیا اور نئے زمانے میں بھی پایا جاتا ہے۔چاہے یہ شرک اصلی مشرکوں کے مابین ہو جیسے نصاری جنہوں نے مسیح سے دعا ومناجات کی،یا ہندوستانی مذاہب کے ماننے والوں میں ہو جو گائے کو پکارتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے مجسموں اور بتوں سے دعا ومناجات کرتے ہیں،ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ ہیں جو دعا میں شرک کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض ایسی جماعتوں کے یہاں بھی دعا کے اندر شرک پایا جاتا ہے جو اپنی نسبت اسلام کی طرف کرتے ہیں،جیسے وہ غالی صوفی حضرات جو اپنے بزرگوں کو پکارتے اور ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں،اسی طرح وہ روافض جو آل بیت کو پکارتے ہیں،اسی طرح قبر پرست حضرات جو صاحب قبر کو پکارتے ہیں،یہ تمام حضرات اس طرح کے شرک کے باوجود یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں،اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والے ہیں،حالانکہ اسلام ان کے اس شرک سے بری ہے،ہم اللہ سے فہم و فراست کے اس اندھے پن سے پناہ مانگتے ہیں،اور اللہ سے یہ سوال کرتے ہیں وہ ہمارے اوپر توحید وسنت کی نعمت کو تادیر قائم رکھے۔

ترجمہ:　　شفاء اللہ الیاس تیمی

موضوع: اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر ایمان

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو! اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اس کی نافرمانی سے گریز کرو اور جان رکھو کہ اسلامی عقیدہ میں اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کا بڑا مقام و مرتبہ ہے، اللہ نے اپنی معزز کتاب میں اپنے اسماء وصفات کی بڑی تعریف وتوصیف کی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ سَمِيعًۢا بَصِيرًا ۝٥٨﴾ [النساء: ٥٨]
ترجمہ: اللہ بہت سننے والا، بہت دیکھنے والا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝٩٦﴾ [النساء: ٩٦]
ترجمہ: اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

اس طرح کی آیتیں بے شمار ہیں۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں بہت سے مقامات پر اپنے رب کی تعریف اور اس کے جلال و کمال کی صفات بیان کی ہے۔

اللہ تعالی کے اسماء وصفات پر ایمان لانے سے بندے کے اندر رب تعالی کی خشیت پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجے میں بندہ اللہ کی اس طرح عبادت کرتا ہے جس سے اللہ خوش ہوتا ہے، کیوں کہ

حقیقت یہی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: (جو اللہ کو زیادہ جانتا ہے وہ اس سے زیادہ ڈرتا ہے)[1]۔اسی لئے اللہ کے اسماء وصفات کی واقفیت رکھنے والے رب شناس لوگ اللہ تعالی سے زیادہ ڈرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿إِنَّمَا يَخْشَى ٱللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ ٱلْعُلَمَٰٓؤُا۟﴾ [الفاطر: 28]

ترجمہ: اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں۔

چونکہ اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کی یہ اہمیت ہے، اس لئے بندہ پر واجب ہے کہ وہ اسی طرح اسے بروئے عمل لائے جس طرح شریعت میں مطلوب ہے، بایں طور کہ اللہ نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت میں جن اسماء وصفات کو ثابت کیا ہے، انہیں اسی طرح ثابت کیا جائے جس طرح کمال الہی کے شایان شان ہے۔

اے مومنو! اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کے دو تقاضے ہیں: جس طرح وہ وارد ہوئے ہیں اسی طرح ان کے ظاہری معنی ومفہوم کو سمجھا جائے، بغیر کسی تحریف وتعطیل اور تکییف وتمثیل کے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿وَلِلَّهِ ٱلْمَثَلُ ٱلْأَعْلَىٰ﴾ [النحل: ٦٠]

ترجمہ: اللہ کے لیے تو بہت ہی بلند صفت ہے۔

یعنی اس کے لئے کامل صفت ہے، نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴿١١﴾﴾ [الشوری: ١١]

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کا دوسرا تقاضہ یہ ہے کہ جو اسماء وصفات کتاب وسنت میں وارد ہوئے ہیں، ان پر ہی توقف کیا جائے ،اور کوئی ایسا اسم اور ایسی صفت نہ ایجاد کی جائے جو

---

(1) اسے محمد بن نصر المروزی نے "تعظیم قدر الصلاۃ" (٧٨٦) میں احمد بن عاصم الانطاکی سے روایت کیا ہے۔

کتاب وسنت میں وارد نہیں ہے، امام احمد فرماتے ہیں: اللہ تعالی نے اپنی عزیز وبرتر ذات کی جو صفت بیان کی ہے، اس سے زیادہ اس کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی (1)۔

اے اللہ کے بندو! اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کی ضد یہ ہے کہ ان میں الحاد کیا جائے، لغت میں الحاد کے معنی ہیں مائل ہونے کے، اسی سے قبر کے اندر جو بغلی (قبر) ہوتی ہے، اسے لحد سے موسوم کیا جاتا ہے، کیوں کہ وہ قبر کی ایک جانب مائل ہوتی ہے، اس بنا پر اسماء وصفات میں الحاد کے معنی یہ ہیں کہ ان کے معنی ومفہوم کو سمجھنے میں اس درست فہم سے اعراض برتا جائے جو عربی زبان اور فہم سلف کا تقاضہ ہے۔

الحاد کی مختلف قسمیں ہیں، ان سب کا دار ومدار اس پر ہے کہ یا تو صحیح معنی کو ایسے معنی کی طرف پھیر دیا جائے جو مقصود ومراد نہ ہو، یا اسے کلی طور پر بے معنی کر دیا جائے، یہ دونوں ہی اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کے منافی ہیں، یہ بغیر علم کے اللہ کی طرف کسی بات کو منسوب کرنا ہے، ان بدعات میں سے ہے جن کے قائلین کی سلف صالحین اور ان کے متبعین نے سخت نکیر کی ہے، اور ان معاصی میں سے ہے جن پر اللہ نے وعید سنائی ہے، اللہ کی پناہ، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَلِلَّهِ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰ فَٱدۡعُوهُ بِهَاۖ وَذَرُواْ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ أَسۡمَٰٓئِهِۦۚ سَيُجۡزَوۡنَ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ١٨٠﴾ [الأعراف: ١٨٠]

ترجمہ: اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔

---

(1) قاضی ابو یعلی نے "طبقات الحنابلۃ" (١/٣٨٦) کے اندر حنبل بن اسحاق کی سوانح میں یہ قول روایت کیا ہے۔

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا ﴿٣٦﴾﴾ [الإسراء: ٣٦]

ترجمہ: جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ۔ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

اے مسلمانو! اللہ کے اسماء وصفات میں الحاد کی سب سے مشہور قسم یہ ہے کہ ان میں تحریف کی جائے، یعنی ان کے معانی کو ان حقیقی معنوں سے پھیر دیا جائے جن کا تقاضہ عربی زبان اور سلف صالح کی فہم کرتی ہے، جیسے صحابہ اور اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع و پیروی کرنے والے لوگ، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فہم حاصل کی، ان کی فہم کا کیا کہنا! خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خیریت و بہتری کی گواہی دی ہے، آپ کی حدیث ہے: "سب سے اچھے اور بہتر لوگ ہمارے زمانے والے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے "(1)۔ ہر وہ بات جو فہم صحابہ کے خلاف ہو اس کا دین الہی سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ (دین میں) ایجاد کردہ من گھڑت طریقہ ہے، اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

اللہ کے اسماء وصفات میں تحریف کی ایک مثال یہ ہے کہ عرش پر رب تعالی کے مستوی ہونے کی تفسیر یہ کی جائے کہ وہ اس پر حاوی وغالب ہے، اور اس کا انکار کیا جائے کہ اس کا معنی اللہ کا عرش پر بلند ہونا ہے، اللہ تعالی بلند وبرتر ہے۔

اللہ کے اسماء وصفات میں الحاد کی ایک قسم یہ ہے کہ ان میں تکییف کی جائے، یعنی اللہ کی کسی صفت کی کیفیت وماہیت معلوم کی جائے، جو کہ حرام ہے، اس لئے کہ اللہ نے اس بات کی نفی

(1) اسے بخاری (۲۶۵۲) اور مسلم (۲۵۳۳) نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کی ہے کہ اس کے بندے اس کی کسی صفت کا احاطہ کریں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِۦ عِلْمًا ۝١١٠﴾ [طه: ١١٠]

ترجمہ: مخلوق کا علم اس پر حاوی نہیں ہو سکتا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اس بات کی قطعی نفی کر دی ہے کہ اس کی صفات کی کیفیت وماہیت جاننے کی چاہت رکھی جائے۔

سلف صالحین رحمہم اللہ نے اس شخص کی شدید نکیر کی ہے جو اس کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک شخص امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا: اے ابو عبد اللہ! (رحمن عرش پر مستوی ہے)، وہ کیسے مستوی ہے؟

راوی کہتے ہیں: امام مالک نے سر جھکا لیا یہاں تک کہ پسینے سے شرابور ہو گئے، پھر فرمایا: (استواء کا معنی معروف ومشہور ہے، اس کی کیفیت انسان کی عقل سے پرے ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے، اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، مجھے تو تم بدعتی معلوم پڑتے ہو) چنانچہ آپ نے انہیں باہر نکالنے کا حکم دیا(1)۔

ابن عثیمین رحمہ اللہ نے امام مالک کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے جو بات عرض کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مالک کا قول تمام صفات کا میزان ومعیار ہے، جو لوگ صفات الہی کی کیفیت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، ان کا سوال کرنا بدعت ہے، کیوں کہ صحابہ خیر وبھلائی اور اللہ کے لئے جن صفات کو ثابت کرنا واجب ہے، ان کا علم حاصل کرنے کے سب سے زیادہ حریص تھے، اس کے باوجود کبھی بھی انہوں نے اللہ عزیز وبرتر کی کسی صفت کے بارے میں سوال نہیں

---

(1) اسے بیہقی نے (الأسماء والصفات): ٨٦٦-٨٦٧ میں روایت کیا ہے۔

کیا"[1]۔ آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا۔

اللہ کے اسماء وصفات میں الحاد کی ایک قسم تشبیہ ہے، جیسے رب تعالی کے ہاتھ کو مخلوقات کے ہاتھ سے تشبیہ دینا، اللہ تعالی اپنے بندوں کی مشابہت سے بری وبرتر ہے۔

نعیم بن حماد الخزاعی رحمہ اللہ–جو بخاری کے استاد ہیں–وہ کہتے ہیں: جس نے اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کافر ہے، جس نے ان صفات کا انکار کیا جن سے اللہ نے اپنی ذات کو متصف کیا ہے تو وہ بھی کافر ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اللہ کی جو صفات بیان کی ہیں، ان میں کوئی تشبیہ نہیں پائی جاتی[2]۔

مومنو! اللہ کے اسماء وصفات کو بغیر کسی تحریف کے اسی طرح سمجھنا جیسے وہ وارد ہوئے ہیں، ان عقائد میں سے ہے جن پر مذاہب اربعہ وغیرہ کا اجماع ہے، امام محمد بن حسن الشیبانی–جو کہ امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں–کا قول ہے: مشرق سے لے کر مغرب تک کے تمام فقہائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ راویوں کے ذریعے جو قرآن اور احادیث ہم تک پہنچی ہیں، ان میں عزیز وبرتر رب کی جو صفات وارد ہوئی ہیں، ان پر بغیر کسی تفسیر، توصیف اور تشبیہ کے ایمان لانا ضروری ہے، جس نے ان میں سے کسی صفت کی (من چاہی) تفسیر بیان کی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے اور جماعت اسلامیہ سے خارج ہے، کیوں کہ انہوں نے ان صفات کی (من چاہی) تفسیر نہیں بیان کی ہے، بلکہ کتاب وسنت میں جو کچھ وارد ہوا ہے، ان پر ہی اکتفا کیا اور اس کے بعد خاموشی اختیار کی ہے[3]۔

---

(1) شرح العقیدۃ الواسطیۃ سے اختصار کے ساتھ ماخوذ: ۱/ ۱۰۰

(2) "العلو": ۴۶۴

(3) "شرح أصول اعتقاد أہل السنۃ والجماعۃ" از: اللالکائی: ۳/ ۴۸۰

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے: میں اللہ پر اس کی مراد کے مطابق اور رسول اللہ پر ان کی مراد کے مطابق ایمان لاتا ہوں[1]۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں صفات الٰہی پر مشتمل جتنی بھی آیات ہیں، ان کی تفسیر میں صحابہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، میں نے صحابہ سے منقول تمام تفاسیر اور ان سے مروی احادیث کا مطالعہ کیا، اس تعلق سے چھوٹی بڑی سو سے زائد تفاسیر کا میں نے مشیئت الٰہی سے جائزہ لیا، میں نے اب تک کسی صحابی کے تعلق سے یہ نہیں پایا کہ انہوں نے صفات الٰہی پر مشتمل کسی بھی آیت یا حدیث کی ایسی تفسیر کی ہو جو اس کے معروف معنی ومفہوم اور مشہور تقاضے کے مخالف ہو، بلکہ ان آیات واحادیث میں وارد صفات کے اثبات میں ان سے بے شمار اقوال منقول ہیں جن سے تاویل کرنے والوں کی مخالفت (اور تردید) ہوتی ہے[2]۔ آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ رب تعالی کے فرمان: ﴿ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ﴾ [الأعراف: ٥٤] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: رہی بات اللہ تعالی کے فرمان: ﴿ ثُمَّ ٱسۡتَوَىٰ عَلَى ٱلۡعَرۡشِ﴾ کی تو اس سلسلے میں لوگوں کے اتنے اقوال ہیں کہ اس مقام پر انہیں بیان نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس مقام پر سلف صالح کا طریقہ اختیار کیا جائے، جیسے مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق بن راہویہ اور ان جیسے دیگر قدیم وجدید ائمہ اسلام کا طریقہ، وہ طریقہ یہ ہے کہ ان اسماء وصفات کو اسی طرح ثابت

---

(1) اس قول کو عبد اللہ بن احمد بن قدامہ (۶۲۰ھ) نے اپنی کتاب "ذم التأویل" (ص: ۲۲۲، ۲۵۶) میں ذکر کیا ہے۔

(2) "مجموع الفتاوی": ۶/ ۳۹۴

کیا جائے جس طرح وہ وارد ہوئے، ان میں کوئی تکییف و تشبیہ اور تعطیل نہ کی جائے، ان اسماء وصفات کا جو ظاہری معنی تشبیہ کرنے والوں کے ذہن میں آتا ہے، وہ اللہ سے اس معنی کی نفی کرتے ہیں، کوئی بھی مخلوق اللہ کی ہم مثل نہیں ہو سکتی: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ۝١١ ﴾ [الشوری: ١١]

ترجمہ: اس جیسی کوئی چیز نہیں وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

بلکہ حقیقت وہ ہے جس کی وضاحت ائمہ نے کی ہے جن میں امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد الخزاعی بھی شامل ہیں، وہ کہتے ہیں: (جس نے اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے کفر کیا، جس نے کسی ایسی صفت کا انکار کیا جس سے اللہ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے، اس نے کفر کیا، اللہ اور رسول اللہ نے جن صفات سے اللہ کو متصف کیا ہے، ان میں کوئی تشبیہ نہیں پائی جاتی ہے)، چنانچہ جو شخص اللہ تعالی کے لئے ان صفات کو جو واضح آیتوں اور صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں، اسی طرح ثابت کرے جو اس کی عظمت وجلال کے شایان شان ہے، نیز اللہ تعالی سے ہر قسم کے عیب ونقص کی نفی کرے تو وہ ہدایت کے راستے پر گامزن ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا۔

عبد الرحمن بن القاسم المکی رحمہ اللہ [1] فرماتے ہیں: کسی انسان کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ کسی ایسی صفت سے اللہ کو متصف کرے جس سے اللہ نے اپنی ذات کو قرآن میں متصف نہیں

---

(1) آپ امام عبد الرحمن بن القاسم ہیں، ان کے بارے میں امام ذھبی نے "تاریخ الإسلام": ۴/۱۱۴۹ میں لکھا ہے: وہ بڑے علماء میں سے ہیں، اور امام مالک کے ان کبار شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے جنھوں نے ان کے مذہب کو رواج دیا.... ان کی وفات سنہ ۱۹۱ھ میں ہوئی۔

کیا ہے، اور نہ اس کے ہاتھوں کو کسی چیز سے تشبیہ دے، بلکہ یہ کہے کہ: (اس کے دو ہاتھ ہیں، جیسا کہ قرآن میں اس نے اپنی ذات کی صفت بیان کی ہے، اور اس کا ایک چہرہ ہے جیسا کہ اس نے اپنی یہ صفت بیان کی ہے)۔ اللہ نے قرآن میں اپنی جو صفات بیان کی ہے، ان پر توقف اختیار کرے، کیوں کہ اللہ تبارک وتعالی کا کوئی ہم مثل اور مشابہ نہیں، بلکہ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، جیسا کہ اس نے اپنی یہ صفت بیان کی ہے، اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں، جیسا کہ اللہ نے اپنے ہاتھوں کی صفت بیان کی ہے اور یہ بھی صفت بیان کی ہے کہ:

﴿وَٱلۡأَرۡضُ جَمِيعٗا قَبۡضَتُهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطۡوِيَّٰتُۢ بِيَمِينِهِۦ﴾ [الزمر: ٦٧]

ترجمہ: ساری زمین قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔

آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا(1)۔

اللہ تعالی قرآن عظیم کی برکتوں سے ہمیں اور آپ کو بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

(1) "اُصول السنّۃ": ۴۲، تحقیق: احمد بن علی القفیلی، ناشر: دار الفرقان- مصر

دوسرا خطبہ:

الحمدلله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

اے مسلمانو! انسان کی عقل، دل اور اس کے اعضاء وجوارح کے لئے اللہ تعالی کے اسماء وصفات کے معانی جاننے کے بہت سے فوائد ہیں، ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: (اللہ تعالی کے) خوبصورت ناموں اور بلند وبالا صفات، عبودیت وبندگی اور معاملات زندگی پر انہی اثرات کا تقاضہ کرتے ہیں، جو اثرات تخلیق اور تکوین پر مرتب ہوتے ہیں، ہر صفت کی ایک خاص عبودیت وبندگی ہے، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کو جانا جائے اور اس کی معرفت حاصل کی جائے، اور یہ چیز دل اور اعضاء وجوراح سے ادا کی جانے والی عبودیت کی تمام قسموں میں عام ہے، چنانچہ بندہ کا یہ جاننا کہ اللہ تعالی نفع ونقصان، نوازش اور محرومی، تخلیق اور رزق، زندگی اور موت دینے میں تنہا ومنفرد ہے، اسے جاننے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں اللہ پر توکل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور ظاہر میں توکل کے لوازمات اور ثمرات اس پر عیاں ہوتے ہیں۔

بندہ کا اللہ تعالی کے سمع وبصر اور علم ومعرفت سے آشنا ہونا اور یہ جان لینا کہ آسمانوں اور زمین میں رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی چیز اس سے مخفی نہیں، وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جانتا ہے، وہ نگاہوں کی خیانت اور دل کے رازہائے سربستہ سے بھی واقف ہے، یہ جاننے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اپنی زبان، اعضاء وجوارح اور دل کے خیالات کو ایسی باتوں سے محفوظ رکھتا ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں، نیز ان اعضاء وجوارح کو ایسے امور سے وابستہ رکھتا ہے جو اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہیں، اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے باطن میں حیا پیدا ہوتی ہے، اور یہ حیا اسے حرام اور نازیبا کاموں سے باز رکھتی ہے۔

اسی طرح بندہ کا اللہ کی عظمت وجلال اور عزت وشوکت سے آشنا ہونا، اس کے اندر خضوع وانکساری اور عاجزی ومحبت پیدا کرتا ہے اور ظاہری عبادت کی ایسی قسموں سے اس کی زندگی کو

معمور کرتا ہے جو معرفت الہی سے لازم آتی ہیں۔ اسی طرح بندہ کا اللہ کے کمال وجلال اور بلند وبالا صفات سے آشنا ہونا اس کے اندر ایسی محبت پیدا کرتا ہے جو مقام عبودیت کے ساتھ خاص ہوتی ہے، اس طرح ہر قسم کی عبودیت وبندگی اسماء وصفات کے تقاضوں کی طرف ہی لوٹتی ہے اور ان سے اسی طرح ربط رکھتی ہے جس طرح مخلوقات ان سے مربوط ہیں، اللہ پاک وبرتر کا پیدا کرنا اور (ہر طرح کا) حکم دینا اس کائنات میں اس کے اسماء وصفات کے لوازمات، اثرات اور تقاضے ہیں[1]۔ آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا۔

نیز یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے - کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، تو اپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کر اور اپنے موحدین بندوں کی مدد فرما۔

تم اللہ عظیم کا ذکر کرو وہ تمہارا ذکر کرے گا، اس کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالاؤ وہ تمہیں مزید نعمتوں سے نوازے گا، اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے، تم جو کچھ بھی کرتے ہو وہ اس سے باخبر ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

(1) "مفتاح دار السعادة": ٢/ ٥١٠-٥١١

موضوع: فرشتوں پر ایمان

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! میں آپ کو اور خود کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں، یہ پہلے اور بعد کی تمام قوموں کی وصیت ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ [النساء: ١٣١]

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس لئے آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور اس سے ڈرتے رہیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کرتے رہیں، اور جان رکھیں کہ فرشتوں پر ایمان لانے کا دین اسلام میں بڑا مقام ومرتبہ ہے، چنانچہ وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے، رسولوں اور دیگر لوگوں اور اللہ کے درمیان وہ واسطہ ہیں، فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہیں جو عالم غیب سے تعلق رکھتی ہے، وہ اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، ان کے اندر الوہیت وربوبیت کی کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی، اللہ تعالی نے انہیں نور سے پیدا فرمایا ہے، ان کے اندر اپنے حکم کی تابعداری کا مکمل جوہر اور اس کو نافذ کرنے کی کامل قوت ودیعت کی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَّا يَعْصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝٦﴾ [التحريم: ٦]

ترجمہ: جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجا لاتے ہیں

نیز ارشاد باری تعالی ہے:﴿وَمَنْ عِندَهُۥ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِۦ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُونَ ٱلَّيْلَ وَٱلنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿٢٠﴾﴾ [الأنبياء: ١٩ – ٢٠]

ترجمہ:جو اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا سی بھی سستی نہیں کرتے۔

﴿ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ ﴾ یعنی: نہ تھکتے ہیں اور نہ ملول ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اللہ تعالی ہی انہیں شمار کر سکتا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ﴾ [المدثر: ٣١]

ترجمہ: تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

یعنی: اللہ تعالی کے علاوہ کوئی ان کی تعداد اور کثرت سے واقف نہیں۔

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت معمور تک لے جایا گیا، آپ نے (اس کے متعلق) جبرئیل سے پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ بیت معمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں، جب وہ اس سے نکلتے ہیں تو پھر دوبارہ اس میں واپس نہیں ہوتے، یہی ان کا آخری داخلہ ہوتا ہے[1]۔

اے مومنو!فرشتوں پر ایمان لانے کے چھ تقاضے ہیں:

(1) بخاری(٣٢٠٧) مسلم(١٦٤)

پہلا: ان کے وجود پر ایمان لانا

دوسرا: ان سے محبت رکھنا، جو ان سے عداوت ودشمنی رکھتا ہے وہ کافر ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ مَن كَانَ عَدُوًّا لِّلَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَجِبْرِيلَ وَمِيكَىٰلَ فَإِنَّ ٱللَّهَ عَدُوٌّ لِّلْكَٰفِرِينَ ﴿٩٨﴾ ﴾ [البقرة: ٩٨]

ترجمہ: جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہو، ایسے کافروں کا دشمن خود اللہ ہے۔

تیسرا: ان میں سے جن کے نام ہم جانتے ہیں، ان پر ایمان لانا، جیسے جبریل، اور جن کے نام سے ہم واقف نہیں، ان پر ہم اجمالاً ایمان رکھتے ہیں۔

چوتھا: ان میں سے جن کی صفات خَلقیہ سے ہم واقف ہیں، ان پر ایمان لانا، جیسے جبریل کی صفت جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ آپ نے انہیں اس صفت کے ساتھ دیکھا جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے، ان کے چھ سو (٦٠٠) پَر تھے جو آسمان کے سارے کناروں کو گھیرے ہوئے تھے (1)۔

فرشتہ اللہ کے حکم سے انسانی شکل وصورت بھی اختیار کر سکتا ہے، جیسا کہ جبریل علیہ السلام نے کیا، جب اللہ تعالی نے انہیں مریم کے پاس بھیجا تو وہ ان کے سامنے انسانی شکل وصورت میں آکھڑے ہوئے، اسی طرح جب حضرت جبریل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، جبکہ آپ اپنے صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے، وہ آپ کے پاس ایسے شخص کی شکل میں آئے جس کا لباس نہایت سفید اور بال انتہائی کالے تھے، اس پر نہ تو سفر کے آثار دکھائی دے

(1) بخاری (٣٢٣٢، ٣٢٣٣) اور مسلم (١٧٤، ١٧٧) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

رہے تھے، اور نہ ہی کوئی صحابی ان کو پہچانتے تھے، یہاں تک کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر بیٹھ گئے، انہوں نے اپنے گھٹنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیئے، اور اپنی ہتھیلیوں کو آپ کی رانوں پر رکھ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں سوال کیا اور آپ نے ان کو جواب دیا، پھر وہ چلے گئے، جب صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ جبرئیل تھے، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے (1)۔

اسی طرح وہ فرشتے جن کو اللہ تعالی نے ابراہیم اور لوط کے پاس بھیجا تھا وہ بھی انسانوں کی شکل میں ہی آئے تھے (2)۔

فرشتوں کے سردار حضرت جبریل ہیں، وہ اپنی صفتِ خلقت میں تمام فرشتوں سے بڑے ہیں، اللہ نے ان کی یہ صفت بیان فرمائی ہے: ﴿ ذِی قُوَّةٍ عِندَ ذِی ٱلۡعَرۡشِ مَكِینٍ ﴿٢٠﴾ ﴾ [التکویر: ٢٠]

ترجمہ: وہ ایک بزرگ رسول ہے۔ جو قوت والا ہے، عرش والے (اللہ) کے نزدیک بلند مرتبہ ہے۔

پھر فرمایا: ﴿ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِینٍ ﴿٢١﴾ ﴾ [التکویر: ٢١]

ترجمہ: جس کی (آسمانوں میں) اطاعت کی جاتی ہے امین ہے۔

یعنی: تمام فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں اور وہ وحی کے امین ہیں۔

---

(1) اس حدیث کو مسلم (٩) نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) ابن عثیمین کی کتاب "شرح ثلاثة الأصول": ٩٠-٩١ سے معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ۔

نیز اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اس فرمان میں ان کو اپنی خلقت میں قوت سے متصف قرار دیا: ﴿عَلَّمَهُۥ شَدِيدُ ٱلۡقُوَىٰ ۝٥﴾ [النجم: ٥]

ترجمہ: اسے پوری طاقت والے فرشتے نے سکھایا ہے جو زور آور ہے پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

یعنی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سکھائی وہ جبریل ہیں، ان کی اللہ نے یہ صفت بتائی کہ وہ زور آور ہیں، یعنی: ظاہری اور باطنی قوت سے لیس ہیں، اللہ کے حکم کو نافذ کرنے پر قادر ہیں، رسولوں تک وحی پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں، اور اس بات پر بھی قدرت رکھتے ہیں کہ وحی کو شیطانوں کے اچکنے سے، یا اس میں کوئی خارجی چیز داخل کرنے سے محفوظ رکھیں، یہ اللہ تعالی کی طرف سے وحی کی حفاظت ہی ہے کہ اس نے اس وحی کو اس زور آور اور امانت دار فرشتے کے واسطے بھیجا(1)۔

اللہ تعالی کے فرمان: ﴿ذُو مِرَّةٍ﴾ [النجم: ٦] میں مرّۃ سے مراد: ظاہری و باطنی آفت و مصیبت سے حفاظت و سلامتی ہے، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ اپنی خلقت میں کمال اور حسن و جمال سے متصف تھے، چنانچہ یہ ایسی قوت ہے جس میں صحت و تندرستی اور حسن و جمال دونوں شامل ہیں(2)۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا پانچواں تقاضہ یہ ہے کہ ہمیں ان کی جن خُلقی صفات کا علم ہے، ان پر ایمان لایا جائے، جیسے صفت حیا، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے جو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے تعلق سے فرمایا: "کیا میں ایسے شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا

---

(1) مذکورہ آیات کی تفسیر شیخ عبد الرحمن بن سعدی کی کتاب: "تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان" میں دیکھیں۔

(2) یہ ابن القیم کا قول ہے: "إغاثة اللّهفان" (١٢٩/٢)، تحقیق: الفقی۔

کرتے ہیں"(1)۔

فرشتے ان چیزوں کو ناپسند کرتے ہیں جنہیں اللہ تعالی ناپسند فرماتا ہے، چنانچہ وہ اس گھر میں نہیں داخل ہوتے جس میں کتا یا مجسمہ ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو اور اس میں بھی نہیں جاتے جس میں جاندار مجسموں کی تصویر ہو"(2)۔

فرشتوں کو ان چیزوں سے اذیت ہوتی ہے جن سے انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے جس نے پیاز، یا لہسن، یا گندنا کھائی ہو، دیگر تمام بدبودار وناگوار چیزوں کا بھی یہی حکم ہے جیسے سگریٹ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"جس نے پیاز، لہسن اور گندنا کھایا ہو، وہ ہرگز ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کیونکہ فرشتے (بھی) ان چیزوں سے اذیت محسوس کرتے ہیں جن سے آدم کے بیٹے اذیت محسوس کرتے ہیں"(3)۔

چھٹا: اللہ تعالی کے حکم سے وہ فرشتے جو عام اور خاص اعمال انجام دیتے ہیں، ان پر ایمان لانا، عام کاموں کی مثال: اللہ کی پاکی بیان کرنا اور بغیر کسی اکتاہٹ اور سستی کے شب وروز اس کی عبادت کرنا، اللہ تعالی ان کے تعلق سے فرماتا ہے: ﴿ فَٱلتَّـٰلِيَـٰتِ ذِكۡرًا ۝٣ ﴾ [الصافات: ٣]

---

(1) اسے مسلم (۲۴۰۱) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۳۲۲۵) اور مسلم (۲۱۰۶) نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

(3) اسے مسلم (۵۶۴) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: پھر ان کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والی ہیں۔

ان میں سے بعض فرشتوں کے چند خاص اعمال بھی ہیں، جیسے جبریل امین جو وحی الہی پر مامور ہیں، انہیں اللہ تعالی وحی لے کر انبیاء ورسل کے پاس بھیجتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ دیگر فرشتے بھی وحی کا کوئی حصہ لے کر بھیجے جائیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَٱلۡمُلۡقِيَٰتِ ذِكۡرًا ۝٥ عُذۡرًا أَوۡ نُذۡرًا ۝٦﴾ [المرسلات: ٥ – ٦]

ترجمہ: وحی لانے والے فرشتوں کی قسم! جو (وحی) الزام اتارنے یا آگاہ کر دینے کے لیے ہوتی ہے۔

یعنی: وہ فرشتے انبیاء پر ذکر (وحی الہی) اتارتے ہیں تاکہ وہ – اس کی تبلیغ کے ذریعے – عذر کو منقطع کر دیں، یا ڈرائیں۔

ایک مثال میکائیل بھی ہیں جو بارش نازل کرنے پر مامور ہیں (1)۔

اسی طرح وہ فرشتہ بھی جو صور پھونکنے پر مامور ہے، مشہور ہے کہ ان کا نام اسرافیل ہے، صور سے مراد وہ صور ہے جس میں پھونک مارا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، یہ اس وقت ہو گا جب قیامت برپا ہو گی اور لوگ قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

یہ تین سب سے بڑے فرشتے ہیں، اور تینوں ایسی چیز پر مامور ہیں جس میں زندگی ہے، چنانچہ جبریل وحی پر مامور ہیں جس میں دلوں کی زندگی ہے، میکائیل بارش برسانے پر مامور ہیں جس میں زمین کی زندگی ہے، اور اسرافیل صور پھونکنے پر مامور ہیں، جس سے قیامت کے دن

---

(1) یہ ایک حدیث میں آیا ہے جسے نسائی نے "السنن الکبری" (۹۰۲۴) میں اور احمد (۱/ ۲۷۴) نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(مردہ) جسموں میں زندگی لوٹ آئے گی۔

ایک فرشتہ ملک الموت بھی ہیں، جو موت کے قوت روح قبض کرنے پر مامور ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قُلْ يَتَوَفَّاكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾﴾ [السجدة: ١١]

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ تمہیں موت کا فرشتہ فوت کرے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے پھر تم سب اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

البتہ ملک الموت کو عزرائیل کے نام سے موسوم کرنا کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہے، بلکہ قرآن میں ان کو ملک الموت سے موسوم کرنا ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ آیت میں آیا ہے۔

ملک الموت کے چند معاون فرشتے بھی ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴿٦١﴾﴾ [الأنعام: ٦١]

ترجمہ: وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے، اس کی روح ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے قبض کرلیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

اس آیت میں رُسُلُنَا سے مراد فرشتے ہیں، اور یہی فرشتے ملک الموت کے معاونین ہیں، اوراللہ کے فرمان لَا يُفَرِّطُونَ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں جو ذمہ داری دی گئی ہے، اس میں کوتاہی نہیں کرتے۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گردش کرتے رہتے ہیں، وہ علم اور ذکر کی مجلسوں کی تلاش میں رہتے ہیں، جب علم اور ذکر کی کوئی مجلس انہیں نظر آتی ہے تو وہ ایک

دوسرے کو آواز دیتے ہیں اور اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں اور اہل مجلس کو اپنے پروں سے آسمانِ دنیا تک ڈھانک لیتے ہیں(1)۔

کچھ فرشتوں کو رحم مادر میں پرورش پانے والے بچوں پر مامور کیا گیا ہے، جب بچہ رحم مادر میں چار ماہ گزار لیتا ہے تو اس وقت اللہ تعالی اس کے پاس ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے اور اسے حکم دیتا ہے کہ وہ اس کی روزی، موت، عمل اور سعادت یا شقاوت کو لکھ ڈالے(2)۔

کچھ فرشتوں کو انسانوں کے اعمال کو محفوظ کرنے اور انہیں تحریر کرنے پر مامور کیا گیا ہے، ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہوتے ہیں، ایک اس کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:﴿إِذۡ يَتَلَقَّى ٱلۡمُتَلَقِّيَانِ عَنِ ٱلۡيَمِينِ وَعَنِ ٱلشِّمَالِ قَعِيدٞ ١٧ مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞ ١٨﴾ [ق: ١٧ – ١٨]

ترجمہ: جس وقت دو لینے والے جا لیتے ہیں ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف بیٹھا ہوا ہے۔ منھ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِنَّ عَلَيۡكُمۡ لَحَٰفِظِينَ ١٠ كِرَامٗا كَٰتِبِينَ ١١ يَعۡلَمُونَ مَا تَفۡعَلُونَ ١٢﴾ [الانفطار: ١٠ – ١٢]

ترجمہ: یقیناً تم پر نگہبان عزت والے لکھنے والے مقرر ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔

کچھ فرشتوں کا کام یہ ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ اس سے سوال کرتے ہیں، وہ

---

(1) دیکھیں: صحیح بخاری (٦٤٠٨) اور صحیح مسلم (٢٦٨٩)

(2) دیکھیں: صحیح بخاری: (٣٢٠٨) اور صحیح مسلم (٢٦٤٣) بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔

اس سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوالات کرتے ہیں(1)۔

کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اہل جنت کی خدمت پر مامور ہیں، اللہ تعالی جنتیوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:﴿ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلَٰمٌ عَلَيْكُم بِمَا صَبَرْتُمْ ۚ فَنِعْمَ عُقْبَى ٱلدَّارِ ﴿٢٤﴾ ﴾ [الرعد: ٢٣ – ٢٤]

ترجمہ:ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا۔

کچھ فرشتے جہنم پر مامور ہیں، ان کے سردار کا نام مالک ہے جو جہنم کا داروغہ ہے، اللہ تعالی جہنمیوں کی زبانی ارشاد فرماتا ہے:﴿وَنَادَوْا۟ يَٰمَٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ ﴿٧٧﴾ ﴾ [الزخرف: ٧٧]

ترجمہ:وہ پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے۔

ایک فرشتہ پہاڑوں پر بھی مامور ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت آئے جب آپ کو اپنی قوم سے بے انتہا اذیت پہنچی، پھر آپ سے عرض کیا: اگر آپ چاہیں تو مکہ کے دونوں جانب جو پہاڑ ہیں ان پر رکھ دوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالی ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو صرف اللہ وحدہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے(2)۔

---

(1) دیکھیں: انس بن مالک سے مروی بخاری کی حدیث: (۱۳۷۴)

(2) بخاری (۳۲۳۱) اور مسلم (۱۷۹۵) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

کچھ فرشتے بادلوں کو ہانکنے پر مامور ہیں جو انہیں اللہ کے ارادے کے مطابق (ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف) ہانکتے رہتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ فَٱلزَّٰجِرَٰتِ زَجۡرٗا ﴿٢﴾ ﴾ [الصافات: ٢]

ترجمہ: پوری طرح ڈانٹنے (بادلوں کو ہانکنے) والوں کی (قسم!)۔

فرشتے مومنوں سے محبت کرتے، ان کے لئے دعا اور استغفار کرتے ہیں، اللہ تعالی عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کے متعلق فرماتا ہے: ﴿ٱلَّذِينَ يَحۡمِلُونَ ٱلۡعَرۡشَ وَمَنۡ حَوۡلَهُۥ يُسَبِّحُونَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَيَسۡتَغۡفِرُونَ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْۖ رَبَّنَا وَسِعۡتَ كُلَّ شَيۡءٖ رَّحۡمَةٗ وَعِلۡمٗا فَٱغۡفِرۡ لِلَّذِينَ تَابُواْ وَٱتَّبَعُواْ سَبِيلَكَ وَقِهِمۡ عَذَابَ ٱلۡجَحِيمِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا وَأَدۡخِلۡهُمۡ جَنَّٰتِ عَدۡنٍ ٱلَّتِي وَعَدتَّهُمۡ وَمَن صَلَحَ مِنۡ ءَابَآئِهِمۡ وَأَزۡوَٰجِهِمۡ وَذُرِّيَّٰتِهِمۡۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ﴿٨﴾ وَقِهِمُ ٱلسَّيِّـَٔاتِۚ وَمَن تَقِ ٱلسَّيِّـَٔاتِ يَوۡمَئِذٖ فَقَدۡ رَحِمۡتَهُۥۚ وَذَٰلِكَ هُوَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ﴿٩﴾﴾ [غافر: ٧ – ٩]

ترجمہ: عرش کے اٹھانے والے اور اس کے آس پاس کے (فرشتے) اپنے رب کی تسبیح حمد کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے، پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچا لے ۔ اے ہمارے رب! تو انہیں ہمیشگی والی جنتوں میں لے جا جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولاد میں سے (بھی) ان (سب) کو جو نیک عمل ہیں۔یقیناً تو تو غالب و باحکمت ہے۔انہیں برائیوں سے بھی محفوظ رکھ، حق تو یہ ہے کہ اس دن تو نے جسے برائیوں سے بچا لیا اس پر تو نے رحمت کر دی اور بہت بڑی کامیابی تو یہی ہے۔

فرشتے اس شخص کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جو مسجد میں نماز کا انتظار کر رہا ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں: اے اللہ! اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما(1)۔

فرشتے اس شخص کے لئے بھی مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں جو مسجد کے اندر پہلی صفوں میں نماز ادا کرتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ تعالی پہلی صفوں میں آنے والوں پر رحمت نازل کرتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں"(2)۔

فرشتے ان کے لئے بھی دعائیں کرتے ہیں جو لوگوں کو خیر وبھلائی کی تعلیم دیتے ہیں، ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اور اس کے فرشتے اور آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنی سوراخ میں اور مچھلیاں اس شخص کے لیے جو نیکی وبھلائی کی تعلیم دیتا ہے، خیر وبرکت کی دعائیں کرتی ہیں"(3)۔

فرشتے اس شخص پر لعنت بھیجتے ہیں جو اپنے مسلمان بھائی پر لوہے کا کوئی ہتھیار یا اسلحہ اٹھاتا ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کے کسی ہتھیار سے اشارہ کیا تو اس پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس کام کو ترک کر دے، چاہے وہ اس کا سگا بھائی ہی کیوں نہ ہو"(4)۔

---

(1) اسے ابو داود (۴۶۹)، ترمذی (۳۳۰)، نسائی (۷۳۳)، ابن ماجہ (۷۹۹) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(2) اس حدیث کو ابو داود (۶۷۴)، نسائی (۶۴۶)، اور ابن ماجہ (۹۹۷) نے براء بن عازب رضی اللہ سے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(3) سنن ترمذی (۲۶۸۵)

(4) مسلم (۲۶۱۶)

فرشتے مومنوں کے ساتھ فجر کی نماز میں حاضر ہوتے ہیں: ﴿وَقُرۡءَانَ ٱلۡفَجۡرِۖ إِنَّ قُرۡءَانَ ٱلۡفَجۡرِ كَانَ مَشۡهُودٗا ۝٧٨﴾ [الإسراء: ۷۸]

ترجمہ: فجر کا قرآن (پڑھ)۔ یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہے۔

قرآنِ فجر سے مراد نمازِ فجر ہے، اسے قرآن سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس میں دیگر نمازوں کے بالمقابل لمبی تلاوت کرنا مشروع ہے، نیز اس نماز میں کی جانے والی تلاوت کی فضیلت بھی زیادہ ہے، کیوں کہ اس نماز میں رات اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں (1)۔

خلاصہ یہ کہ فرشتوں کو اللہ نے امورِ کائنات کی تدبیر کے لئے جن کاموں کی ذمہ داری دی ہے، وہ انہیں انجام دیتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالی نے فرشتوں کو قاصد وپیغامبر سے موسوم کیا ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے انہیں جن ذمہ داریوں کے ساتھ بھیجا ہے، وہ انہیں انجام دیتے ہیں، اللہ تعالی سورۃ فاطر میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ فَاطِرِ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ جَاعِلِ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا أُوْلِيٓ أَجۡنِحَةٖ﴾ [فاطر: ۱]

ترجمہ: اس اللہ کے لئے تمام تعریفیں سزاوار ہیں جو (ابتداءً) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا اور پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغامبر (قاصد) بنانے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ، روح قبض کرنے کے لئے، ہواؤں اور بادلوں کو مسخر کرنے -یعنی انہیں ہانکنے- کے لئے اور اولادِ آدم کے اعمال درج کرنے اور ان جیسے دیگر اعمال انجام دینے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔

---

(1) یہ شیخ ابن سعدی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے، جسے اختصار اور تصرف کے ساتھ یہاں نقل کیا گیا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: فرشتوں کا معاملہ بڑا اعلی وبالا ہے، وہ کائنات کی تدبیر کرنے کے لئے اللہ کے بھیجے ہوئے قاصد وپیغامبر ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿فَٱلۡمُدَبِّرَٰتِ أَمۡرٗا ۝٥﴾ [النازعات: ٥]

ترجمہ: پھر کام کی تدبیر کرنے والوں کی قسم!

نیز فرمایا:﴿ فَٱلۡمُقَسِّمَٰتِ أَمۡرًا ۝٤﴾ [الذاريات: ٤]

ترجمہ: پھر کام کو تقسیم کرنے والیاں۔

اللہ تعالی نے اپنی کتابوں میں فرشتوں سے متعلق اتنی خبریں اور ان کی اتنی صنفوں کا ذکر کیا ہے کہ ان کا بیان باعث طوالت ہو گا، البتہ ان کے اثرات دنیا کے اندر موجود ہیں(1)۔

فرشتوں اور ان کے اعمال ووظائف کی عظمت شان ہی ہے کہ اللہ نے ان کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:﴿ فَٱلۡمُدَبِّرَٰتِ أَمۡرٗا ۝٥﴾ یہ آیت ان کی عظمت ورفعت کی دلیل ہے۔

کچھ فرشتے ایسے ہیں جو ہمیشہ اللہ تعالی کی عبادت میں لگے رہتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بے شک آسمان چرچرا رہا ہے اور اسے چرچرانے کا حق بھی ہے، اس لیے کہ اس میں چار انگل کی بھی جگہ خالی نہیں ہے، مگر کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی اللہ کے حضور رکھے ہوئے ہے"(2)۔ مومن کے لئے غور وفکر کا مقام ہے کہ آسمان اپنی تمام ترکشادگی کے باوجود

---

(1) "الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح": ٦/ ٢٥-٢٦

(2) اسے ترمذی (٢٣١٢)، ابن ماجہ (٤١٩٠)، احمد (٥/ ١٧٣) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ" (١٧٢٢) میں اور "المسند" کے محققین نے حسن قرار دیا ہے۔

عبادت گزار فرشتوں سے تنگ پڑ رہی ہے، پاک ہے عظمت والا اللہ (1)۔

فرشتوں پر ایمان لانے کے تعلق سے یہ بنیادی باتیں تھیں جو آپ کے سامنے پیش کی گئیں، اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے تمام گناہوں سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقیناوہ خوب توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وصلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

جان لیجئے- اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ فرشتوں پر ایمان لانے کے بڑے فوائد وثمرات ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں (2):

پہلا: اللہ تعالی کی عظمت و قوت اور غلبہ وبادشاہت کا علم، کیوں کہ مخلوق کی عظمت، خالق سبحانہ وتعالی کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

دوسرا: اولاد آدم کے تئیں اللہ کی عنایت ومہربانی پر اس کا شکر، کیوں کہ اس نے کچھ فرشتوں کو ان کی حفاظت کرنے، ان کے اعمال کو درج کرنے اور ان کی دیگر مصلحتوں کو بروئے عمل لانے پر مامور کر رکھاہے۔

تیسرا: فرشتے جس قدر اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہیں، اس پر ان سے محبت رکھنا۔

---

(1) اس موضوع پر مزید تفصیل جاننے کے لئے ابن ابی العز حنفی نے ایمان بالملائکۃ کے باب میں اپنی کتاب "شرح العقیدۃ الطحاویۃ" ص۲۹۹-۳۰۱، ناشر: المکتب الإسلامی-بیروت، کے اندر جو باتیں لکھی ہیں، انہیں ملاحظہ کریں۔

(2) یہ باب ابن عثیمین کی کتاب "شرح الأصول الثلاثۃ" سے معمولی تصرف کے ساتھ منقول ہے۔

نیز آپ یہ بھی جان لیں-اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ نیک وصالح اولادِ آدم فرشتوں سے زیادہ افضل ہیں، یہ اہل سنت والجماعت کا قول ہے، کیوں کہ اولادِ آدم کے اندر فطری طور پر شہوت رکھی گئی ہے جس سے وہ مقابلہ کرتا اور اس پر لگام لگاتا ہے، اس کے اندر نفس امارہ ہے جو برائی کا حکم دیتا ہے، اس (کی رگوں میں) شیطان دوڑتا ہے جو اسے ورغلاتا رہتا ہے، برخلاف فرشتوں کے، کیوں کہ ان کی فطرت میں یہ ودیعت ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے حکم پر ڈٹے رہیں، شیطان انہیں مغلوب اور زیر نہیں کر سکتا، اس لئے اولادِ آدم میں سے جو شخص اللہ کی اطاعت پر قائم رہے اور اپنے نفس پر قابو رکھے وہ فرشتوں سے زیادہ بہتر ہے۔

نیز یہ بھی جان رکھیں کہ ماہ شعبان کے روزے رکھنا بہت زیادہ مستحب ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفلی روزے اس قدر رکھتے کہ ہم کہتیں: اب آپ کبھی روزہ ترک نہیں کریں گے اور جب چھوڑ دیتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اب آپ کبھی روزہ نہیں رکھیں گے، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے کے پورے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی اور مہینے میں نفلی روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا"(1)۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا جتنے آپ شعبان میں رکھتے ہیں۔ (کیا وجہ ہے؟) آپ نے فرمایا: یہ وہ مہینہ ہے کہ رجب اور رمضان کے درمیان آنے کی وجہ سے لوگ اس سے غفلت کر جاتے ہیں، حالانکہ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس میں رب العالمین کے ہاں انسانوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں"(2)۔

---

(1) بخاری (۱۸۳۳)، مسلم (۱۹۵۶)

(2) اسے احمد (۵/ ۲۰۱) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے (۲۱۷۵۲) اسے حسن قرار دیا ہے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں–اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب: ٥٦]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تمہارے سب سے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا(1)،اسی دن چیخ ہو گی(2) ۔ اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"(3)۔اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) یعنی صور میں دوسری بار پھونک مارا جائے گا، اس سے مراد وہ صور ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے، یہ وہ فرشتہ ہے جس کو صور میں پھونک مارنے پر مامور کیا گیا ہے، جس کے بعد تمام مردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) یعنی جس سے دنیاوی زندگی کے اخیر میں لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور سب کے سب مر جائیں گے، یہ بے ہوشی اس وقت پیدا ہو گی جب صور میں پہلی بار پھونک مارا جائے گا، دو پھونک کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہو گا۔

(3) اسے نسائی (۱۳۷۳)، ابو داود (۱۰۴۷)، ابن ماجہ (۱۰۸۵) اور احمد (۴/ ۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود میں اور مسند کے محققین نے (حدیث: ۱۶۱۶۲) کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

موضوع: آسمانی کتابوں پر ایمان

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد !اے مسلمانو! میں آپ لوگوں کو اور خود اپنی ذات کو اللہ کا تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ کا یہ حکم تمام اولین اورآخرین کے لئے ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ **[النساء: 131]**

ترجمہ: "اور واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو" .

اللہ تعال کا تقوی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریز کرو، جان لو کہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانا دین اسلام کے اصول و قواعد کا بنیادی حصہ ہے اور ایمان کا تیسرا رکن ہے اور اللہ تعالی نے اپنی مخلوق پر مہربانی کرتے ہوئے اور ان کی ہدایت کے لیے ہر ایک رسول کے ساتھ ایک کتاب بھیجی تاکہ وہ دنیا اور آخرت کی سعادت مندی حاصل کر سکیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِٱلْبَيِّنَـٰتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْمِيزَانَ﴾ [الحديد: ٢٥]

ترجمہ: " یقینا ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیل دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا"۔

یقینا اللہ تعالی نے نازل کی گئی جملہ تمام کتابوں پر ایمان لانے کو واجب قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قُولُوٓا۟ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِـۧمَ

وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَآ أُوتِيَ ٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾ ﴾ [البقرة: ١٣٦]

ترجمہ: " اے مسلمانو! تم کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب (علیہم السلام) ، اور ان کی اولاد پر اتاری گئی، اور جو کچھ اللہ کی جانب سے موسیٰ و عیسیٰ (علیہما السلام) اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) کو دئے گئے، ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔"

اے مومنو! کتابوں پر ایمان لانا سات امور پر مشتمل ہے(1):

پہلا: اس بات پر ایمان لانا کے اللہ کی جانب سے جو کتابیں نازل کی گئی ہیں وہ برحق ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلْمُؤْمِنُونَ ۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ ﴾ [البقرة: ٢٨٥]

ترجمہ: " رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اللہ کی جانب سے اس کی طرف اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالی، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔"

کتابوں کا نزول وحی کے ذریعے ہوتا تھا، یقینا اللہ تعالی نے آسمان سے زمین پر وحی لانے کے لیے مختص فرشتہ کو کتابوں کی وحی کی اور وہ جبریل علیہ السلام ہیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے ہر ایک نبی کو ان کی خاص کتاب وحی کی۔

(1) ابنِ عثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "شرح ثلاثۃ الأصول"، ص:94 کی طرف رجوع کیا جائے۔

۲ .کتابوں پر ایمان لانے میں جو چیزیں شامل ہیں ان میں سے دوسری چیز یہ ہے کہ ان کتابوں پر ایمان لانا جن کے نام ہمیں معلوم ہیں، اور وہ چھ ہیں: ابراہیم و موسیٰ کے صحیفے، توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا ،زبور جو عیسی علیہ السلام کو دیا گیا اور قرآن جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ بعض علمائے کرام کا کہنا ہے کہ صحف موسیٰ سے مراد تورات ہی ہے، تو اس طرح پانچ نام ہو جائیں گے۔ اور رہی وہ کتابیں جن کے ناموں کا تذکرہ نہیں آیا ہے تو ان پر ہم مجملہ طور پر ایمان لاتے ہیں۔

۳ . تیسری وہ چیز جو کتابوں پر ایمان لانے میں شامل ہے وہ یہ کہ انبیائے کرام پر نازل کردہ اصل کتابوں پر ایمان لایا جائے، نہ کہ ان کتابوں پر جن میں تحریف کر دی گئی۔ مثلا ہم اس تورات پر ایمان لاتے ہیں جو اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی اور اس انجیل پر ایمان لاتے ہیں جو مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر نازل فرمائی لہذا یہی اصل تورات اور اصل انجیل ہے، اور جو کتابیں ابھی یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں متداول ہیں وہ اصلی تورات و انجیل نہیں ہیں جو اللہ تعالی نے موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل فرمائیں، گرچہ ان لوگوں نے ان کتابوں کے نام بھی وہی رکھ دیئے، بلکہ اہل کتاب کے ہاتھوں میں ابھی جو کتابیں ہیں وہ ان لوگوں کی تحریریں ہیں جن کو انہوں نے اپنے ما قبل لوگوں سے سن کر لکھ لیا ہے اور ان میں کچھ باتیں درست اور کچھ باتیں غلط ہیں۔ پھر بعد کے لوگوں نے ان تحریروں کو اصلی تورات اور انجیل کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر سالہا سال تک لوگوں نے اسی اعتقاد کی پیروی کی لہٰذا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر گئے حالانکہ قطعی طور پر یہ اصلی تورات اور انجیل نہیں ہیں اور جب سابقہ انبیاء کی کتابیں ضائع ہو گئیں اور محفوظ نہ رہ سکیں تو اللہ

تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے ساتھ بھیجا اور اسے تحریف ہونے اور ضائع ہونے سے محفوظ رکھا جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩﴾ [الحجر: ٩]

ترجمہ: " ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

(اس آیت میں)ذکر سے مراد قرآن ہی ہے۔

۴ .چوتھی چیز جو کتابوں پر ایمان لانے کو شامل ہے وہ یہ کہ جو بھی خبریں ان کتابوں میں آئی ہیں ان کو حق جاناجائے، جیسا کہ قرآن کی خبریں اور اسی طرح سابقہ کتابوں کی وہ خبریں جو ردوبدل اور تحریفات سے پاک ہیں اور رہی یہ بات کہ جس کے سچے یا جھوٹے ہونے کی گواہی قرآن اور سنت نے نہیں دی ہے توہم نہ اسے سچ قرار دیتے ہیں اور نہ جھوٹ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ: " جو کچھ اہل کتاب تمہیں بتلائیں ان کو سچا یا جھوٹا مت کہو اور کہو کہ ہم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لا چکے ہیں۔ لہذا اگر ان کی بات باطل ہوگی تو تم نے اس کی تصدیق نہیں کی اور اگرسچ ہوگی تو تم نے اس کو نہیں جھٹلایا"(1)۔

۵ .پانچویں چیز جو کتابوں پر ایمان لانے کا حصہ ہے وہ یہ کہ ان کتابوں کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے ہیں ان پر عمل کیاجائے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ يُرِيدُ ٱللَّهُ

(1)اس کو ابو داود: 3644 نے ابو نملہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیاہے اور شعیب ارناؤوط نے سنن کی تحقیق میں اسے حسن قرار دیاہے، اور اس کی اصل بخاری: 4485 کے نزدیک ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ﴾ [النساء: ٢٦]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے خوب کھول کر بیان کرے اور تمہیں تم سے پہلے کے (نیک) لوگوں کی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے، اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے"۔

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ هَدَى ٱللَّهُۖ فَبِهُدَىٰهُمُ ٱقْتَدِهْ﴾ [الأنعام: ٩٠]

ترجمہ: "جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی، سو آپ بھی انہیں کے طریق پر چلیے"۔

ان احکام میں قصاص کے احکام بھی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات کے بارے میں فرمایا: ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ﴾ [المائدة: ٤٥]

ترجمہ: اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ (تورات میں) یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے۔

یہ ایک ایسا حکم جس پر ہماری شریعت میں عمل کیا جاتا ہے کیونکہ ہماری شریعت اس کے خلاف نہیں آئی، اور نہ ہی یہ منسوخ ہوا۔

٦۔ چھٹی چیز جو کتابوں پر ایمان لانے کو شامل ہے، وہ یہ کہ اس بات پر ایمان لانا کہ یہ تمام کتابیں صرف اور صرف ایک عقیدہ کی طرف دعوت دیتی ہیں اور وہ توحید ہے جس کی تین قسمیں ہیں: (١) توحید الوہیت (٢) توحید ربوبیت (٣) توحید اسماء و صفات۔

۷. ساتویں چیز جو کتابوں پر ایمان لانے کا جزء ہے وہ یہ کہ اس بات پر ایمان لانا کہ قرآن مجید پچھلی تمام کتابوں پر حاکم ہے اور وہ تمام کتابوں کا محافظ ہے، منجملہ طور پر سابقہ تمام کتابیں قرآن مجید کے ذریعے منسوخ ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالی فرمان ہے:

﴿وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِۖ﴾ [المائدة: ٤٨]

ترجمہ: "اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے"۔

یعنی قرآن تمام کتابوں پر حاکم ہے، اور اس نسخ سے عقائد اور وہ تمام چیزیں مستثنیٰ ہیں جن کو قرآن و سنت نے ثابت کیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: " اسی طرح قرآن مجید ہے چنانچہ اللہ اور یومِ آخرت کے تعلق سے سابقہ کتابوں میں جو خبر آئی ہوئی ہے ان کو ثابت مانا ہے اور مزید وضاحت اور تفصیل سے ان کا تذکرہ کیا ہے، اور ان باتوں پر واضح ثبوت اور دلائل پیش کئے ہیں۔اسی طرح تمام انبیاء کرام کی نبوت اور رسولوں کی رسالت کو تسلیم کیا ہے ساتھ ہی ان تمام شریعتوں کا بھی اجمالی طور پر اقرار کیا ہے جن کے ساتھ رسول مبعوث کئے گئے، اور مختلف حجتوں اور واضح ثبوتوں کے ذریعے رسولوں اور کتابوں کے جھٹلانے والوں سے بحث و مباحثہ کیا ہے۔اسی طرح اللہ نے ان کے لیے جو سزائیں مقرر کی ہیں اور کتابوں کی اتباع کرنے والوں کیلئے اللہ کی جو مدد ہے ان کا بھی ذکر کیا ہے، اور ان کتابوں میں جورد و بدل اور تحریف ہوئی ہے اور اہلِ کتاب نے سابقہ کتابوں کے ساتھ جو کرتوت کئے ہیں ان کا تذکرہ بھی کیا ہے، اسی طرح اللہ کے جن احکام کو ان لوگوں نے چھپایا تھا ان کو بھی بیان کیا ہے۔اور ہر اس عمدہ ترین منہج و شریعت کو

بیان کیا ہے جن کو انبیاء علیہم السلام لے کر آئے اور جن کے ساتھ قرآن کریم بھی نازل کیا گیا۔لہذا قرآن کریم کو متعدد ناحیوں سے سابقہ کتابوں پر بالادستی حاصل ہوئی۔ یہ ان کتابوں کی صداقت پر گواہ ہے اور ان کتابوں میں جو تحریفات ہوئیں ان کے جھوٹے ہونے پر گواہ ہے اور اللہ نے ان کتابوں کے جن احکام کو ثابت مانا ہے ان کے لیے یہ فیصل ہے اور جن احکام کو اللہ نے منسوخ قرار دیا ہے ان کے لیے ناسخ ہے اور یہ خبروں کا بھی گواہ ہے اور اوامر کا حکم دینے والا بھی ہے" (1)۔انتہیٰ

انہوں نے مزید فرمایا: " اور رہا قرآن تو یہ ایک خود مختار کتاب ہے اس کے ماننے والوں کو کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ یہ کتاب سابقہ تمام کتابوں کی خوبیوں کا مجموعہ ہے اور مزید بہت سے ایسے محاسن پر مشتمل ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔ اسی لیے یہ کتاب پچھلی تمام کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان سب پر غالب ہے۔ پچھلی کتابوں میں موجود حق کو ثابت کرتی ہے اور ان میں جو الٹ پھیر ہوئی ہے ان کو باطل کر دیتی ہے اور اللہ نے جن احکامات کو منسوخ کر دیا ہے ان کو منسوخ کرتی ہے چنانچہ یہ دین حق کو ثابت کرتی ہے جو کہ سابقہ کتابوں کا غالب ترین حصہ ہے، نیز یہ کتاب اس بدلے ہوئے دین کو باطل قرار دیتی ہے جو ان کتابوں میں نہیں تھا اور بہت کم ایسی باتیں ہیں جو ان کتابوں میں منسوخ کی گئیں ہیں، لہذا ثابت شدہ اور محکم کی بنسبت منسوخ احکام بہت ہی کم ہیں۔"انتہیٰ(2)۔

مسلمانو! آسمانی کتابیں چھ باتوں پر متفق ہیں:

---

(1) مجموع الفتاوی:۱۷/۴۴

(2) مجموع الفتاوی:۱۹/۱۸۴-۱۸۵

۱ . تمام کتابیں ایک ہی چیز کی دعوت دیتی ہیں اور وہ ہے صرف اللہ کی عبادت کرنا اور اس کے علاوہ ہر کسی کی عبادت کو چھوڑ دینا ،اگرچہ وہ معبود صنم ہوں، اشخاص ہوں، انبیاء ہوں، پتھر ہوں یا ان کے علاوہ کچھ اور ہوں۔اس لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی ہے اور وہ ہے صرف اللہ کی عبادت کرنا۔

۲ . دوسری چیز جس پر تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں وہ ہے عقیدہ کے اصول پر ایمان لانا اور وہ ہے اللہ پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، آخرت کے دن پر اور تقدیر کے بھلے یا برے ہونے پر ایمان لانا۔

۳ . تیسری وہ چیز جس پر تمام آسمانی کتابیں متفق ہیں وہ یہ کہ مخصوص عبادتوں کے ذریعے اللہ تعالی کی عبادت کو واجب ماننا، جیسے نماز، زکوۃ، روزہ اور حج لیکن بعض عبادتیں ادائیگی کی کیفیت کے لحاظ سے ان لوگوں کے حساب سے باہم مختلف ہیں جن کی طرف وہ نبی بھیجے گئے، مثال کے طور پر تورات نماز کا حکم دیتی ہے اسی طرح انجیل اور قرآن میں بھی یہ حکم آیا ہے لیکن نماز کی کیفیت اور اس کی ادائیگی کا وقت تینوں مذہبوں میں الگ الگ ہے ۔اسی طرح روزہ وغیرہ کے بارے میں بھی یہی بات کہی جاتی ہے۔

جہاں تک شریعت کے تفصیلی احکام کی بات ہے تو عمومی اعتبار سے تمام کتابیں اس سلسلے میں متفق ہیں البتہ کبھی کبھار وہ اللہ تعالی کی حکمت اور اس کے اختیار کے تقاضے کے مطابق تفصیلی اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں (کیوں کہ اللہ تعالی وہی اختیار کرتا ہے جسے وہ اپنے ان بندوں کے لئے مناسب سمجھتا ہے جن کے لیے وہ شریعت وضع کی گئی ہے ، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ﴾ [القصص: ٦٨]

ترجمہ: " اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں"۔

اور فرمایا: ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدة: ٤٨]

ترجمہ: "تم میں سے ہم نے ہر ایک کے لیے دستور اور راہ مقرر کردی"۔

چنانچہ کچھ پاکیزہ کھانے ایسے ہیں جن کو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے حلال قرار دیا ہے؛ جبکہ بعض پاکیزہ کھانے اللہ تعالی نے اپنی حکمت اور اختیار کی بنیاد پر بنی اسرائیل پر حرام قرار دیا تھا حالانکہ وہ پہلے حلال تھے،اللہ تعالی فرماتا ہے :﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ﴿١٦٠﴾﴾ [النساء: ١٦٠]

ترجمہ: "جو نفیس چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کردیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ تعالی کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث"۔

۴ .چوتھی وہ چیز جس پر ساری آسمانی کتابیں متفق ہیں وہ ہے عدل وانصاف کا حکم،فرمان باری تعالی ہے: ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [الحديد: ٢٥]

ترجمہ: یقیناہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجااور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو)نازل فرمایاتاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

۵.پانچویں وہ چیز جس پر سبھی آسمانی کتابیں متفق ہیں وہ ہے پانچ ضروریات کی حفاظت کا حکم؛ اور وہ یہ ہیں: دین، ایمان، مال، عزت و آبرو اور جان۔

۶. چھٹی وہ چیز جس پر سبھی آسمانی کتابیں متفق ہیں وہ ہے حسن اخلاق کا حکم اور برے اخلاق کی ممانعت۔ مثال کے طور پر تمام کتابیں والدین کے ساتھ حسن سلوک، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، مہمانوں کی عزت و تکریم، غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ مہربانی اور میٹھے بول بولنے وغیرہ کا حکم دیتی ہیں۔ اسی طرح برائیوں سے روکتی ہیں جیسے ظلم، سرکشی، والدین کی نافرمانی، کسی کی عزت سے کھلواڑ، غیبت، جھوٹ اور چوری وغیرہ۔

یہ چند باتیں تھیں جو آسمانی کتابوں پر ایمان لانے سے متعلق نفع بخش مقدمہ کی طرح ہیں۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکت سے مالامال فرمائے، حکمت اور نصیحت پر مبنی آیات قرآنیہ کے ذریعے ہمیں فائدہ پہنچائے۔ میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لئے اور آپ سبھی کے لئے اللہ کے دربار میں ہر طرح کے گناہوں سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔ آپ لوگ بھی اللہ سے معافی طلب کیجئے۔ یقینا وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور خوب مغفرت کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمدلله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد !

جان لیجیے -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ آسمانی کتابوں میں سب سے عظیم کتابیں دو ہیں : تورات اور قرآن۔ قرآن مجید میں بہت سے ایسے مقامات ہیں جہاں ان دونوں کتابوں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے کیونکہ یہ دونوں سب سے افضل کتابیں ہیں اور ان دونوں کی شریعت سب سے زیادہ مکمل

شریعتیں ہیں(1)۔

اے اللہ کے بندو! بلاشبہ قرآن کریم سب سے عظیم کتاب ہے۔اسی وجہ سے اس کو دیگر آسمانی کتابوں پر اللہ تعالی نے سرداری وبرتری بخشی ہے اور اس کتاب میں وہ معجزہ، بیان اور علم موجود ہے جو دوسری کتابوں میں نہیں ہے۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جس کے ذریعے اللہ تعالی نے حقیقت میں کلام کیا، پھر اس کو جبریل نامی فرشتے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تک پہنچایا، پھر اسے سینوں میں محفوظ کیا گیا، پھر اسے پتوں اور کاغذوں پر محفوظ کیا گیا، پھر اسے خلیفۂ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک کتاب میں جمع کیا گیا، پھر اسی نسخہ کو بنیاد بنا کر آج تک نقل در نقل نسخے تیار کیے گئے۔اللہ تعالی نے سچ فرمایا: ﴿إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩﴾ [الحجر: ٩]

ترجمہ: "ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

اے مسلمانو !سب سے آخری کتاب جو کہ قرآن مجید (2)ہے اس کو نازل کرنے کی اللہ تعالی نے کچھ حکمتیں بیان فرمائی ہیں ،ان حکمتوں میں سے ایک حکمت قرآن کی آیات میں غور و فکر کرنا ہے تاکہ عقلمندوں کو اس سے نصیحت حاصل ہو اور ان کے اندر

---

(1) یہ قول شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ کا ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر کے اندر سورۃ الإسراء کی تفسیر کے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔

(2) یہ حصہ میں نے "أضواء البیان" میں سورۃ ص کی آیت:﴿كتاب أنزلناه إليك مبارك ليدبروا آياته وليتذكر أولوا الألباب﴾ کی تفسیر سے اخذ کیا ہے۔

تقوی بھی پیدا ہو، اس کی دلیل فرمانِ باری تعالی ہے:﴿ كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ مُبَٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوٓا۟ ءَايَٰتِهِۦ وَلِيَتَذَكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٢٩﴾ ﴾ [ص: 29]

ترجمہ: "یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور وفکر کریں، اور عقل مند اس سے نصیحت حاصل کریں"۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ ٱلْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ ﴾ [طه: ١١٣]

ترجمہ: "اسی طرح ہم نے تجھ پر عربی قرآن نازل فرمایا ہے اور طرح طرح سے اس میں ڈر کا بیان سنایا ہے تاکہ لوگ پرہیز گار بن جائیں یا ان کے دل میں سوچ سمجھ کو پیدا کرے"۔

قرآن کریم کو نازل کرنے کے پیچھے اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے: پرہیز گاروں کو ثواب کی خوشخبری دینا اور اعراض یا انکار والوں کو عذاب کی وعید سنانا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے : ﴿ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ ٱلْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِۦ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ ﴾ [مريم: ٩٧]

ترجمہ: "ہم نے اس قرآن کو تیری زبان میں بہت ہی آسان کر دیا ہے کہ تو اس کے ذریعہ سے پرہیز گاروں کو خوشخبری دے اور جھگڑالو لوگوں کو ڈرا دے۔"

قرآن مجید کو نازل کرنے میں اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے: شرعی احکام کو لوگوں کے لیے بیان کرنا۔اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٤﴾ ﴾ [النحل: ٤٤]

ترجمہ: یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، شاید کہ وہ غور وفکر کریں۔

اور اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ أَنزَلۡنَا عَلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ ٱلَّذِى ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِ﴾ [النحل: ٦٤]

ترجمہ: اس کتاب کو ہم نے آپ پر اس لیے اتارا ہے کہ آپ ان کے لیے ہر اس چیز کو واضح کر دیں جس میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔

قرآن کریم کو نازل کرنے میں اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے: مومنوں کو ایمان اور ہدایت پر ثابت رکھنا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قُلۡ نَزَّلَهُۥ رُوحُ ٱلۡقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِٱلۡحَقِّ لِيُثَبِّتَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَهُدٗى وَبُشۡرَىٰ لِلۡمُسۡلِمِينَ ١٠٢﴾ [النحل: ١٠٢]

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اسے آپ کے رب کی طرف سے جبرئیل حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تاکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے اور مسلمانوں کی رہنمائی اور بشارت ہو جائے۔

قرآن کو نازل کرنے میں اللہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے: لوگوں کے مابین قرآن کے ذریعہ فیصلہ کرنا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ لِتَحۡكُمَ بَيۡنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ﴾ [النساء: ١٠٥]

ترجمہ: یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔

یعنی ان علوم کے ذریعے جو اللہ تعالی نے اس قرآن میں آپ کو سکھایا۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ [الأحزاب: ٥٦]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

ترجمہ: طارق بدر سنابلی

موضوع: رسولوں پر ایمان لانے کے تقاضے (۱/۲)

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد و ثنا کے بعد!

۱- مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن و دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ بندوں کے تئیں اللہ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے ان کی طرف رسول مبعوث فرمائے تاکہ ان کے دینی اور دنیاوی معاملات میں جو چیزیں ان کے لیے نفع بخش ہیں، ان کا علم ان تک پہنچائیں، انہیں دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات کا راستہ دکھائیں، کیوں کہ انسانوں کے پاس خواہ جتنا بھی علم و معرفت اور ذہانت و فطانت ہو ان کی عقلیں ایسی متحد اور عمومی شریعت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتیں جس سے امت کے تمام تر معاملات بحسن و خوبی انجام پا سکیں، کیوں کہ انسان کی عقلیں ناقص ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ حکمت والا اور باخبر ہے اور وہ اپنی مخلوقات کی ضروریات سے خوب واقف ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ ﴾ **[الملك: 14]**

ترجمہ: کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔

چنانچہ رسول اللہ اور مخلوق کے درمیان شریعت الٰہی کو پہنچانے کے لیے سفیر اور واسطہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿ ۞ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ **[المائدة: 67]**

ترجمہ: اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچا دیجئے۔

چونکہ رسولوں کا مقام ومرتبہ اس قدر بلند وبرتر تھا اس لیے ان پر ایمان لانا تمام شریعتوں میں دین کی اہم بنیاد رہی، اسلامی شریعت میں بھی ان کا یہی مقام ومرتبہ ہے، جو اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ رسولوں پر ایمان لانا ایمان کا ایک رکن ہے، اور اس کے بغیر بندے کا ایمان درست نہیں ہو سکتا، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ﴾ **[البقرة: 285]**

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ،اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔

۲- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ نوح علیہ السلام سب سے پہلے رسول ہیں، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ﴾ **[النساء: 163]**

ترجمہ: یقینا ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت والی حدیث میں مروی ہے کہ لوگ (قیامت کے دن) آدم کے پاس آئیں گے تاکہ وہ سفارش کریں، لیکن وہ معذرت کرتے ہوئے کہیں گے کہ نوح کے پاس جاؤ، کیوں کہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالی نے روئے زمین پر مبعوث فرمایا(1)۔

---

(1) اسے بخاری (۶۷۴۴) اور مسلم (۱۹۳) نے روایت کیا ہے، مسلم کے الفاظ یہ ہیں: چنانچہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے: اے نوح، آپ روئے زمین پر بھیجے جانے والے سب سے پہلے رسول ہیں....۔

۳-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخری رسول اور نبی ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّۦنَ ﴾ **[الأحزاب: 40]**

ترجمہ: تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔

۴-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ ہر قوم میں اللہ نے کوئی نہ کوئی رسول بھیجا جو اپنی قوم کی طرف مستقل شریعت لے کر مبعوث ہوئے، یا نبی بھیجا جن کی طرف ان سے ماقبل کی شریعت وحی کی گئی تاکہ وہ ازسرنو اس کی تبلیغ کریں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِى كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱجْتَنِبُوا۟ ٱلطَّٰغُوتَ ﴾ **[النحل: 36]**

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

نیز فرمایا:﴿ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴾ **[فاطر: 24]**

ترجمہ: کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔

۵-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ رسولوں کی شریعتیں اگرچہ مختلف تھیں لیکن ان کی دعوت ایک تھی، وہ ہے توحید الوہیت کی دعوت، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ ﴾ **[الأنبياء: 25]**

ترجمہ: تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تم سب میری ہی عبادت کرو۔

نیز فرمایا:﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾ [المائدة: 48]

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی ہے۔

٦-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ رسول بھی انسان تھے جن کو اللہ تعالی نے رسالت وپیغامبری کے لیے منتخب فرمایا، انہیں پیغامبری کی ذمہ داریوں کو ادا کرنے اور اس راہ میں آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی، بطور خاص اولو العزم رسولوں کو اس کا خاص ملکہ عطا کیا گیا، فرمان الہی ہے:﴿ ٱللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ ٱلنَّاسِ﴾ [الحج: 75]

ترجمہ: فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پیغام پہنچانے والوں کو اللہ ہی چھانٹ لیتا ہے۔

٧-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ رسول بھی انسان اور مخلوق ہیں، ان کے اندر ربوبیت اور الوہیت کی کوئی بھی صفت نہیں پائی جاتی، اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا-جو کہ تمام رسولوں کے سردار اور اللہ کے نزدیک ان میں سب سے عظیم جاہ ومنصب اور سب سے بلند مقام ومرتبہ پر فائز تھے-:

﴿ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾ ﴾ [الأعراف: 188]

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع

حاصل کرلیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا، میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

۸-رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ رسولوں کو وہ تمام عارضے لاحق ہوتے ہیں جو انسانوں کو لاحق ہوتے ہیں، یعنی بیماری، موت، کھانے پینے کی ضرورت وغیرہ۔ اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کے تعلق سے فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی توصیف یوں بیان فرمائی: ﴿ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝٧٩ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝٨٠ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ۝٨١ ﴾ **[الشعراء: 79-81]**

ترجمہ: وہی ہے جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑ جاؤں تو مجھے شفاعطا فرماتا ہے۔ اور وہی مجھے مار ڈالے گا پھر زندہ کر دے گا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول کا شکار ہو جاتا ہوں۔ اس لیے جب میں بھول جاؤں تو مجھے یاد دلایا کرو(1)۔

۹-رسولوں پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات ایمان لایا جائے کہ رسول اللہ کے بندے ہیں، اللہ تعالی نے اپنے چنیدہ اور منتخب رسولوں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں عبودیت سے متصف فرمایا، چنانچہ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ إِنَّهُۥ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ﴾ **[الإسراء: 3]**

ترجمہ: وہ ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا۔

---

(1) اسے بخاری (۴۰۱) اور مسلم (۵۷۲) نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَٱذْكُرْ عِبَـٰدَنَآ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْحَـٰقَ وَيَعْقُوبَ أُو۟لِى ٱلْأَيْدِى وَٱلْأَبْصَـٰرِ ۝٤٥ ﴾ **[ص: 45]**

ترجمہ: ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق، اور یعقوب (علیہم السلام) کا بھی لوگوں سے ذکر کرو جو ہاتھوں اور آنکھوں والے تھے۔

عیسی بن مریم کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَـٰهُ مَثَلًا لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ۝٥٩ ﴾ **[الزخرف: 59]**

ترجمہ: عیسی بھی صرف بندے ہی تھے، جس پر ہم نے احسان کیا اور اسے بنی اسرائیل کے لیے نشان قدرت بنایا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے فرمایا: ﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَـٰلَمِينَ نَذِيرًا ۝١ ﴾ **[الفرقان: 1]**

ترجمہ: بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالی جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لئے آگاہ کرنے والا بن جائے۔

معلوم ہوا کہ تمام رسول اللہ کے بندے تھے، اس لیے ان کی خاطر کوئی بھی عبادت انجام دینا جائز نہیں، نہ ہی دعا و مناجات کرنا، نہ جانور ذبح کرنا، نہ ہی نذر و نیاز چڑھانا اور نہ سجدے جیسی دیگر عبادتیں کرنا، بلکہ ان تمام عبادتوں کا مستحق صرف اور صرف اللہ وحدہ ہے، اس بات پر تمام آسمانی شریعتوں میں اجماع ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ۝٢٥ ﴾ **[الأنبياء: 25]**

ترجمہ: تجھ سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تم سب میری ہی عبادت کرو۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده. أما بعد:

۱۰- آپ جان رکھیں –اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے- کہ رسولوں پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالی نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت و برتری عطا کی ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ عَلَىٰ بَعْضٍۖ﴾ **[الإسراء: 55]**

ترجمہ: ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دی ہے۔

تمام رسولوں میں سب سے افضل اولوالعزم رسول ہیں، ان کی تعداد پانچ ہے، نوح، ابراہیم، موسی، عیسی اور محمد صلی اللہ علیہم وسلم، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں دو مقامات پر ان کا تذکرہ فرمایا ہے، ایک سورۃ احزاب اور دوسرا سورۃ شوری، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مِيثَٰقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَۖ﴾ **[الأحزاب: 7]**

ترجمہ: جب کہ ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا اور (بالخصوص) آپ سے، نوح سے اور ابراہیم سے، موسی سے اور مریم کے بیٹے عیسی سے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ ۞ شَرَعَ لَكُم مِّنَ ٱلدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِۦ نُوحًا وَٱلَّذِيٓ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِۦٓ إِبْرَٰهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰٓۖ أَنْ أَقِيمُوا۟ ٱلدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا۟ فِيهِۚ﴾ **[الشورى: 13]**

ترجمہ: اللہ تعالی نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسی اور عیسی (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

اے مومنو! رسولوں پر ایمان لانے کے یہ دس تقاضے ہیں جن کو جاننا اور ان کا یقینی علم رکھنا مومن پر واجب ہے تاکہ وہ ان تقاضوں سے بخوبی واقف رہے اور اس کے پاؤں راہ ایمان پر گامزن رہیں، خطبہ کے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بقیہ دس تقاضوں پر ہم اگلے خطبہ میں روشنی ڈالیں گے ان شاء اللہ۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: رسولوں پر ایمان لانے کے تقاضے (۲/۲)

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

۱- اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ بندوں کے تئیں اللہ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے ان کی طرف رسول مبعوث فرمائے تاکہ ان کے دینی اور دنیاوی معاملات میں جو چیزیں ان کے لیے نفع بخش ہیں، ان کا علم ان تک پہنچائیں، انہیں دنیا کی سعادت اور آخرت کی نجات کا راستہ دکھائیں، کیوں کہ انسانوں کے پاس خواہ جتنا بھی علم ومعرفت اور ذہانت وفطانت ہو ان کی عقلیں ایسی متحد اور عمومی شریعت تک رسائی حاصل نہیں کرسکتیں جس سے امت کے تمام تر معاملات بحسن وخوبی انجام پاسکیں، کیوں کہ انسان کی عقلیں ناقص ہیں، لیکن اللہ تعالی حکمت والا اور باخبر ہے اور وہ اپنی مخلوقات کی ضروریات سے خوب واقف ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٤﴾﴾ [الملك: ١٤]

ترجمہ: کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔

چنانچہ رسول، اللہ اور مخلوق کے درمیان شریعت الہی کو پہنچانے کے لیے سفیر اور واسطہ ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ﴾ [المائدة: ٦٧]

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچا دیجئے۔

چونکہ رسولوں کا مقام ومرتبہ اس قدر بلند وبرتر تھا اس لیے ان پر ایمان لانا تمام شریعتوں میں دین کی اہم بنیاد رہی، اسلامی شریعت میں بھی ان کا یہی مقام ومرتبہ ہے، جو اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ رسولوں پر ایمان لانا ایمان کا ایک رکن ہے، اور اس کے بغیر بندے کا ایمان درست نہیں ہوسکتا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَـٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِۦ﴾ [البقرة: ۲۸۵]

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس چیز پر جو اس کی طرف اللہ تعالی کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ تعالی اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے۔

۱- اے مومنو! رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ تمام رسولوں میں سب سے افضل ابراہیم خلیل اور محمد خلیل علیہما الصلاۃ والسلام ہیں، کیوں کہ اللہ تعالی نے ان دونوں علیہما الصلاۃ والسلام کے علاوہ کسی کو اپنا خلیل نہیں بنایا۔

۲- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ دونوں خلیلوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہیں، کیوں کہ اللہ تعالی نے تمام قدیم وجدید مخلوقات اور سارے انبیائے کرام وغیرہ پر آپ کو فضیلت وبرتی عطا فرمائی، چنانچہ آپ ان سب کے امام اور سردار ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا: "میں قیامت کے دن تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا"(1)۔

---

(1) اسے مسلم (۲۲۷۸) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی ایسی نشانیوں سے سرفراز فرمایا جو دیگر انبیائے کرام کے معجزات سے بڑھ کر تھیں، ان نشانیوں پر سب سے زیادہ لوگوں نے ایمان لایا، ان میں سب سے بڑی نشانی اور عظیم ترین معجزہ قرآن کریم ہے، یہ بھی معلوم سی بات ہے کہ انبیائے کرام کے معجزات ان کی وفات کے ساتھ ختم ہوگئے، لیکن قرآن ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے۔

تمام انبیائے کرام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وبرتری کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اندر وہ تمام خصائص یکجا کر دئے جو مختلف انبیائے کرام کو دئے گئے تھے، یعنی خلیلیت، ہم کلامی، نبوت اور رسالت، جہاں تک خلیلیت کی بات ہے – جو کہ محبت کا اعلی ترین درجہ ہے – تو آپ اللہ کے خلیل اور اللہ آپ کا خلیل ہے، آپ اس خصلت میں ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ عزوجل نے اپنا خلیل بنایا ہے"(1)۔

اسی طرح ہم کلامی، اللہ تعالی نے معراج کی رات آپ سے آسمان پر ہم کلامی کی اور آپ پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی، آپ اس خصلت میں موسی علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھ شریک ہیں۔

رہی بات نبوت ورسالت سے آپ کو متصف کرنے کی تو اس کا ذکر بہت سی آیتوں میں آیا ہے، مثلا اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ﴾ [المائدة: ٦٧]

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے، پہنچا دیجئے۔

(1) اسے مسلم (۲۳۸۳) میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز یہ کہ: ﴿ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ﴾ [النساء: ۷۹]

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا (رسول) بنا کر بھیجا ہے۔

یہ چار صفات: خلیلیت، ہم کلامی، نبوت اور رسالت، کبھی کسی نبی کے اندر یکجا نہیں ہوئیں، سوائے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل ہیں۔

انبیائے کرام کے درمیان فضیلت وبرتری کے باب میں یہ بھی ایک قابل توجہ نکتہ ہے کہ وہ انبیائے کرام جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے، وہ ان انبیائے کرام سے افضل ہیں جن کی خبر قرآن میں نہیں دی گئی ہے، اس کی وجہ قرآن کا بلند مقام ومرتبہ ہے، لہذا اللہ نے قرآن میں جن انبیائے کرام کا ذکر کیا ہے وہ ان سے اعلی مقام ومرتبہ کے حامل ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا ہے۔

۳- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ بغیر کسی تفریق کے تمام انبیائے کرام پر ایمان لایا جائے، اس کی ضد یہ ہے کہ کچھ انبیائے کرام پر ایمان لایا جائے اور کچھ کا انکار کیا جائے، خواہ وہ ایک نبی ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالی نے تمام انبیائے کرام پر ایمان لانے کے وجوب سے متعلق فرمایا:

﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿١٣٦﴾﴾ [البقرة: ۱۳۶]

ترجمہ: اے مسلمانو! تم سب کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور جو چیز ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اتاری گئی اور جو کچھ

اللہ کی جانب سے موسی اور عیسی علیہما السلام اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام دیئے گئے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ ہم اللہ کے فرمانبر دار ہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرمان الہی:﴿ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ ﴾ (ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ہم ایسا نہیں کرتے کہ کچھ انبیاء پر ایمان لائیں اور کچھ کا انکار کریں، کچھ انبیاء سے براءت کا اظہار کریں اور کچھ سے دوستی وولایت ظاہر کریں، جیسا کہ یہودیوں نے عیسی اور محمد علیہما السلام سے براءت ظاہر کی اور دیگر انبیائے کرام کا اقرار کیا، اور جس طرح نصرانیوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے براءت کا اظہار کیا اور دیگر انبیائے کرام پر ایمان لایا، بلکہ ہم ان تمام کے بارے میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول اور نبی تھے، جو حق اور ہدایت کے ساتھ مبعوث کئے گئے تھے۔ انتہی

۴- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان رسولوں پر ایمان لایا جائے جن کے نام قرآن اور صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں، قرآن مجید میں چھبیس (۲۶) نبیوں کے نام آئے ہیں: آدم، نوح، ابراہیم، اسحاق، یعقوب، اسماعیل، داود، سلیمان، ایوب، الیاس، یونس، یسع، لوط، ادریس، ہود، شعیب، صالح، ذوالکفل، یوسف، موسی، ہارون، خضر، زکریا، یحیی، عیسی اور محمد صلی اللہ علیہم وسلم تسلیما کثیرا۔

حدیث میں بھی ایک نبی کا نام آیا ہے جن کا ذکر قرآن میں نہیں آیا ہے، وہ ہیں یوشع بن نون بن افراہیم بن یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل علیہم السلام، یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے تھے، موسی علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کے بعد انہوں نے ہی بنی اسرائیل کی قیادت ورہبری کی۔

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث میں جن انبیاء ورسل کا ذکر آیا ہے ان کی تعداد ستائیس (۲۷) ہے۔

رہی بات ان انبیائے کرام کی جن کے اسمائے گرامی سے ہم نا آشنا ہیں، تو ہم ان پر اجمالی طور پر ایمان لاتے ہیں، قرآن نے اللہ کے اس فرمان میں ان کی طرف اشارہ کیا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ [غافر: ۷۸]

ترجمہ: یقینا ہم آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے (واقعات) ہم آپ کو بیان کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے (قصے) تو ہم نے آپ کو بیان ہی نہیں کئے۔

۵- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ کے رسولوں کی تعداد ۳۱۵ ہے، ان میں وہ رسول بھی شامل ہیں جن کے اسمائے گرامی کی وضاحت قرآن وحدیث میں آئی ہے، جیسا کہ گزر چکا ہے، باقی دیگر رسولوں کے نام سے ہم واقف نہیں، ان کی تعداد کی تعیین ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آدم نبی تھے؟

آپ نے فرمایا: ہاں، (اللہ نے) آپ کو علم دیا اور آپ سے ہم کلامی کی۔

دریافت کیا: ان کے اور نوح کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟

آپ نے فرمایا: بیس صدی۔

دریافت کیا: نوح اور ابراہیم کے درمیان کتنا فاصلہ تھا؟

آپ نے فرمایا: بیس صدی۔

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! رسول کتنے تھے؟

آپ نے فرمایا: ۳۱۵ کی ایک بڑی جماعت [1]۔

۶- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان کے تعلق سے جو بھی صحیح خبر آئی ہے، اس کی تصدیق کی جائے، ان کے قصوں اور خصوصیات پر مشتمل یہ خبریں قرآن کریم، سنت مطہرہ اور سیرت و تاریخ کی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں، رہی وہ خبریں جو رسولوں کے تعلق سے اہل کتاب کی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں اور جن کی تصدیق مسلمانوں کی کتابوں میں موجود صحیح روایتوں سے نہیں ہوتی، تو ایسی خبروں کی تصدیق اور تکذیب کرنا مسلمان پر لازم نہیں، الا یہ کہ وہ مسلمانوں کی صحیح کتابوں کی منافی ہوں تو اس وقت ان کی تکذیب کرنا واجب ہے، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: "تم اہل کتاب کی تصدیق یا تکذیب نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس چیز پر جو ہماری طرف اور تمہاری طرف نازل کی گئی" [2]۔

ان کی طرف جو کتابیں نازل کی گئیں ان سے مراد اصلی توریت اور انجیل ہیں جنہیں اللہ نے موسی اور عیسی پر نازل فرمایا، نہ کہ وہ تحریف شدہ توریت وانجیل جو اس وقت یہود و نصاری کے ہاتھوں میں ہیں۔

۷- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ وہ جس پیغام کے ساتھ مبعوث کئے گئے، اس کو انہوں نے حکم الہی کے مطابق (اپنی قوموں تک) پہنچا دیا، انہوں نے اس پیغام کو اس قدر وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کر دیا کہ جن کی طرف

---

(1) اسے حاکم نے "مستدرک" (۲/ ۲۶۲) میں روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ اسی کے روایت کردہ ہیں، ذہبی نے کہا: یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے، نیز اسے طبرانی نے "الکبیر" (۹/ ۱۱۸-۱۱۹) میں روایت کیا ہے اور اس میں "۳۱۳" کا لفظ آیا ہے، اس حدیث کو البانی نے "السلسلۃ الصحیحۃ" (۲۶۶۸) میں صحیح کہا ہے۔

(2) اسے بخاری (۷۳۶۲) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وہ مبعوث کئے گئے تھے ان میں سے کوئی بھی اس سے ناواقف نہ رہا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ فَهَلۡ عَلَى ٱلرُّسُلِ إِلَّا ٱلۡبَلَٰغُ ٱلۡمُبِينُ ۝٣٥ ﴾ [النحل: ۳۵]

ترجمہ: رسولوں پر صرف کھلم کھلا پیغام کا پہنچادینا ہے۔

اس طرح اللہ کے رسول لوگوں پر اللہ کی حجت قرار پائے، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةُۢ بَعۡدَ ٱلرُّسُلِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝١٦٥ ﴾ [النساء: ۱٦٥]

ترجمہ: ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوش خبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کو کوئی حجت اور الزام رسولوں کو بھیجنے کے بعد اللہ تعالی پر رہ نہ جائے، اللہ تعالی بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔

۸- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان معجزات اور نشانیوں پر بھی ایمان لایا جائے جن کے ذریعہ اللہ نے ان کی تائید کی، ان معجزات کو دلائل اور براہین سے بھی موسوم کیا جاتا ہے، ان سے مراد وہ خرق عادت اشیاء ہیں جو اللہ تعالی نبیوں کی نبوت کی دلیل کے طور پر ان کے ہاتھوں پر جاری فرماتا ہے، تاکہ ان کا معاملہ لوگوں کے لیے الجھن کا باعث نہ رہے، کیوں کہ لوگ جب دیکھتے ہیں کہ رسولوں کی تائید ایسے امور کے ذریعہ کی جاتی ہے جو انسانی طاقت و قوت سے مافوق ہیں، تو ان کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے رسول ہیں، چنانچہ ان کی باتوں پر انہیں یقین ہو جاتا، وہ ان پر ایمان لے آتے اور دین پر ان کا دل ثابت قدم رہتا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو قرآن مجید کی برکتوں سے سرفراز فرمائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی

سے اپنے لئے اور آپ سب کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقیناوہ بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده. أما بعد:

۹- آپ یہ جان رکھیں -اللہ آپ پر رحمت نازل فرمائے- کہ رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے، کیوں کہ اللہ تعالی نے رسولوں کو شریعتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا، ہر ایک رسول کے ساتھ ایک شریعت نازل فرمائی تاکہ لوگ ان کی اطاعت وپیروی کریں، ہر شریعت ایسی تعلیمات پر مشتمل تھی جو لوگوں کے عقائد، عبادات اور اخلاق واطوار کی اصلاح کی ضامن تھیں، اللہ نے خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین اسلام کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو کہ تمام تر شریعتوں سے بہتر اور اکمل ہے، لوگوں کو آپ کی اطاعت کا حکم دیا اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا، اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ [النساء: ٨٠]

ترجمہ: اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی۔

نیز فرمایا: ﴿ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهۡتَدُواْ ﴾ [النور: ٥٤]

ترجمہ: ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی ماتحتی (اطاعت) کرو۔

۱۰- رسولوں پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ رسول ہمیشہ غالب رہتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿ كَتَبَ ٱللَّهُ لَأَغۡلِبَنَّ أَنَا۠ وَرُسُلِيٓۚ إِنَّ ٱللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٞ ٢١ ﴾ [المجادلة: ٢١]

ترجمہ: اللہ تعالی لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔

نیز فرمایا:﴿ إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ ٱلْأَشْهَٰدُ ﴿٥١﴾ ﴾ [غافر: ۵۱]

ترجمہ: یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

شنقیطی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے رسولوں کو ہمیشہ اپنے دشمنوں پر غلبہ حاصل رہتا ہے، غلبہ کی دو قسمیں ہیں: حجت اور دلیل کا غلبہ جو کہ تمام رسولوں کے لیے ثابت ہے، شمشیر وسنان کا غلبہ جو کہ بطور خاص ان رسولوں کے لیے ثابت ہے جن کو جنگ وقتال کا حکم دیا گیا(1)۔ انتہی

(اس سلسلے میں) ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا جو قول ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے: انبیائے کرام کو اپنے مخالفین پر دلیل اور علم کی بنیاد پر جو غلبہ حاصل ہو وہ اس مجاہد کے قبیل سے ہے جو اپنے دشمن کو شکست سے دوچار کرتا ہے، اور انبیائے کرام کو اپنے مخالفین پر شمشیر وسنان کے ذریعہ جو غلبہ حاصل ہو وہ اس مجاہد کے قبیل سے ہے جس نے اپنے دشمن کو قتل کر دیا(2)۔

آپ نے مزید فرمایا: کوئی نبی ایسے نہیں جن کو جہاد کے درمیان قتل کر دیا گیا ہو(3)۔

مومنو! رسولوں پر ایمان لانے کے یہ بیس تقاضے ہیں جن کو جاننا اور ان کا یقین رکھنا مومن پر واجب ہے تاکہ وہ ان تقاضوں سے بخوبی واقف رہے اور اس کے پاؤں راہ ایمان پر ثابت

---

(1) دیکھیں: أضواء البیان

(2) دیکھیں: "النبوات": ۲۰۹

(3) الفتاوی: ۱/ ۵۹

رہیں۔

آپ یہ بھی جان رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب: ٥٦]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے- ۱

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاء وسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا انہیں اپنے رسولوں کی زبانی مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ [المؤمنون: ١١٥]

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

آخرت کے دن کو یومُ المَعَاد سے اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا، بایں معنی کہ جنتی اپنے مقام پر فائز ہو جائیں گے اور جہنمی اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے، یہ دن قیامت کے دن سے بھی موسوم ہے کیوں کہ اس دن لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اے مومنو! آخرت کے دن پر ایمان لانے میں چھ امور شامل ہیں: صور میں پھونک مارنا، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، قیامت کی دیگر نشانیوں کا واقع ہونا، لوگوں کا حشر کے میدان میں جمع ہونا، حساب وکتاب وجزاء وسزا، جنت اور جہنم میں دخول۔

ا- اللہ کے بندو! صور میں پھونک مارنا قیامت کی بڑی نشانیوں میں سب سے پہلی نشانی ہوگی، اسی کے ذریعہ وقوعِ قیامت کی خبر دی جائے گی، صور سے مراد وہ سینگ ہے جس میں صور کے فرشتہ -یعنی اسرافیل- دو دفعہ پھونک ماریں گے، پہلی دفعہ پھونک مارنے سے تمام مخلوقات بے ہوش ہوکر لقمہ اجل بن جائیں گی، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَمَا يَنظُرُ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيۡحَةً وَٰحِدَةً مَّا لَهَا مِن فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ ﴾ [ص: 15]

ترجمہ: انہیں صرف ایک چیخ کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف (اور ڈھیل) نہیں ہے۔

یعنی: اس کے بعد نہ انہیں ہوش آئے گا اور نہ وہ دنیا میں لوٹ پائیں گے، پھر دوسری دفعہ صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے سارے مُردے قبر سے اٹھ کھڑے ہوں گے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ فَإِنَّمَا هِيَ زَجۡرَةٞ وَٰحِدَةٞ فَإِذَا هُمۡ يَنظُرُونَ ﴿١٩﴾ ﴾ [الصافات: ١٩]

ترجمہ: وہ تو صرف ایک زور کی جھڑکی ہے کہ یکایک یہ دیکھنے لگیں گے۔

معلوم ہوا کہ پہلی دفعہ پھونک مارنے سے زندہ مر جائیں گے اور دوسری دفعہ پھونک مارنے سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔

قرآن میں صور کو ناقور سے بھی موسوم کیا گیا ہے، جیسا کہ سورۃ المدثر میں آیا ہے: ﴿ فَإِذَا نُقِرَ فِي ٱلنَّاقُورِ ﴿٨﴾ ﴾ [المدثر: ٨]

ترجمہ: جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔

۲- آخرت کے دن پر ایمان لانے میں قیامت کے بڑی نشانیوں پر ایمان لانا بھی شامل ہے، جیسے زمین میں زلزلہ برپا ہونا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِذَا زُلْزِلَتِ ٱلْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝١ ﴾ [الزلزلة: ۱]

ترجمہ: جب زمین پوری طرح جھنجھوڑ دی جائے گی۔

نیز یہ کہ: ﴿ إِذَا رُجَّتِ ٱلْأَرْضُ رَجًّا ۝٤ ﴾ [الواقعة: ٤]

ترجمہ: جبکہ زمین زلزلہ کے ساتھ ہلا دی جائے گی۔

قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ فَإِذَا ٱنشَقَّتِ ٱلسَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَٱلدِّهَانِ ۝٣٧ ﴾ [الرحمن: ۳۷]

ترجمہ: جبکہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ چمڑہ۔

یعنی: سرخ چمڑہ کی طرح ہو جائے گا، کیوں کہ وردۃ سے مراد سرخ ہے اور الدِّھان کا مطلب چمڑہ ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں اللہ نے اس دن آسمان کی تشبیہ سیّال مادہ سے دی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ يَوْمَ تَكُونُ ٱلسَّمَآءُ كَٱلْمُهْلِ ۝٨ ﴾ [المعارج: ۸]

ترجمہ: جس دن آسمان مثل تیل کی تلچھٹ کے ہو جائے گا۔

اس دن پہاڑ ریزے ریزے کر دئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ اڑتی ریت کی مانند یا دھنے ہوئے اون کی طرح ہو جائیں گے۔ یہ دونوں ہی صفتیں تقریبا ملتی جلتی ہیں، پہاڑ کے ریزہ ریزہ ہونے کا ذکر اللہ تعالی کے اس فرمان میں آیا ہے: ﴿ وَبُسَّتِ ٱلْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ ﴾ [الواقعة: ٥]

ترجمہ: پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔

پہاڑوں کے (دھنے ہوئے اون کی طرح فضاؤں میں) اڑنے کا تذکرہ اس آیت میں آیا ہے:
﴿وَتَكُونُ ٱلۡجِبَالُ كَٱلۡعِهۡنِ ٱلۡمَنفُوشِ ۝٥﴾ [القارعة: ۵]

ترجمہ: پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔

نیز اس فرمان الٰہی میں: ﴿وَكَانَتِ ٱلۡجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ۝١٤﴾ [المزمل: ۱۴]

ترجمہ: پہاڑ مثل بھر بھری ریت کے ٹیلوں کے ہو جائیں گے۔

اس دن پہاڑوں کو ان کی جگہوں سے اکھیڑ کر چلا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ سراب (وہ ریت جو دور سے پانی محسوس ہوتی ہے) کی مانند ہو جائیں گے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَسُيِّرَتِ ٱلۡجِبَالُ فَكَانَتۡ سَرَابًا ۝٢٠﴾ [النبأ: ۲۰]

ترجمہ: پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو جائیں گے۔

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَتَرَى ٱلۡجِبَالَ تَحۡسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ ٱلسَّحَابِۚ صُنۡعَ ٱللَّهِ ٱلَّذِيٓ أَتۡقَنَ كُلَّ شَيۡءٍ﴾ [النمل: ۸۸]

ترجمہ: آپ پہاڑوں کو دیکھ کر اپنی جگہ جمے ہوئے خیال کرتے ہیں لیکن وہ بھی بادل کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ ہے صنعت اللہ کی جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا ہے۔

قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ سورج لپیٹ لیا جائے گا، فرمان الٰہی ہے: ﴿إِذَا ٱلشَّمۡسُ كُوِّرَتۡ ۝١﴾ [التكوير: ۱]

ترجمہ: جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔

سورج کو لپیٹنے سے مراد یہ ہے کہ اسے پگڑی کی طرح لپیٹ کر پھینک دیا جائے گا جس سے اس کی روشنی ختم ہو جائے گی[1]۔

قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ ستارے ٹوٹ جائیں گے، یعنی آسمان کی بلندی سے ٹوٹ کر پے درپے زمین پر گر جائیں گے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَإِذَا ٱلنُّجُومُ ٱنكَدَرَتۡ ۝٢﴾ [التکویر: ۲]

ترجمہ: جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

قیامت کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ سمندر میں آگ کا بھونچال آجائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَإِذَا ٱلۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝٦ ﴾ [التکویر: ٦]

ترجمہ: جب سمندر بھڑکائے جائیں گے۔

پاک ہے وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں یہ قدرت ہے کہ وہ فطرت کے قوانین کو اپنے کونی اور قدری حکم سے الٹ پلٹ کر دے گا، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ إِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَيۡءٍ إِذَآ أَرَدۡنَٰهُ أَن نَّقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝٤٠ ﴾ [النحل: ٤٠]

ترجمہ: ہم جب کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف ہمارا یہ کہہ دینا ہوتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔

۳- یوم آخرت پر ایمان لانے میں یہ بھی داخل ہے کہ بعث بعد الموت پر ایمان لایا جائے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب صور میں دوسری دفعہ پھونک ماری جائے گی تو مردے زندہ ہو جائیں گے، دوبارہ زندہ ہونا برحق اور ثابت ہے، اس پر کتاب وسنت اور مسلمانوں کا اجماع دلالت

---

(1) دیکھیں: تفسیر ابن جریر میں مذکورہ آیت کی تفسیر۔

کرتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾﴾ [المؤمنون: ١٥ - ١٦]

ترجمہ: اس کے بعد پھر تم سب یقینا مر جانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

اس وقت لوگ اللہ رب العالمین کے سامنے آ کھڑے ہوں گے، ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہوں گے، ان کا ختنہ نہیں کیا ہوگا، وہ سب کے سب صحیح سالم ہوں گے، یعنی دنیا میں ان کے اندر جو عیوب تھے، ان سے وہ پاک ہوں گے، جیسے لنگڑا پن اور اندھا پن وغیرہ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴿١٠٤﴾﴾ [الأنبياء: ١٠٤]

ترجمہ: جیسے کہ ہم نے اول دفعہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔ یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے ہی رہیں گے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے مالامال فرمائے، اللہ مجھے اور آپ کو قرآن کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحتوں سے مستفید فرمائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ تمام حضرات کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، لہذا آپ بھی اس استغفار کیجئے، بلاشبہ وہ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد و صلاۃ کے بعد!

۴- آپ جان لیجئے-اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ آخرت کے دن پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ مخلوقات کو حشر کے میدان میں جمع کرنے پر ایمان لایا جائے، حشر کا مطلب ہے مخلوقات کو ان کی قبروں سے اٹھا کر محشر کے میدان میں جمع کرنا، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ هُوَ ٱلَّذِي ذَرَأَكُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَإِلَيۡهِ تُحۡشَرُونَ ﴿٢٤﴾ ﴾ [الملك: ٢٤]

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کر کے زمین میں پھیلا دیا اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: ہمارے درمیان نبی ﷺ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوگے کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے ہوگے (1)۔

قیامت کے دن لوگوں کو سفید گندمی رنگ کی (مسطح) زمین پر جمع کیا جائے گا، اس میں کسی انسان کے لئے کوئی نشانِ راہ نہ ہوگا (2)، ایک پکارنے والے کی آواز سب کے کانوں تک پہنچ سکے گی (3) اور ایک نظر سب کو دیکھ سکے گی (4)۔ جیسا کہ صحیح بخاری (5) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

---

(1) اسے بخاری (۶۵۲۶) اور مسلم (۲۸۶۰) نے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: صحیح البخاری (۶۵۲۱) اور صحیح مسلم (۲۷۹۰) بہ روایت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ۔

(3) کیوں کہ زمین میں کوئی ایسی دیوار وغیرہ نہ ہوگی جو آواز پھیلنے میں رکاوٹ ہو سکے۔

(4) یعنی زمین اتنی مسطح ہوگی کہ نگاہ ان کے اول انسان سے آخر انسان تک پہنچ رہی ہوگی، دیکھیں: فتح الباری، شرح حدیث (۴۷۱۲)

(5) حدیث نمبر: (۳۳۶۱)

اس دن انسانوں، جناتوں، فرشتوں اور چوپایوں کو اکھٹا کیا جائے گا، انس و جن کے جمع ہونے کی دلیل سابقہ آیتوں کا عموم ہے، رہی چوپایوں کے اکھٹا ہونے کی دلیل تو اللہ تعالی کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے: ﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي ٱلۡأَرۡضِ وَلَا طَٰٓئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيۡهِ إِلَّآ أُمَمٌ أَمۡثَالُكُمۚ مَّا فَرَّطۡنَا فِي ٱلۡكِتَٰبِ مِن شَيۡءٍۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمۡ يُحۡشَرُونَ ٣٨ ﴾ [الأنعام: ٣٨]

ترجمہ: جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں، ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی، پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے۔

نیز اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے: ﴿ وَإِذَا ٱلۡوُحُوشُ حُشِرَتۡ ٥ ﴾ [التکویر: ٥]

ترجمہ: جب وحشی جانور اکھٹے کئے جائیں گے۔

رہی بات فرشتوں کو اکھٹا کرنے کی تو اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ وَجَآءَ رَبُّكَ وَٱلۡمَلَكُ صَفّٗا صَفّٗا ٢٢ ﴾ [الفجر: ٢٢]

ترجمہ: تیرا رب (خود) آجائے گا اور فرشتے صفیں باندھ کر (آجائیں گے)۔

چنانچہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صف در صف کھڑے ہوں گے، لیکن ان کا حساب وکتاب نہیں ہوگا، کیوں کہ ان کی فطرت میں یہ ودیعت ہے کہ وہ احکام الہی پر کاربند رہتے اور رب کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں ان کی یہ صفت بتائی ہے: ﴿ لَّا يَعۡصُونَ ٱللَّهَ مَآ أَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُونَ مَا يُؤۡمَرُونَ ٦ ﴾ [التحریم: ٦]

ترجمہ: جو حکم اللہ تعالی دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں۔

اللہ کے بندو! یوم آخرت پر ایمان لانے کے یہ چار تقاضے ہیں جن کا ذکر ہوا، آخرت پر ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اجمالی طور پر ان تقاضوں پر بھی ایمان نہ لایا جائے، پانچویں اور چھٹے تقاضہ کے بارے میں آئندہ خطبات میں گفتگو ہو گی۔ ان شاء اللہ

آپ یہ بھی جان رکھیں –اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ جمعہ کے دن اور رات میں آپ کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ آپ نبی ﷺ پر درود و سلام بھیجیں، اے اللہ! اپنے بندہ اور رسول محمد پر درود و سلام نازل فرما، آپ کے خلیفوں سے راضی ہو جا، جو راہ راست پر قائم اور مسلمانوں کے امام تھے، نیز تابعین اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے بھی راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، اور اپنے دین کی حفاظت فرما۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-۲

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاء وسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا اس نے انہیں اپنے رسولوں کی زبانی مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ [المؤمنون: ١١٥]

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبہ میں ہم نے یوم آخرت پر ایمان لانے کے بعض تقاضوں سے متعلق گفتگو کی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کی بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، اور لوگوں کا میدان محشر میں جمع ہونا، آج ہم ان شاء اللہ بات کریں گے میدان محشر میں رونما ہونے والے واقعات کی بعض تفصیلات کے بارے میں۔

اللہ کے بندو! میدان محشر میں چار چیزیں رونما ہوں گی:

ا-لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے، اس کی دلیل سورۃ الحج کی ابتدا میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمۡۚ إِنَّ زَلۡزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَيۡءٌ عَظِيمٞ ۝١ يَوۡمَ تَرَوۡنَهَا تَذۡهَلُ كُلُّ مُرۡضِعَةٍ عَمَّآ أَرۡضَعَتۡ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمۡلٍ حَمۡلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٞ ۝٢ ﴾ [الحج: ١ – ٢]

ترجمہ: بلاشبہ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے جس دن تم اسے دیکھ لوگے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور تمام حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش دکھائی دیں گے، حالانکہ وہ درحقیقت متوالے نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے۔

اس کی سختی اور عظیم کربناکی کا عالم یہ ہوگا کہ لوگوں کی فکر و فہم مضطرب ہو جائیں گی اور ان کے لئے یہ طے کرنا مشکل ہو جائے گا کہ وہ دنیا میں کتنی مدت تک رہے، کوئی کہے گا:﴿إِن لَّبِثۡتُمۡ إِلَّا عَشۡرٗا ۝١٠٣﴾ [طه: ١٠٣]

ترجمہ: ہم تو دنیا میں صرف دس دن ہی رہے۔

اور کوئی کہے گا:﴿ لَبِثۡنَا يَوۡمًا أَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٖ فَسۡـَٔلِ ٱلۡعَآدِّينَ ۝١١٣ ﴾ [المؤمنون: ١١٣]

ترجمہ: ایک دن یا ایک دن سے بھی کم، گنتی گننے والوں سے بھی پوچھ لیجئے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالی ان کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ وَيَوۡمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ يُقۡسِمُ ٱلۡمُجۡرِمُونَ مَا لَبِثُواْ غَيۡرَ سَاعَةٍۚ﴾ [الروم: ٥٥]

ترجمہ: جس دن قیامت برپا ہو جائے گی گناہ گار لوگ قسمیں کھائیں گے کہ (دنیا میں) ایک گھڑی کے سوا نہیں ٹھہرے۔

اس دن کی شدت اور عظیم ہولناکی کا عالم یہ ہو گا کہ لوگ ایک دوسرے سے غافل ہوں گے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ يَوْمَ يَفِرُّ ٱلْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ﴿٣٤﴾ وَأُمِّهِۦ وَأَبِيهِ ﴿٣٥﴾ وَصَٰحِبَتِهِۦ وَبَنِيهِ ﴿٣٦﴾ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ﴿٣٧﴾ ﴾ [عبس: ٣٤ – ٣٧]

ترجمہ: اس دن آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے، اور اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے بھاگے گا۔ ان میں سے ہر ایک کو اس دن ایسی فکر (دامن گیر) ہو گی جو اس کے لئے کافی ہو گی۔

اللہ کے بندو! قیامت کے دن جن جن لوگوں کو گھبراہٹ لاحق ہو گی وہ گناہ گار لوگ ہوں گے جیسے کافر، بدعتی اور نافرمان مومن، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى ٱلْكَٰفِرِينَ عَسِيرًا ﴿٢٦﴾ ﴾ [الفرقان: ٢٦]

ترجمہ: یہ دن کافروں پر بڑا بھاری ہو گا۔

لیکن جو کامل ایمان والے ہوں گے تو وہ اس سے بے خوف ہوں گے، وہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے اللہ کی اطاعت کی اور محرمات الٰہی سے گریز کیا، چنانچہ جو شخص دنیا میں اللہ سے خوف کھاتا ہے، اللہ اسے آخرت میں بے خوف رکھے گا، اور جو شخص دنیا میں اللہ سے (خود کو) بے خوف سمجھتا ہے، اسے اللہ قیامت کے دن خوف میں مبتلا کر دے گا، یہ اللہ پاک و برتر کے عدل وانصاف کا تقاضہ ہے کہ وہ بندہ کو نہ دونوں جہان میں امن وامان دیتا ہے اور نہ دونوں جہان میں خوف میں مبتلا کرتا ہے، چنانچہ جو (خود کو) اللہ سے دنیا میں بے خوف سمجھے اسے آخرت کے دن اللہ تعالی خوف میں مبتلا کر دے گا، اللہ تعالی سچے مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے:

﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ ٱلْفَزَعُ ٱلْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ ﴾ [الأنبياء: ١٠٣]

ترجمہ: وہ بڑی گھبراہٹ بھی انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔

نیز باری تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ ءَامِنُونَ ﴿٨٩﴾ ﴾ [النمل: ٨٩]
ترجمہ: وہ اس دن کی گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔

نیز اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:
﴿ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي ٱلنَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِيٓ ءَامِنًا يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ﴾ [فصلت: ٤٠]
ترجمہ: (بتلاؤ تو) جو آگ میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ جو امن وامان کے ساتھ قیامت کے دن آئے؟

۲- میدان محشر میں جو واقعات رونما ہوں گے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ سورج مخلوقات سے قریب ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک میل کے فاصلے پر ہو گا، ایک قول ہے کہ اس سے مراد سرمہ دانی کا مِیل (سلائی) ہے، اور دوسرا قول ہے کہ اس سے مراد ایک میل کی مسافت ہے، خواہ یہ مراد ہو یا وہ بہر صورت سورج سَروں سے بالکل قریب ہو جائے گا(1)۔

اگر پوچھا جائے: کیا کوئی ایسا بھی ہو گا جو سورج کی تپش سے محفوظ رہے گا؟ تو جواب ہے: ہاں، کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالی اس دن سورج کی تپش سے محفوظ رکھے گا، ان میں وہ سات قسم کے لوگ بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالی اپنے (عرش کے) سائے تلے جگہ دے گا، اس دن جب اس (عرش) کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا، اس سے مراد وہ سایہ ہے جسے اللہ عزوجل پیدا کرے گا، وہ عرش کا سایہ ہو گا، اس کے ذریعہ بہت سے لوگ اس دن سورج سے بچ جائیں گے، اللہ تعالی ہمیں بھی ان خوش نصیبوں میں شامل فرمائے۔ وہ انصاف پرور امام ہو گا، یا وہ نوجوان ہو گا جس کی نشو ونما اطاعت الہی میں ہوئی ہو گی، دو ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے

(1) دیکھیں: صحیح مسلم (۲۸۶۴)

اللہ کی خاطر آپس میں محبت کی ہو گی، اسی محبت کی خاطر جمع ہوئے ہوں گے اور اسی کی خاطر ان کی جدائی ہوئی ہو گی، اور ایک ایسا شخص ہو گا جس کا دل مسجد سے لگا رہتا ہے، مسجد کے باہر آنے سے لے کر واپس جانے تک مسجد سے ہی اس کا دل اٹکا ہوتا ہے، اور ایک وہ شخص ہو گا جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو گا اور اس کی آنکھیں بہہ پڑی ہوں گی، اور وہ شخص جسے کسی جاہ ومنصب والی خوبصورت دوشیزہ نے دعوت گناہ دی ہو گی لیکن اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا ہو گا کہ: (میں اللہ سے ڈرتا ہوں) اور ایک وہ شخص ہو گا جس نے اتنا چھپا کر صدقہ کیا ہو گا کہ دائیں ہاتھ سے جو کچھ خرچ کیا، بائیں ہاتھ کو بھی اس کی خبر نہیں لگی ہو گی(1)۔

۳- حشر کے میدان میں جو مناظر رونما ہوں گے، ان میں یہ بھی ہے کہ لوگ نبی ﷺ کے حوض پر آئیں گے جو میدان محشر میں ہو گا، اس سے وہ مومن بندے سیراب ہوں گے جو شریعت پر قائم ودائم رہتے ہیں، اور اس حوض سے دو قسم کے لوگوں کو دور بھگا دیا جائے گا: ایک وہ جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا، جیسے وہ لوگ جو نبی ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے، اور انہی کی طرح وہ لوگ بھی ہوں گے جو قیامت تک ارتداد کے شکار ہوں گے۔ دوسری قسم بدعتیوں کی ہو گی، خواہ قولی بدعت یا ہو عملی بدعت، انہیں بھی حوض سے دور بھگایا جائے گا جیسے اجنبی اونٹنی کو پنگھٹ سے دور بھگایا جاتا ہے(2)۔

اس حوض میں جنت کی نہر کوثر سے دو پرنالے گر رہے ہیں، کوثر کے معنی ہوتے ہیں بہت زیادہ خیر وبھلائی، اس حوض کی لمبائی ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہے، اس پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں پیالے ہیں، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ

---

(1) اس حدیث کو بخاری (٦٦٠) اور مسلم (١٠٣١) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: صحیح مسلم (٢٣٠٢)

ہے، اس کا مزہ شہد سے زیادہ شیریں ہے، جو شخص ایک بار اس سے سیر اب ہو گا اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی، اس میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں، ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا، اس کی چوڑائی اس کی لمبائی کی مانند ہے، جتنی صنعاء اور مدینہ کے درمیان (کی مسافت) ہے[1]۔

اللہ کے بندو! نبی ﷺ کا حوض ابھی بھی موجود ہے، جیسا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے: اللہ کی قسم! میں ابھی بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں[2]۔

حوض کے تعلق سے ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ ہر نبی کا ایک حوض ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز ہر نبی کے لیے ایک حوض ہو گا، اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے کہ کس کے حوض پر پانی پینے والے زیادہ جمع ہوتے ہیں، اور مجھے امید ہے کہ میرے حوض پر (اللہ کے فضل سے) سب سے زیادہ لوگ جمع ہوں گے[3]"۔

یہ اللہ تعالی کی حکمت اور بندوں کے تئیں اس کی رحمت کا ایک مظہر ہے، تاکہ گزشتہ (ملتوں کے) مومنین بھی ان انبیائے کرام کے حوض سے سیر اب ہو سکیں جن کی انہوں نے اتباع کی، تاکہ ان کو پورا پورا بدلہ ملے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، اس کی آیتوں اور حکمت پر

---

(1) حوض کے تعلق سے وارد احادیث کے لئے رجوع کریں: " صحیح البخاری" ، کتاب الرقاق، باب فی الحوض، اسی طرح " صحیح مسلم "، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا(صلی اللہ علیہ وسلم) وصفاتہ

(2) اسے بخاری (۶۵۹۰) اور مسلم (۲۲۹۶) نے عقبۃ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(3) اس حدیث کو ترمذی (۲۴۴۳) نے سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ "الصحیحۃ" (۱۵۸۹) میں ہے۔

مبنی نصیحت سے ہمیں فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناً وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد:

۴- آپ جان رکھیں- اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں جو مناظر پیش ہوں گے ان میں شفاعتِ عظمی بھی ہوگی، بایں طور کہ قیامت کے دن سارے لوگ، خواہ مومن ہوں یا کافر، بہت دیر تک کھڑے رہیں گے، چنانچہ (تھک ہار کر) انبیاء کے پاس جائیں گے کہ وہ ان کے رب کے پاس حساب وکتاب کا آغاز کرنے کی سفارش کریں، تاکہ سارے لوگ اپنی اپنی منزل تک پہنچ سکیں، یا تو جنت کی نعمت میں جائیں یا جہنم رسید ہوں، لیکن پانچ انبیائے کرام ان سے معذرت کر دیں گے: آدم، نوح، ابراہیم، موسی اور عیسی علیہم الصلاۃ والسلام، پھر عیسی علیہ السلام ان کو محمد ﷺ کے پاس بھیجیں گے، چنانچہ وہ آپ کے پاس جائیں گے اور آپ فرمائیں گے: (میں شفاعت کے لئے ہوں)۔ پھر آپ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہو جائیں گے اور جب تک اللہ چاہے گا آپ سجدہ ہی میں رہیں گے، پھر اللہ تعالی آپ کو اپنی تعریفات اور عمدہ حمد وثنا کے الفاظ الہام کرے گا جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دئے گئے، پھر آپ سے کہا جائے گا: (اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ، جو کہو وہ سنا جائے گا، جو مانگو گے وہ دیا جائے گا، جو شفاعت کروگے قبول کی جائے گی)، پھر آپ اللہ کے نزدیک ارض محشر میں کھڑے ہوئے بندوں کے لئے حساب وکتاب کی شروعات کی سفارش کریں گے، چنانچہ اللہ تعالی آپ کی سفارش قبول فرما کر حساب وکتاب کا آغاز کرے گا اور اپنے تمام بندوں کے درمیان فیصلہ

کرے گا، خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، آدم سے لے کر قیامت قائم ہونے تک کے (تمام بندوں کا فیصلہ کرے گا)۔

یہی وہ شفاعت ہے جسے اللہ تعالی کے اس فرمان میں مقام محمود سے موسوم کیا گیا ہے:

﴿ عَسَىٰٓ أَن يَبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامٗا مَّحۡمُودٗا ۝٧٩ ﴾ [الإسراء: ٧٩]

ترجمہ: عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

وہ ایسا مقام ہے جس پر فائز ہونے کے بعد قیامت کے دن تمام پہلے اور بعد میں آنے والے لوگ آپ کی تعریف کریں گے اور اس کی وجہ سے آپ پر رشک کریں گے، کیوں کہ حساب وکتاب کا آغاز کرانے میں تمام مخلوقات پر آپ کا احسان ہو گا، خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، انسان ہو یا جنات۔

اس شفاعت کی عظمتِ شان کے پیش نظر علمائے کرام نے اسے شفاعتِ عظمی سے موسوم کیا ہے، اور قیامت کے دن کی جانے والی یہ سب سے پہلی شفاعت ہو گی۔

اے اللہ کے بندو! یہ چار امور جن کا تذکرہ ہوا، وہ قیامت کے دن حشر کے میدان میں پیش آنے والے مناظر میں شامل ہیں، بندہ مسلم کو چاہئے کہ ہمیشہ ان مناظر کو ذہن نشیں رکھے تاکہ اللہ سے خوف کھاتا رہے، انجام کار عملِ صالح کے لئے آمادہ کار ہو اور اللہ تعالی کو ناراض کرنے والے اعمال سے دامن کش رہے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ جمعہ کے دن اور رات میں آپ کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ آپ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-۳

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاوسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اِس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا اس نے اپنے رسولوں کی زبانی انہیں مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ [المؤمنون: ١١٥]

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

اے مومنو! گزشتہ دو خطبوں میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے سے متعلق گفتگو کی گئی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کے بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، لوگوں کو میدان محشر میں جمع کرنا، اور آج ہم ان شاء اللہ جزاوسزا اور حساب وکتاب کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

۱- اللہ کے بندو! حساب و کتاب اور جزا و سزا برحق ہیں جو کتاب و سنت اور مسلمانوں کے اجماع سے ثابت ہیں، اس کے ثابت ہونے کے دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَآ إِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝٢٦﴾ [الغاشية: ٢٥ – ٢٦]

ترجمہ: بے شک ہماری طرف ان کا لوٹنا ہے، پھر بے شک ہمارے ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

نیز اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے: ﴿مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝١٦٠﴾ [الأنعام: ١٦٠]

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس گنا ملیں گے، اور جو شخص برا کام کرے گا، اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہو گا۔

اور اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی اس پر دال ہے: ﴿وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَٰسِبِينَ ۝٤٧﴾ [الأنبياء: ٤٧]

ترجمہ: قیامت کے دن ہم درمیان میں لا رکھیں گے ٹھیک تولنے والی ترازو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہو گا ہم اسے لا حاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

۲- حساب و کتاب اور جزا و سزا اللہ کی حکمت کا تقاضہ بھی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے کتابیں نازل کی، رسولوں کو مبعوث فرمایا، اور بندوں پر یہ فرض قرار دیا کہ وہ ان رسولوں کے لائے ہوئے پیغام کو قبول کریں، جس پر عمل کرنا واجب ہے، اس پر عمل کریں، نیز اللہ کی راہ میں روڑے ڈالنے اور رکاوٹ کھڑی کرنے والوں سے قتال کرنا واجب قرار دیا، ان کا، ان کی اولاد کا اور ان

کی بیویوں کا خون اور ان کے مال و منال کو حلال ٹھہرایا، اگر حساب و کتاب اور جزا سزا نہ ہوتی تو یہ شریعت بے کار و بے معنی ہوتی جس سے حکمت والا پروردگار پاک اور بلند ہے۔

۳- اللہ کے بندو! حساب کی دو قسمیں ہیں: ایک حساب و کتاب جو صرف (اعمال کی) پیشی سے عبارت ہوگی۔ دوسرا حساب و کتاب جس میں پوچھ گچھ اور عذاب ہوگا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: قیامت کے دن جس کے بھی حساب میں کھود کرید کی گئی اس کو عذاب یقینی ہو گا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے خود نہیں فرمایا ہے: ﴿ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ بِيَمِينِهِۦ ۝٧ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝٨ ﴾ **[الإنشقاق: 7-8]** کہ " جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو عنقریب اس سے ایک آسان حساب لیا جائے گا"۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو صرف پیشی ہوگی۔ (اللہ رب العزت کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت کے دن جس کے بھی حساب میں کھود کرید کی گئی اس کو عذاب یقینی ہو گا[1]۔

ان دونوں قسموں کے حساب و کتاب کا ذکر ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے نزدیک بلا لے گا اور اس پر اپنا

(1) اسے بخاری (۶۵۳۷) اور مسلم (۲۸۷۶) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

پردہ ڈال دے گا(1) اور اسے چھپا لے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: کیا تجھ کو فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا فلاں گناہ تجھ کو یاد ہے؟ وہ مومن کہے گا ہاں، اے میرے پروردگار۔ آخر جب وہ اپنے گناہوں کا اقرار کرلے گا اور اسے یقین آجائے گا کہ اب وہ ہلاک ہوا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیرے گناہوں پر پردہ ڈالا۔ اور آج بھی میں تیری مغفرت کرتا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی(2)۔

۴-اس دن لوگوں کے اعمال ترازوؤں میں تولے جائیں گے تاکہ لوگوں کے درمیان اللہ تعالی کا عدل وانصاف ظاہر ہوسکے، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَنَضَعُ ٱلْمَوَٰزِينَ ٱلْقِسْطَ لِيَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۖ وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفَىٰ بِنَا حَـٰسِبِينَ ﴿٤٧﴾﴾ [الأنبياء: 47]

ترجمہ: قیامت کے دن ہم درمیان میں لارکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو۔ پھر کسی پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لاحاضر کریں گے، اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اگر کوئی یہ سوال کرے: نیکیاں اور برائیاں کیسے وزن کی جائیں گی جبکہ وہ معنوی چیزیں ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے: اعمال اللہ کی قدرت سے حسی جسموں میں بدل جائیں گے، اسی طرح

---

(1) اپنا پردہ ڈال دے گا، ایک قول یہ ہے کہ: اپنی رحمت اور لطف وکرم سے اسے ڈھانپ لے گا۔ دیکھیں: "النهاية"

(2) اسے بخاری (۲۴۴۱) اور مسلم (۲۷۶۸) نے روایت کیا ہے۔

اعمال کے علاوہ دیگر امور بھی حسی شکل اختیار کرلیں گے، مثال کے طور پر موت کو لے لیجئے، وہ ایک معنوی چیز ہے، حسی نہیں، لیکن قیامت کے دن اسے ایک مینڈھے کی شکل میں لایا جائے اور جنت و جہنم کے درمیان قتل کردیا جائے گا، پھر پکارا جائے گا: اے جنت والو! تم کو ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہیں ہے اور اے دوزخ والو! تم کو ہمیشہ رہنا ہے کبھی موت نہیں ہے [1]۔

اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ کیا تمام مومنوں اور کافروں کے اعمال وزن کئے جائیں گے، یا صرف مومنوں کے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آخرت میں صرف مومنوں کے اعمال ہی وزن کئے جائیں گے، چنانچہ اگر مومن کے نامہ اعمال میں گناہ نہیں پائے گئے تو اسے آغاز امر ہی میں جنت میں داخل کردیا جائے گا، اور اگر اس کے نامہ اعمال میں گناہ پائے گئے تو اسے ان گناہوں کی سزا دی جائے گی، اس کے بعد اللہ تعالی اسے جنت میں داخل کردے گا، یا ابتدائے امر ہی میں اسے معاف فرمادے گا اور بغیر کسی سزا کے جنت میں داخل کردے گا، جس کی وجہ یا تو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت ہوگی یا محض اللہ کا فضل واحسان ہوگا۔ رہی بات کافر کی تو اس کے اعمال وزن نہیں کئے جائیں گے، کیوں کہ اللہ تعالی اس کے اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں صحت وتندرستی یا رزق میں کشادگی وغیرہ کے ذریعہ دے دیتا ہے، لیکن جب آخرت میں اللہ کے روبرو ہوگا تو اس کے لئے سوائے جہنم کی سزا کے کچھ اور نہ ہوگا، خواہ اس نے دنیا میں کتنی ہی بھلائی کیوں نہ کی ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿أُوْلَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ لَيۡسَ لَهُمۡ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ إِلَّا ٱلنَّارُۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُواْ فِيهَا وَبَٰطِلٞ مَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ۝١٦﴾ **[هود: 16]**

ترجمہ: ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔

---

(1) دیکھیں: صحیح البخاری (۴۷۳۰) اور مسلم (۲۸۴۹)

نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿وَقَدِمْنَآ إِلَىٰ مَا عَمِلُوا۟ مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَٰهُ هَبَآءً مَّنثُورًا ﴿٢٣﴾﴾ **[الفرقان: 23]**

ترجمہ: اور انہوں نے جو جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔

مزید اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَّثَلُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ بِرَبِّهِمْ ۖ أَعْمَٰلُهُمْ كَرَمَادٍ ٱشْتَدَّتْ بِهِ ٱلرِّيحُ فِى يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ لَّا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا۟ عَلَىٰ شَىْءٍ﴾ **[ابراهيم: 18]**

ترجمہ: ان لوگوں کی مثال جنہوں نے اپنے پالنے والے سے کفر کیا، ان کے اعمال مثل اس راکھ کے ہیں جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے۔ جو بھی انہوں نے کیا اس میں سے کسی چیز پر قادر نہ ہوں گے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَعْمَٰلُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ ٱلظَّمْـَٔانُ مَآءً حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَهُۥ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا﴾ **[النور: 39]**

ترجمہ: اور کافروں کے اعمال مثل اس چمکتی ہوئی ریت کے ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔

خلاصہ یہ کہ کافروں اور منافقوں کا حساب وکتاب نیکیوں اور برائیوں میں موازنہ کرنے کے لئے نہیں ہو گا، بلکہ ان سے ان کے گناہوں کا اقرار کرایا جائے گا اور ان کو ڈانٹ پلائی جائے گی، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں گزرا، چنانچہ ان سے ان کے اعمال کا اقرار لیا جائے گا اور انہیں ان سے باخبر کیا جائے گا، اگر انہوں نے انکار کیا تو ان کے اعضائے جسم ان کے خلاف گواہی دیں گے، پھر بھرے مجمع میں انہیں پکار کر کہا جائے گا: ﴿ هَٰٓؤُلَآءِ ٱلَّذِينَ كَذَبُوا۟ عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ أَلَا لَعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿١٨﴾﴾ **[هود: 18]**

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

اس کے بعد انہیں جہنم میں ڈھکیل دیا جائے گا، اللہ کی پناہ۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالی مومن کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور کافروں کو (سرِ عام) رسوا کرے گا۔

۵- مومنو! حساب وکتاب کا ایک منظر یہ ہوگا کہ لوگوں کو جب حساب وکتاب کے لئے بلایا جائے گا تو وہ حزن وملال سے گھٹنوں کے بل گر جائیں گے، اللہ تعالی نے سورۃ الجاثیۃ میں ارشاد فرمایا: ﴿ وَتَرَىٰ كُلَّ أُمَّةٍ جَاثِيَةً ۚ كُلُّ أُمَّةٍ تُدْعَىٰ إِلَىٰ كِتَابِهَا الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ هَٰذَا كِتَابُنَا يَنطِقُ عَلَيْكُم بِالْحَقِّ ۚ إِنَّا كُنَّا نَسْتَنسِخُ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٩﴾ ﴾ **[الجاثية: 28-29]**

ترجمہ: اور آپ دیکھیں گے کہ ہر امت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہوگی۔ ہر گروہ اپنے نامۂ اعمال کی طرف بلایا جائے گا، آج تمہیں اپنے کیے کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تمہارے بارے میں سچ سچ بول رہی ہے، ہم تمہارے اعمال لکھواتے جاتے تھے۔

اے مومنو! سب سے پہلے بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز درست رہی تو اس کے سارے اعمال درست ہوں گے، اور اگر اس میں گڑبڑی پائی گئی تو سارے اعمال بگڑے ہوئے ہوں گے۔

۶- انسانوں کے حقوق میں بندہ سے خون کے متعلق سب سے پہلے حساب لیا جائے گا، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں میں خون کا فیصلہ کیا جائے گا"(1)۔

۷- اس دن انسان اگر اپنی بد اعمالیوں کا انکار کرے گا، تو اس کے اعضاء وجوراح اس کے خلاف گواہی دیں گے، چنانچہ اس کے کان، اس کی آنکھیں اور اس کی کھالیں اس کے خلاف گواہی دیں گی، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿١٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا

(1) اسے بخاری (۶۵۳۳) اور مسلم (۱۶۷۸) نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

مَا جَآءُوهَا شَهِدَ عَلَيۡهِمۡ سَمۡعُهُمۡ وَأَبۡصَٰرُهُمۡ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ﴿٢٠﴾ وَقَالُواْ لِجُلُودِهِمۡ لِمَ شَهِدتُّمۡ عَلَيۡنَاۖ قَالُوٓاْ أَنطَقَنَا ٱللَّهُ ٱلَّذِيٓ أَنطَقَ كُلَّ شَيۡءٖۚ وَهُوَ خَلَقَكُمۡ أَوَّلَ مَرَّةٖ وَإِلَيۡهِ تُرۡجَعُونَ ﴿٢١﴾ ﴾ **[فصلت: 19-21]**

ترجمہ: اور جس دن اللہ کے دشمن دوزخ کی طرف لائے جائیں گے اور ان (سب) کو جمع کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب بالکل جہنم کے پاس آجائیں گے اور ان پر ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے اعمال کی گواہی دیں گی۔ یہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف شہادت کیوں دی، وہ جواب دیں گی کہ ہمیں اس اللہ نے قوت گویائی عطا فرمائی جس نے ہر چیز کو بولنے کی طاقت بخشی ہے، اسی نے تمہیں اول مرتبہ پیدا کیا اور اسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤگے۔

حسن بصری اللہ تعالی کے فرمان: ﴿ ٱقۡرَأۡ كِتَٰبَكَ كَفَىٰ بِنَفۡسِكَ ٱلۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيبٗا ﴿١٤﴾ [الإسراء: 14] کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تیرے خالق نے تیرے ساتھ انصاف کیا، تیری ذات کو ہی تیرا محاسب بنا دیا۔ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر کے اندر مذکورہ آیت کی تفسیر میں قتادۃ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس دن وہ بھی پڑھنے لگے گا جو دنیا میں پڑھنا نہیں جانتا تھا۔

۸-اے مسلمانو! اس دن ستر ہزار لوگ حساب وکتاب سے مستثنی ہوں گے، ان سے نہ حساب وکتاب ہوگا اور نہ انہیں سزا دی جائے گی- اللہ تعالی ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے- وہ کامل ایمان والے لوگ ہوں گے، جنہوں نے وہ تمام اطاعتیں بجالائی جو اللہ نے ان پر واجب کیا، خیر وبھلائی کے کاموں میں جلدی کی، محرمات اور مکروہات سے اجتناب کرتے رہے۔

ابوامامۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس بات کی دلیل آئی ہے کہ اس فضل سے سرفراز ہونے والے لوگوں کی تعداد اس سے زیادہ ہوگی، آپ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے ستر ہزار لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا، نہ ان کا حساب ہوگا اور نہ ان پر کوئی عذاب، (پھر) ہر ہزار

کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے، اور ان کے سوا میرے رب کی مٹھیوں میں سے تین مٹھیوں کے برابر بھی ہوں گے"(1)۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے ہمیں فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت کی دعا کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

حمد وصلاۃ کے بعد:

۹- اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ جان لیجئے کہ حساب وکتاب جن وانس دونوں مخلوقات کو شامل ہے، کیوں کہ جنات بھی عمومِ رسالت کے مخاطب ہیں، جیسا کہ معلوم ہے، وہ بھی (شریعت کے) مکلف ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ قَالَ ٱدۡخُلُواْ فِيٓ أُمَمٖ قَدۡ خَلَتۡ مِن قَبۡلِكُم مِّنَ ٱلۡجِنِّ وَٱلۡإِنسِ فِي ٱلنَّارِۖ ﴾ **[الأعراف: 38]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی، ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔

نیز اللہ تعالی نے جنت کی حوروں کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ لَمۡ يَطۡمِثۡهُنَّ إِنسٞ قَبۡلَهُمۡ وَلَا جَآنّٞ ﴾ **[الرحمن: 56]**

(1) اسے ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ ترمذی کے ہیں: (۲۴۳۷)، اس کی سند کو البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے، جیسا کہ "الصحیحۃ" (۱۹۰۹) میں ہے۔

ترجمہ: ان کو ہاتھ نہیں لگا یا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل۔

یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ جنت میں جن بھی ہوں گے جو انسانوں کی طرح اس میں داخل ہوئے ہوں گے، جب انہوں نے رسولوں کا کہا مانا ہو گا۔

۱۰- اللہ کے بندو! اس دن اللہ تعالی چوپایوں کو بھی ایک دوسرے سے قصاص دلائے گا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "(قیامت کے دن) حقداروں کو ان کا پورا پورا حق دیا جائے گا، یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بغیر سینگ والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا"(1)۔

یعنی بے سینگ کی بکری کا قصاص اس سینگ والی بکری سے لیا جائے گا جس نے اسے سینگ مارا ہو گا، پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے عدل وانصاف اور حکمت سے ہماری عقلوں کو حیران کر دیا۔

اے اللہ کے بندو! یہ وہ دس امور ہیں جو قیامت کے دن کے حساب وکتاب اور جزاو سزا پر ایمان لانے میں داخل ہیں، اللہ تعالی ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جو اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ سے حاصل کریں اور ان کا حساب وکتاب آسان ہو گا۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ جمعہ کے دن اور رات میں آپ کا سب سے افضل عمل یہ ہے کہ آپ نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجیں۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، اور اپنے دین کی حفاظت فرما۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(1) اسے مسلم (۲۵۸۲) نے روایت کیا ہے۔

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے- ۴

(جنت کی دس صفات)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَـهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس سے ڈرتے رہو، اس کی فرمانبرداری کرو اور نافرمانی سے اجتناب کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاءوسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا اس نے اپنے رسولوں کی زبانی انہیں مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ **[المؤمنون: 115]**

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبوں میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضوں سے متعلق کچھ باتیں پیش کی گئیں، جو صور پھونکنے، قیامت کبریٰ کی علامات، مخلوقات کے اٹھائے جانے، محشر میں لوگوں کے اکٹھا ہونے اور جزاء و حساب (جیسے امور پر) مشتمل تھیں، اور آج ہم ان شاء اللہ اس جنت کی بابت کچھ گفتگو کریں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے تیار کیا ہے:

۱- جنت و جہنم پر ایمان لانا یوم آخرت پر ایمان لانے میں داخل ہے اور یہ دونوں مخلوق کا ابدی ٹھکانہ ہے، جنت نعمتوں کا گھر ہے، اس کو اللہ تعالی نے ان مومن اور پرہیزگار بندوں کے لیے تیار کیا ہے جو ہر اس امر پر ایمان لائے جس پر اللہ نے ایمان لانا واجب قرار دیا، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی، اور جنت کے اندر نوع بنوع کی ایسی نعمتیں ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا، کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی کے دل میں ان کے تعلق سے کچھ خیال آیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ أُوْلَٰٓئِكَ هُمۡ خَيۡرُ ٱلۡبَرِيَّةِ ۞ جَزَآؤُهُمۡ عِندَ رَبِّهِمۡ جَنَّٰتُ عَدۡنٖ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۖ رَّضِيَ ٱللَّهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُواْ عَنۡهُۚ ذَٰلِكَ لِمَنۡ خَشِيَ رَبَّهُۥ ۞ [البينة: 7-8]

ترجمہ: بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہ لوگ بہترین خلائق ہیں۔ ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس ہمیشگی والی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور یہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ ہے اس کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرے۔

مزید اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٞ مَّآ أُخۡفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعۡيُنٖ جَزَآءَۢ بِمَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ۞ ﴾ [السجدة: 17].

ترجمہ: کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے، جو کچھ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔

۲- اے مومنوں کی جماعت! جنت کے ۱۰۰ درجات ومراتب ہیں، چنانچہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جنت کے ۱۰۰ درجات ہیں اور ہر دو درجے کے درمیان ایک سال کی مسافت ہے اور عفان کہتے ہیں: جیسے کہ آسمان و زمین کے درمیان کی مسافت ہے، اور فردوس سب سے اعلی درجہ ہے اور اس سے چار نہریں جاری ہوتی ہیں اور عرش اس کے اوپر ہے لہذا اللہ سے جب بھی مانگو تو فردوس مانگو"(1)۔

۳. اے مسلمانو! جنت کسی ایک باغ کا نام نہیں بلکہ کئی ایک باغات سے عبارت ہے، اسی طرح اس کی نعمتیں بھی یکساں نہیں بلکہ (اس کے مراتب) متفاوت اور الگ الگ ہیں، اور جنت کے اندر جنتی حضرات بھی اپنے نیک اعمال کے حساب سے سے الگ الگ (درجات میں) ہوں گے، چنانچہ دو باغات اور ان کے اندر موجود سب سامانِ آسائش سونے کی ہیں اور دو جنتیں اور ان کے تمام تر سامانِ آسائش چاندی کے ہیں، جیسا کہ پہلے دو باغوں (جنتوں) کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِۦ جَنَّتَانِ ﴿٤٦﴾ ﴾ **[الرحمن: 46]**

ترجمہ: اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔

پھر ان دو باغوں کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے جو مذکورہ بالا باغات کے بالمقابل نعمت کے اعتبار سے کچھ کم درجے کے ہیں: ﴿ وَمِن دُونِهِمَا جَنَّتَانِ ﴿٦٢﴾ ﴾ **[الرحمن: 62]**

---

(1) (احمد: ۳۱۶/۵، مسند کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

ترجمہ: اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں: سونے کے دو باغات مقرّبین کے لیے ہیں اور چاندی کے دو باغات اصحابِ یمین کے لئے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری)ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:،،دو باغ چاندی کے ہیں۔ان دونوں کے برتن اور ان کے دیگر ساز و سامان چاندی کے ہوں گے۔اور دوسرے دو باغ سونے کے ہیں۔ان کے برتن اور دیگر ساز و سامان بھی سونے کے ہوں گے۔اور جنت عدن میں اہل جنت اور ان کے رب کے دیدار میں کوئی چیز حائل نہیں ہو گی، ہاں! رب کبریاء کے چہرے پر کبریائی کی چادر ضرور ہو گی،،(1)۔

اے اللہ کے بندو! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سابقین اور اصحابِ یمین کے درمیان جو فرق ہے اس کو واضح کر دیا جائے؛ تو سابقین سے مراد وہ افراد ہیں جو فرائض اور نوافل کی پابندی کرتے ہیں اور نافرمانی اور برائی کے امور سے اجتناب کرتے ہیں۔ رہی بات اصحابِ یمین کی (جن کو ابرار بھی کہا جاتا ہے) تو یہ لوگ بھی فرائض کی پابندی کرتے ہیں اور برائیوں سے دور رہتے ہیں البتہ نوافل کی پابندی کے مکمل طور پر حریص نہیں ہوتے اور بسا اوقات مکروہ چیز میں بھی پڑ جاتے ہیں ۔لیکن ہاں! نافرمانی سے دونوں گروہوں کے لوگ مکمل طور سے دور رہتے ہیں خواہ ان کا تعلق کبائر سے ہوں یا صغائر سے، اور یہ سارے لوگ توبہ کرنے میں جلدی کرتے ہیں، اور

(1) (بخاری:۴۴۴۷، مسلم:۱۸۰)

ایسا کرنے کی وجہ سے پہلے کے بالمقابل ان کی حالت مزید بہتر ہوجاتی ہے، پھر بھی بہرحال سابقین کی پرہیزگاری ان سے زیادہ ہوتی ہے، ثواب کے اعتبار سے ابرار پر سابقین کی فضیلت کا سبب جگ ظاہر ہے، چنانچہ سابقین نے اللہ کی فرمانبرداری کرنے میں اور نافرمانیوں سے بچنے میں بہت ہی جفاکشی کا مظاہرہ کیا ہے، اسی طرح وہ دعوتی فریضہ کو انجام دے کر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو سنبھال کر، جہاد کے ذریعے، صدقہ و خیرات کے ذریعے، اور دو لوگوں کے درمیان صلح کرکے، مسجد کی تعمیر اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لےکر دوسروں کے حق میں مفید بھی ثابت ہوئے۔رہی بات ابرار کی تو مذکورہ بالا امور میں سابقین ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ابرار پر سابقین کی برتری کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کا سابقین کے بارے میں فرمان ہے: ﴿ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ ۝٣١ ﴾ **[الكهف: 31]**

ترجمہ: جہاں وہ سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

اور ابرار کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَحُلُّوٓاْ أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ ۝٢١ ﴾ **[الإنسان: 21]**

ترجمہ: اور انہیں چاندی کے کنگن کا زیور پہنایا جائے گا۔

اور اللہ رب العالمین نے سورۂ واقعہ کی ابتدائی حصے میں اور اسی طرح آخری حصے میں سابقین اور مقربین کی نعمتوں اور ابرار کی نعمتوں کے درمیان فرق کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴-اے اللہ کے بندو! ایک ہی صفت والے اہلِ جنت بھی آپس میں مختلف مراتب پر فائز ہوں گے، سابقین مقربین اپنے اعمال صالحہ کے بقدر الگ الگ نعمتوں میں ہوں گے اور اسی طرح یہی معاملہ اصحابِ یمین یعنی ابرار لوگوں کا بھی ہو گا۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "اہل جنت بالائی منزل والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ آسمان کے مشرقی یا مغربی کنارے پر چمکتا ہوا ستارہ دیکھتے ہیں کیونکہ اہل جنت کا آپس میں فرق مراتب ضرور ہو گا"۔لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! یہ تو انبیاءؑ کے مقام ہیں، ان کے مراتب پر کوئی اور نہیں پہنچ سکتا؟ آپ نے فرمایا:،،کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی (وہ یقیناًان مراتب کو حاصل کریں گے)،،(1)۔

۵- اے مسلمانو ! اہل جنت کی نعمتیں بہتر سے خوب تر ہوتی چلی جائیں گی لیکن ان میں بوسیدگی نہیں آئے گی، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" جنت میں ایک بازار ہے جس میں وہ(اہل جنت) ہر جمعہ کو آیا کریں گے تو(اس روز) شمال کی ایسی ہوا چلے گی جو ان کے چہروں پر اور ان کے کپڑوں پر پھیل جائے گی،وہ حسن اورزینت میں اوربڑھ جائیں گے،وہ اپنے گھروالوں کے پاس واپس آئیں گے تو وہ(بھی) حسن وجمال میں اور بڑھ گئے ہوں گے،ان کے گھر والے ان سے کہیں گے:اللہ کی قسم! ہمارے(ہاں سے جانے کے) بعد

(1) (بخاری:۳۲۶۵، مسلم:۲۸۳۱)

تمہارا حسن وجمال اور بڑھ گیا ہے۔وہ کہیں گے اور تم بھی ،اللہ کی قسم! ہمارے پیچھے تم لوگ بھی اور زیادہ خوبصورت حسین ہوگئے ہو"(1)۔

٦- اے اللہ کے بندو! اہلِ جنت کی عظیم نعمتوں میں سے جنت کی عورتیں بھی ہیں، چنانچہ نصوصِ شرعیہ دلالت کرتی ہیں کہ ہر مومن مرد کے ساتھ دو حوریں ہوں گی اور ساتھ ہی وہ عورتیں بھی جو دنیوی زندگی میں ان کی شریکۂ حیات ہوا کرتی تھیں، اور اللہ تعالی مومن کے اعمال کے بقدر جتنا چاہے گا مزید حوریں عطا فرمائے گا، نعمتِ حور کے سلسلے میں کئی ایک آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ثابت ہیں، جیسے کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ ٱللُّؤْلُوِ ٱلْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ ﴾ [الواقعة: 22-23]

ترجمہ: اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں، جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں۔

سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس آیت سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کی آنکھوں میں سرمہ ہوگا، خوبرو ہوں گی، خوبصورت اور مانوس ہوں گی۔ اور (عِین) سے مراد خوبصورت ترین بڑی بڑی آنکھیں ہیں، اور جنسِ مؤنث کی آنکھوں کی خوبصورتی اس کے حسن و جمال کی ایک بڑی دلیل ہوا کرتی ہے۔اور اللہ تعالی کا فرمان: (كَأَمْثَالِ ٱللُّؤْلُوِ ٱلْمَكْنُونِ) (جو چھپے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں) یعنی: گویا کہ وہ سفید، چمکدار، صاف و شفاف اور دلکش موتیاں ہوں ، (الْمَكْنُونِ) یعنی: وہ دوسروں کی نظروں، ہواؤں اور تپش سے محفوظ ہو ۔ جس کا رنگ انتہائی خوبصورت ہو اور اس کے اندر کسی بھی قسم کا عیب نہ ہو، اسی طرح حورِ عین بھی ہوں گی جن کے اندر کسی بھی طرح کا کوئی عیب نہیں ہوگا بلکہ وہ کامل خوبیوں اور خوبصورت صفات سے متصف ہوں گی ۔آپ ان کے اندر

(1) (مسلم:۲۸۳۳)

جتنا بھی غور و فکر کریں گے آپ وہی پائیں گے جو قلب کو سرور اور نظروں کو سیرابی عطا کرے گا۔ انتہی

ایک دوسری آیت میں بھی ان کی خوبیوں کا ذکر آیا ہے: اللہ کا فرمان ہے:﴿ كَأَنَّهُنَّ ٱلْيَاقُوتُ وَٱلْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾ ﴾ **[الرحمن: 58]**

ترجمہ: وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔

یعنی: گویا کہ وہ شفافیت میں مانندِ یاقوت اور سفیدی میں مرجان کی طرح ہوں گی(1)۔

سورۂ واقعہ کے اندر جنتی عورتوں کی صفات کے سلسلے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّآ أَنشَأۡنَٰهُنَّ إِنشَآءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلۡنَٰهُنَّ أَبۡكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتۡرَابًا ﴿٣٧﴾ ﴾ **[الواقعة: 35-37]**

ترجمہ: ہم نے ان کی (بیویوں کو) خاص طور پر بنایا ہے،اور ہم نے انہیں کنواریاں بنا دیا ہے، محبت والیاں اور ہم عمر ہیں۔

فرمان الٰہی: (عُرُباً) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے شوہروں سے حد درجہ محبت کرنے والی ہوں گی اور (أَتْرَابا) یعنی: وہ سبھی ایک ہی عمر یعنی ۳۳ سال کی ہوں گی۔

اسی طرح اللہ تعالی نے ان کی پاکیزگی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَلَهُمۡ فِيهَآ أَزۡوَٰجٞ مُّطَهَّرَةٞۖ وَهُمۡ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٥﴾ ﴾ **[البقرة: 25]**

ترجمہ: اور ان کے لیے بیویاں ہیں صاف ستھری، اور وہ ان جنتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

---

(1) (اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ نے ابنِ زید سے روایت کی ہے)۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یعنی: وہ عورتیں حیض، بول وبراز اور ہر اس چیز سے پاک ہوں گی جو دنیا کے اندر ان کے لیے باعثِ اذیت ہوا کرتی تھیں، اور اسی طرح ان کا باطن بھی غیرت سے، اپنے شوہروں کو تکلیف پہنچانے سے، ان پر بے بنیاد الزامات لگانے سے اور اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر مردوں کی چاہت رکھنے سے پاک ہو گا۔" انتہیٰ۔ (1)

اسی طرح اللہ تعالی نے ان کی ایک خوبی یہ بھی بتائی کہ وہ اپنے شوہر کے علاوہ (دیگر لوگوں سے) اپنی نگاہیں پست رکھنے والی ہوں گی، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿ فِيهِنَّ قَٰصِرَٰتُ ٱلطَّرۡفِ ﴾ [الرحمن: 56]

ترجمہ: وہاں (شرمیلی) نگاہوں والی حوریں ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ حُورٞ مَّقۡصُورَٰتٞ فِي ٱلۡخِيَامِ ۝٧٢ ﴾ [الرحمن: 72]

ترجمہ: (گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ان کی یہ صفت کہ (وہ جنتی خیموں میں رہنے والیاں ہیں) یعنی: وہ اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور کے لیے زیب و زینت اختیار نہیں کریں گی بلکہ وہ اپنے شوہروں کے لئے ہی خاص ہوں گی، وہ ان کے گھروں سے باہر نہیں نکلیں گی، خود کو اپنے شوہروں کیلئے اس قدر محصور کر لیں گی کہ ان کے علاوہ (اپنے پاس) کسی کو پھٹکنے تک نہیں دیں گی، اور اللہ پاک نے ان کو اس طور پر متصف فرمایا کہ (وہ

(1) (روضۃ المحبین)

خیموں میں رہنے والیاں ہوں گی) اور یہ صفت سابقہ صفت سے کہیں زیادہ بہتر اور کامل ہے چنانچہ ان میں سے ایک عورت اپنے شوہر سے بے حد محبت کرنے اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کرنے کے لئے اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھیں گی، اور ان کے علاوہ کسی اور پر ان کی نگاہ نہیں پڑے گی"(1)۔انتہی

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر ان کے حسن و جمال اور خوبصورتی کے سلسلے میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں ان سے عقلیں حیران و ششدر رہ جاتی ہیں، اس کی مثال یہ ہے: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، وہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:،،سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے بدرِ منیر کی طرح روشن ہوں گے۔ان کے بعد جو گروہ داخل ہو گا ان کے چہرے آسمان میں روشن ستارے کی طرح تابناک ہوں گے۔سب کے دل ایک جیسے ہوں گے۔ان میں نہ تو باہم بغض و فساد ہو گا اور نہ حسد و عناد ہی ہو گا۔ہر جنتی کی حور عین میں سے دو بیویاں ہو گی۔وہ اس قدر حسین ہوں گی کہ ان کی پنڈلیوں کا گودا ہڈی اور گوشت کے اوپر سے دیکھا جا سکے گا،،(2)۔

ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "حور وہ ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد نگاہیں چکا چوند رہ جائیں گی، ان کے لباس کے پیچھے سے ان کی پنڈلیوں کے گوشت نظر آئیں گے، دیکھنے والے کو ان کے کلیجے میں باریک چمڑے اور صاف و شفاف رنگت کی وجہ سے اپنا چہرہ

(1) (روضۃ المحبین)

(2) (بخاری:۳۲۴۶، مسلم:۲۸۳۴)

آئینے کے مانند نظر آئے گا"(1)۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت زمین کی طرف جھانکے تو آسمان سے لے کر زمین تک روشن کر دے اور اسے خوشبو سے بھر دے، اس عورت کا دوپٹا دنیاو مافیہا سے بہتر ہے"(2)۔

بطور فائدہ ایک سوال:- ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: وہ صفات جو حور کے لئے ذکر کی گئی ہیں؛ کیا دنیا کی عورتیں بھی ان صفات کی حامل ہوں گی؟

جواب:- آپ رحمہ اللہ نے جواباً عرض فرمایا: "جہاں تک مجھے لگتا ہے وہ یہ کہ دنیا کی عورتیں حورِ عین سے بھی افضل اور بہتر ہوں گی حتیٰ کہ ظاہری صفات میں بھی"۔ (واللہ اعلم)

۷. اے مسلمانو! مشروبات بھی جنت کی نعمتوں کا حصہ ہیں جن کی چار قسمیں ہیں: پانی، دودھ، شراب اور شہد۔ یہ تمام کی تمام مشروبات نہروں میں بہتی ہیں جن سے مومن سیرابی حاصل کریں گے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ مَّثَلُ ٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِي وُعِدَ ٱلْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَآ أَنْهَٰرٌ مِّن مَّآءٍ غَيْرِ ءَاسِنٍ وَأَنْهَٰرٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُۥ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّٰرِبِينَ وَأَنْهَٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ ﴾ [محمد: 15]

(1) (فتح الباری)

(2) (بخاری:۲۷۹۶)

ترجمہ: اس جنت کی صفت جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے، یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدبو کرنے والا نہیں، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لئے بڑی لذت ہے اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہیں۔

پانی کے بارے میں اللہ کا کہنا (غیر آسن) اس کا مطلب ہے: لمبی مدت تک پانی کے ٹھہرنے کی وجہ سے اس میں کسی قسم کی کوئی (بدبو) تبدیلی نہیں ہوگی، اور اللہ تعالی کا فرمان: (من خمر لذة للشاربين)اس آیت میں اس بات کی تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ جنت کی شراب دنیوی شراب کی طرح کڑوی نہیں ہوگی بلکہ وہ میٹھی ہوگی، اس شراب کے بارے میں ایک دوسری آیت میں ہے کہ اس میں (غَول) نہیں ہے یعنی: اس شراب میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو پیٹ کے درد کا باعث ہو۔ ﴿ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنزَفُونَ ﴿٤٧﴾ ﴾ [الصافات: 47]یعنی: اس شراب کے پینے کی وجہ سے عقلیں زائل نہیں ہوں گی، اور اللہ تعالی کے فرمان: ﴿مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ کے اندر اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصود ہے کہ (جنت کی شہد) ہر اس گندگی اور ملاوٹ سے پاک ہوگی جو عموماً دنیوی شہد میں ہوا کرتی ہے۔

۸- کھانے اور میوے بھی جنت کی نعمتوں کا حصہ ہیں، صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اول وہلہ میں اہل جنت کی ضیافت مچھلی کی کلیجے کنارے والے حصے سے کرائی جائے گی کیوں کہ یہ سب سے لذیذ ہوتا ہے، اور یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں ہے: ایک یہودی عالم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے امتحان لینے کی غرض سے کچھ سوال کیئے،اس حدیث میں آیا ہے کہ اس نے آپ سے یہ سوال کیا: جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو

ان کو بطور تحفہ کیا پیش کیا جائے گا؟ (تحفہ سے مراد وہ پہلی چیز ہے جو مہمان کے سامنے لطف وانسیت کے اظہار کے لئے ضیافت کے طور پر سب سے پہلے پیش کی جاتی ہے)۔ تو آپ نے فرمایا:،، مچھلی کے جگر کا زائد حصہ،،۔ اس نے کہا:اس کے بعد ان کا کھانا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا:،،ان کے لیے جنت میں بیل ذبح کیا جائے گا جو اس کے اطراف میں چرتا پھرتا ہے،،۔اس نے کہا:اس (کھانے) پر ان کا مشروب کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا:،،اس (جنت) کے سلسبیل نامی چشمے سے ...الخ،،[1] ۔

اہل جنت کے کھانے اور میوے کے سلسلے میں بکثرت دلائل موجود ہیں جن کا تذکرہ کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے، اجمالی طور پر وہ ساری نعمتیں اللہ کے اس فرمان میں مذکور ہیں:

﴿ وَأَمۡدَدۡنَٰهُم بِفَٰكِهَةٖ وَلَحۡمٖ مِّمَّا يَشۡتَهُونَ ﴾ **[الطور: 22]**

ترجمہ: ہم ان کے لیے میوے اور مرغوب گوشت کی ریل پیل کردیں گے۔

۹- اے مومنو! آخرت میں اہل جنت کی سب سے عظیم نعمت رؤیت باری تعالیٰ ہے، چنانچہ حضرت صہیب الرومی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی، آپ نے فرمایا:،،جب جنت والے جنت میں داخل ہو جائیں گے، (اس وقت) اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: تمہیں کوئی چیز چاہیے جو تمہیں مزید عطا کروں؟ وہ جواب دیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے! کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا:،،چنانچہ اس پر

---

(1) (مسلم:۳۱۵)

اللہ تعالیٰ پردہ اٹھا دے گا، تو انہیں کوئی چیز ایسی عطا نہیں ہو گی جو انہیں اپنے رب عز وجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو،،(1)۔

اللہ کے بندو! جنت اور اس کی نعمتوں کے سلسلے میں باتیں بہت ہیں، جس کو جنت اور اہلِ جنت کے اوصاف کے بارے میں مزید معلومات کی خواہش ہو تو اسے ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب: [حادي الأرواح إلى بلاد الأفراح] کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے مالامال فرمائے، اللہ مجھے اور آپ کو قرآن کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحتوں سے مستفید فرمائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ تمام حضرات کے لیے مغفرت کی دعا کرتا ہوں،لہذا آپ بھی اس استغفار کیجئے،بلاشبہ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد!

حمد و صلاۃ کے بعد!

جان لیجئے -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال کیا اور کہا: "جنت میں سب سے کم درجے کا (جنتی) کون ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ (ایسا) آدمی ہو گا، جو تمام اہل جنت کو جنت میں بھیج دیے جانے کے بعد آئے گا، تو اس سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جا۔وہ کہے گا: میرے رب! کیسے ؟ لوگ اپنی اپنی منزلوں میں قیام پزیر ہو چکے ہیں، اور جولینا تھا سب کچھ لے چکے ہیں، تو اس سے کہا جائے گا: کیا تم اس پر راضی ہو جاؤ گے کہ تمہیں دنیا کے بادشاہوں میں سے

(1) (مسلم:۱۸۱)

کسی بادشاہ کے ملک کے برابر مل جائے؟ وہ کہے گا: میرے رب! میں راضی ہوں۔ اللہ فرمائے گا: وہ (ملک) تمہارا ہوا، پھر اتنا اور، پھر اتنا اور، پھر اتنا اور، پھر اتنا اور، پھر اتنا اور، پانچویں بار وہ آدمی (بے اختیار) کہے گا: میرے رب! میں راضی ہو گیا۔ اللہ عز وجل فرمائے گا: یہ (سب بھی) تیرا، اور اس سے دس گنا مزید بھی تیرا، اور وہ سب کچھ بھی تیرا جو تیرا دل چاہے، اور جو تیری آنکھوں کو بھائے۔ وہ کہے گا: اے میرے رب! میں راضی ہوں، پھر (موسیٰ علیہ السلام نے) کہا: پروردگار! تو وہ سب سے اونچے درجے کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہی لوگ ہیں جو میری مراد ہیں، ان کی عزت و کرامت کو میں نے اپنے ہاتھوں سے کاشت کیا، اور اس پر مہر لگا دی (جس کے لیے چاہا محفوظ کر لیا۔) (عزت کا) وہ (مقام) نہ کسی آنکھ نے دیکھا، اور نہ کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال تک گزرا" [1]۔

۱۰- اللہ کے بندو! جنت اور جہنم ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں وہ نہ ہی ہلاک ہوں گی اور نہ ہی فنا ہوں گی۔ اس کی دلیل قرآن و حدیث کے ظاہری نصوص ہیں، جنت میں مومنوں کے اور جہنم میں کافروں کے ہمیشہ ہمیش رہنے کے دلائل قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر وارد ہوئے ہیں، اور جن لوگوں نے ان کے فنا ہونے کی بات کی ہے ان کا قول اتنا کمزور ہے کہ اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، کیوں کہ وہ شرعی نصوص کے ظاہری معنی کے برخلاف ہے، اور اللہ تعالی نے لوگوں کو ایسی باتوں سے خطاب کیا ہے جو وہ سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ جس طرح نصوص وارد ہوئے ہیں ان کو ہو بہو اسی طرح بغیر کسی ردوبدل اور تکلف کے جاری کرنا یا ماننا واجب ہے۔

(1) (اس حدیث کو مسلم: ۱۸۹ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔)

۱۱- اے مومنوں کی جماعت! جنت اور جہنم دو ایسی مخلوق ہیں جو ابھی بھی موجود ہیں، اس کی دلیل اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ ١٣٣﴾ [آل عمران: 133]

ترجمہ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس قول کے اندر محل شاہد أُعدَّت یعنی: "تیار کی گئی" ہے۔

اور حدیث سے دلیل: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ سے کہنا: ،،اے بلال! مجھے وہ عمل بتاؤ جو تم نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو اور تمہارے ہاں وہ زیادہ امید والا ہو کیونکہ میں نے جنت میں اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سنی ہے،،[1]۔

اسی طرح جنت کے مخلوق اور اِس وقت اس کے موجود ہونے کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے: (أُدخِلت الجنة) یعنی: "مجھے جنت میں داخل کیا گیا، وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ موتیوں کے گنبد ہیں اور اس کی مٹی مشک کی طرح خوشبودار ہے..."[2]۔

---

(1) (اس حدیث کو بخاری: ۱۱۴۹، مسلم: ۲۴۵۸ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور مذکورہ الفاظ مسلم کے ہیں۔)

(2) حدیث اسراء کا ایک ٹکڑا ہے جسے امام مسلم (۱۶۳) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ کے بندو! یہ وہ دس امور ہیں جو جنت پر ایمان لانے کے اندر داخل ہیں، ہر صاحبِ ایمان کے لیے ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ جنت اس کے ذہن پر سوار رہے۔ چنانچہ وہ عملِ صالح کے لیے چاق وچوبند ہو اور بے راہ روی اور سستی سے کنارہ کش رہے۔

اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور ایسے قول و عمل (کی توفیق) کا سوال کرتا ہوں جو جنت کے قریب کر دے اور میں جہنم اور ایسے قول و عمل (کے انجام دینے) سے تیری پناہ چاہتا ہوں جو جہنم سے قریب کر دے۔

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

ترجمہ: طارق بدر سنابلی

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-۵
(جہنم کی صفت)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاوسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا انہیں اپنے رسولوں کی زبانی مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ ﴾ **[المؤمنون: 115]**

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔

اے مومنو! گزشتہ دو خطبات میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے سے متعلق گفتگو کی گئی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کے بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، لوگوں کو میدان محشر میں جمع کرنا، جزاوسزا اور حساب وکتاب اور جنت کی نعمت، آج ہم ان شاء اللہ جہنم کی صفت وکیفیت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

۱- اللہ کے بندو! آخرت کے دن پر ایمان لانے میں جنت اور جہنم پر اور اس بات پر ایمان لانا داخل ہے کہ یہ دونوں مخلوق کا ابدی ٹھکانہ ہیں، چنانچہ جنت نعمت کا گھر ہے جسے اللہ نے مومن ومتقی بندوں کے لئے تیار کیا ہے، اور جہنم عذاب کا گھر جسے اللہ تعالی نے دو قسم کے لوگوں کے لئے تیار کیا ہے: کافر اور وہ مومن جو کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔

۲-اے مومنو! جہنم میں جانے والے مومنوں کو عذاب دینے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ انہیں گناہوں سے پاک وصاف کیا جاسکے، اس کے بعد اللہ تعالی انہیں جنت میں داخل فرمائے گا، کیوں کہ جنت پاک مقام ہے، اس لئے وہاں صرف پاک وصاف نفوس ہی داخل ہوں گے، اور گناہ غلاظت وناپاکی سے عبارت ہے، اس لئے پہلے ان گناہوں سے پاک وصاف کرنا واجب ہے، یہ اللہ پاک کی حکمت ہے، لیکن اللہ تعالی کبیرہ گناہوں کے مرتکب موحد بندوں کو معاف کرکے انہیں بغیر کسی عذاب کے بھی جنت میں داخل کرسکتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ ﴾ **[النساء: 48]**

ترجمہ: یقینا اللہ تعالی اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالی جسے بخش دے، تو یہ اس کا فضل ہے، اور جسے عذاب سے دوچار کرے، تو یہ اس کا عدل ہے، رہی بات کافر کی تو اسے عذاب میں مبتلا کرنے میں اللہ کی حکمت یہ ہے کہ اسے ذلیل وخوار کیا جائے، اس سزا سے اس کی پاکی وطہارت مقصود نہیں، کیوں کہ خباثت اس کے

باطن میں جڑ جما چکی ہوتی ہے، جو آگ سے بھی دور نہیں ہو گی، اس لئے وہ ہمیشہ ہمیش جہنم میں ہی رہے گا، اللہ کی پناہ(1)۔

۳۔ جہنم میں مختلف قسم کا عذاب اور سزا ہو گی، جو ہمارے خیال و تصور میں بھی نہیں آسکتی، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّآ أَعۡتَدۡنَا لِلظَّٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمۡ سُرَادِقُهَاۚ وَإِن يَسۡتَغِيثُواْ يُغَاثُواْ بِمَآءٖ كَٱلۡمُهۡلِ يَشۡوِي ٱلۡوُجُوهَۚ بِئۡسَ ٱلشَّرَابُ وَسَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ۝٢٩﴾ **[الكهف: 29]**

ترجمہ: ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی۔ اگر وہ فریاد رسی چاہیں گے تو ان کی فریاد رسی اس پانی سے کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہو گا جو چہرے بھون دے گا، بڑا ہی برا پانی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَعَنَ ٱلۡكَٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمۡ سَعِيرًا ۝٦٤ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدٗاۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيّٗا وَلَا نَصِيرٗا ۝٦٥ يَوۡمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمۡ فِي ٱلنَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيۡتَنَآ أَطَعۡنَا ٱللَّهَ وَأَطَعۡنَا ٱلرَّسُولَا۠ ۝٦٦﴾ **[الأحزاب: 64-66]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کوئی حامی و مددگار نہ پائیں گے۔ اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کی اطاعت کرتے۔

۴۔ معلوم ہوا کہ کافر ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہیں گے، لیکن گناہ گار مومنوں کو۔اگر اللہ نے معاف نہیں کیا۔تو ایک متعینہ مدت تک اس میں عذاب چکھیں گے، اپنے کئے ہوئے

---

(1) دیکھیں: "أضواء البيان" میں سورۃ الجاثیۃ کی اس آیت کی تفسیر: ﴿ولهم عذاب مهين﴾، آیت: 9.

گناہوں کے بقدر عذاب سے دوچار ہوں گے، جیسے زبان کے گناہ، یا شرمگاہ کے گناہ، یا رشتہ داروں سے بے تعلقی، یا حرام (گانے اور باتیں) سننا، یا حرام چیز کی طرف دیکھنا، یا حرام مال کھانا وغیرہ، البتہ سجدہ کے مقامات کو آگ نہیں چھو سکے گی، اس سے نماز کا مقام ومرتبہ ظاہر ہوتا ہے، ان میں سے کسی کے ٹخنے تک آگ پہنچے گی تو کسی کے گھٹنے تک، کسی کی کمر تک پہنچے گی، جہاں ازار باندھا جاتا ہے، اور ان میں سے کسی کی ہنسلی کی ہڈی تک [1]۔ اس سے مراد وہ ہڈی ہے جو حلق اور گردن کے بیچ میں ہوتی ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شدت وخفت کے اعتبار سے ان کا عذاب مختلف ہوگا، چنانچہ جب وہ اپنی سزا کاٹ لیں گے تو انہیں جہنم سے نکال لیا جائے جبکہ وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے، اس کے بعد انہیں جنت کے ابتدائی حصہ میں واقع ایک نہر میں ڈالا جائے گا، جسے آب حیات کہا جاتا ہے، چنانچہ وہ ایسے نمو پائیں گے جیسے قدرتی بیج پانی کے بہاؤ میں اگتا ہے [2]۔ جب گناہ گار مومن اپنے گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں گے تب انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

۵- جہنم کی بناوٹ بہت بڑی ہے، اس کا منظر بہت ہولناک اور اس کی جھلس بہت سخت ہے، اس کی بناوٹ کے بڑے ہونے کی دلیل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں: اس دن جہنم کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس میں ستر ہزار لگام لگی ہوگی، ہر لگام کو ستر ہزار فرشتے پکڑ کر گھسیٹ رہے ہوں گے [3]۔

---

(1) اسے مسلم (۲۸۴۵) نے سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: صحیح البخاری (۷۴۳۷، ۷۴۳۹) اور صحیح مسلم (۱۸۲) بہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

(3) دیکھیں: صحیح مسلم (۲۸۴۲)، یہ قول مرفوع حدیث کے حکم میں ہے، جیسا کہ حدیث کا علم رکھنے والے اس سے واقف ہیں۔

۶-اس کا منظر خوفناک ہوگا، یہ اللہ تعالی کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے: ﴿ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ ﴾ [المرسلات: 32]

ترجمہ: یقینا دوزخ چنگاریاں پھینکتی ہے جو مثل محل کے ہیں۔

معلوم ہوا کہ جہنم کی چنگاریاں اپنے حجم میں محل کی مانند ہے، (آیت میں وارد لفظِ) قصر، قصرة کی جمع ہے، جس کے معنی درخت کی جڑ کے ہوتے ہیں (1)، چنانچہ جہنم سے اڑنے والی چنگاریاں درخت کی جڑوں کی مانند ہوں گی، ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

۷-اس کی جھلس کی حدت وشدت کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترّواں (۷۰) حصہ ہے، عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول! یہ دنیا کی آگ ہی کافی تھی۔ آپ نے فرمایا: وہ آگ اس پر انہتر (۶۹) حصے زیادہ کردی گئی ہے اور اس کا ہر حصہ دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے" (2)۔

۸-اے مسلمانو! جہنم کے سات دروازے ہیں، ان میں سے ہر ایک دروازے کے لئے لوگوں کا ایک خاص اور معلوم حصہ بٹا ہوا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ ﴾ [الحجر: 43-44]

ترجمہ: یقینا ان سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں، ہر دروازے کے لیے ان کا حصہ بٹا ہوا ہے۔

۹-جہنمیوں کے کھانے بھی ان کے درجات کے اعتبار سے الگ الگ ہوں گے، کیوں کہ جہنمیوں

---

(1) دیکھیں: تفسیر ابن جریر طبری میں مذکورہ آیت کی تفسیر۔

(2) اسے بخاری (۳۲۶۵) اور مسلم (۲۸۴۳) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

کا عذاب ان کے گناہوں کے اعتبار سے کمیت اور کیفیت میں ایک دوسرے سے مختلف ہو گا، کچھ جہنمیوں کا کھانا پیپ ہو گا۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ ﴾ [الحاقة: 36]

ترجمہ: اور نہ سوائے پیپ کے اس کی کوئی غذا ہے۔

غسلین سے مراد جہنمیوں کے زخموں سے بہنے والا پیپ ہے۔

کچھ جہنمی ایسے ہوں گے جن کا کھانا کانٹے دار درخت ہوں گے، یعنی خشک کانٹے دار پودے ہوں گے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ لَّيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِن ضَرِيعٍ ﴿٦﴾ ﴾ [الغاشية: 6]

ترجمہ: ان کے لئے سوائے کانٹے دار درختوں کے اور کچھ کھانے کو نہ ہو گا۔

کچھ جہنمیوں کا کھانا تھوہر کا درخت ہو گا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ شَجَرَتَ ٱلزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ ٱلْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَٱلْمُهْلِ يَغْلِي فِي ٱلْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ ٱلْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ ﴾ [الدخان: 43-46] (1)

ترجمہ: بے شک زقوم (تھوہر) کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے، جو مثل تلچھٹ کے ہے اور پیٹ میں کھولتا رہتا ہے، مثل تیز گرم پانی کے۔

زقوم وہ درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے، اور دیکھنے اور کھانے میں بہت ناگوار ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ ٱلزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَٰهَا فِتْنَةً لِّلظَّٰلِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيٓ أَصْلِ ٱلْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُۥ رُءُوسُ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ لَءَاكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِـُٔونَ مِنْهَا ٱلْبُطُونَ ﴿٦٦﴾ ﴾ [الصافات: 62-66]

---

(1) دیکھیں: «دفع إيهام الاضطراب عن آيات الكتاب»، سورة الحاقہ میں اس آیت کی تفسیر: ﴿ولا طعام إلا من غسلين﴾.

ترجمہ: کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا سینڈھ (زقوم) کا درخت؟ جسے ہم نے ظالموں کے لئے سخت آزمائش بنا رکھا ہے۔ بے شک وہ درخت جہنم کی جڑ میں سے نکلتا ہے، جس کے خوشے شیطانوں کے سروں جیسے ہوتے ہیں، (جہنمی) اسی درخت سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔

۱۰- جہاں تک جہنمیوں کے مشروب کی بات ہے تو انہیں گرم پانی پلایا جائے گا اور ان کے سروں پر بہایا جائے گا، اس کے ذریعہ انہیں جسم کے ظاہری حصے کو بھی عذاب دیا جائے گا اور شکم کے باطنی حصے کو بھی، جس سے ان کی کھالیں گل جائیں گی اور آنتیں کٹ جائیں گی، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ يُصَبُّ مِن فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ ﴿٢٠﴾﴾ **[الحج: 19-20]**

ترجمہ: کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے اور ان کے سروں کے اوپر سے سخت کھولتا ہوا پانی بہایا جائے گا۔ جس سے ان کے پیٹ کی سب چیزیں اور کھالیں گلا دی جائیں گی۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾﴾ **[محمد: 15]**
ترجمہ: انہیں گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

جہنمیوں کے عذاب کے لئے مشروبات کی اور بھی قسمیں ہوں گی جن کی طرف اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے: ﴿هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾﴾ **[ص: 57-58]**

ترجمہ: یہ ہے، پس اسے چکھیں، گرم پانی اور پیپ۔ اس کے علاوہ اور طرح طرح کے عذاب۔

غسّاق کے معنی ہیں: جہنمیوں کی کھالوں سے بہنے والی پیپ۔

۱۱- قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا، وہ تین قسم کے لوگ یہ ہیں: فرعون اور اس کے پیروکار، بنو اسرائیل میں سے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، اور منافقین، اس کی دلیل حق تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدْخِلُوٓاْ ءَالَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ ٱلْعَذَابِ ۝٤٦﴾ **[غافر: 46]**

ترجمہ: جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

نیز اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا: ﴿فَمَن يَكْفُرْ بَعْدُ مِنكُمْ فَإِنِّيٓ أُعَذِّبُهُۥ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهُۥٓ أَحَدًا مِّنَ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝١١٥﴾ **[المائدة: 115]**

ترجمہ: پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد ناحق شناسی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔

اور اللہ تعالی نے منافقوں کے تعلق سے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ﴾ **[النساء: 145]**

ترجمہ: منافق تو یقینا جہنم کے سب سے نیچے کے طبقہ میں جائیں گے۔

۱۲- قیامت کے دن سب سے ہلکے (اور کم) عذاب والا وہ شخص ہو گا جس کے پاؤں تلے دو انگارے رکھے جائیں گے جن کی وجہ سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا[1]۔

۱۳- تمام کے تمام لوگ جہنم سے گزریں گے، خواہ وہ مومن ہوں یا کافر، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝٧١﴾ **[مريم: 71]**

---

(1) اسے بخاری (۶۵۶۱) اور مسلم (۲۱۳) نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی، فیصل شدہ امر ہے۔

لیکن جن مومنوں کو اللہ تعالی نجات دینا چاہے گا، انہیں آگ چھو بھی نہیں سکے گی، بلکہ وہ اس کے اوپر (پُل) صراط سے گزر جائیں گے اور آگ انہیں نہیں چھو سکے گی، لیکن اللہ تعالی جسے عذاب سے دوچار کرنا چاہے گا، خواہ وہ گناہ گار مومن ہو، یا کافر، تو پل صراط سے لگے ہوئے آنکڑے (کانٹے دار کیل) اسے اچک لیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے، لیکن مومنوں کو ان کے گناہوں کے بقدر ہی جہنم کی سزا دی جائے گی، اس کے بعد انہیں وہاں سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے گا، البتہ کافروں کو ہمیشہ ہمیش جہنم میں ہی رہنا ہو گا، مذکورہ آیت کے اخیر میں اللہ تعالی کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے: ﴿ ثُمَّ نُنَجِّي ٱلَّذِينَ ٱتَّقَواْ وَّنَذَرُ ٱلظَّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ ﴾ **[مریم: 72]**

ترجمہ: پھر ہم پرہیز گاروں کو تو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اسی میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے [1]۔

آیت میں وارد جِثیا کے معنی ہیں: گھٹنوں کے بل گرنا، جو کہ بیٹھنے کی سب سے بری کیفیت ہے، کیوں کہ انسان گھٹنوں کے بل اسی وقت بیٹھتا ہے جب اسے کوئی مصیبت لاحق ہوتی ہے [2]۔

۱۴- جہنمیوں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک کر لایا جائے گا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ وَنَسُوقُ ٱلْمُجْرِمِينَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ ﴾ **[مریم: 86]**

---

(1) فائدہ کے لئے ملاحظہ کریں: سورۃ مریم کی سابقہ آیت کی تفسیر میں شنقیطی رحمہ اللہ کا قول۔

(2) دیکھیں: تفسیر ابن جریر میں مذکورہ آیت کی تفسیر۔

ترجمہ: گناہ گاروں کو سخت پیاس کی حالت میں جہنم کی طرف ہانک کر لے جائیں گے۔

آیت میں وارد لفظِ وِرد کے اصل معنی ہیں: پانی کے پاس آنا، چونکہ پانی کے پاس آدمی پیاس کی وجہ سے ہی آتا ہے، اس لئے یہاں پیاسی جماعت پر لفظ وِرد ہی کا اطلاق کیا گیا ہے۔

۱۵- اس دن جہنمیوں کی کچھ علامتیں ہوں گی جن سے فرشتے انہیں پہچان لیں گے، جب انہیں پہچان لیں گے تو انہیں ان کی پیشانیوں اور قدموں سمیت پکڑ کر پوری قوت اور سختی کے ساتھ جہنم میں پھینک دیں گے، اللہ کی پناہ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ يُعْرَفُ ٱلْمُجْرِمُونَ بِسِيمَٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِٱلنَّوَٰصِى وَٱلْأَقْدَامِ ۝٤١ ﴾ **[الرحمن: 41]**

ترجمہ: گناہ گار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے اور ان کی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔

نیز فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُدَعُّونَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝١٣ ﴾ **[الطور: 13]**

ترجمہ: جس دن وہ دھکے دے دے کر آتش جہنم کی طرف لائے جائیں گے۔

يُدَعُّون کے معنی ہیں: پوری قوت اور بے رحمی کے ساتھ انہیں جہنم میں داخل کیا جائے گا۔

۱۶- جہنمیوں کو ایک عذاب یہ بھی دیا جائے گا کہ انہیں منھ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِى ٱلنَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا۟ مَسَّ سَقَرَ ۝٤٨ ﴾ **[القمر: 48]**

ترجمہ: جس دن وہ منھ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) دوزخ کی آگ لگنے کے مزے چکھو۔

جہنمیوں کا ایک عذاب یہ بھی ہو گا کہ انہیں آگ کا لباس پہنایا جائے گا، جیسا کہ اس آیت میں اس کا ذکر آیا ہے: ﴿ فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ ﴾ [الحج: 19]

ترجمہ: کافروں کے لئے تو آگ کے کپڑے بیونت کر کاٹے جائیں گے۔

نیز انہیں پیتل کا لباس آگ میں لپٹا کر پہنایا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ ﴾ [إبراهيم: 50]

ترجمہ: ان کے لباس گندھک کے ہوں گے۔

سرابیل کے معنی ہوتے ہیں: قمیص، قَطران سے مراد آگ میں پگھلایا ہوا پیتل ہے۔

جہنمیوں کو ایک عذاب یہ بھی دیا جائے گا کہ انہیں لوہے کی ہتھوڑے سے مارا جائے گا، جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَلَهُم مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ ۝٢١ ﴾ [الحج: 21]

ترجمہ: اور ان کی سزا کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہیں۔

مقامع، مقمعۃ کی جمع ہے، جو بھالا کی طرح لوہے کا ایک ہتھیار ہے جس سے ہاتھی کے سر پر مارا جاتا ہے، آیت میں اس سے مراد لوہے کا بڑا ہتھوڑا ہے، جس سے جہنم کے داروغے جہنمیوں کو ماریں گے۔ اللہ کی پناہ۔

۱۷- جہنم (کی آگ) -اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے- دیکھتی اور غصہ سے بھڑتی ہے، دھاڑتی اور چنگھاڑتی ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ۝١٢ ﴾ [الفرقان: 12]

ترجمہ: جب وہ انہیں دور سے دیکھے گی تو یہ اس کا غصے سے بھڑنا اور دھاڑنا سنیں گے۔

یعنی جہنم کی آگ جب کافروں کو حشر کے میدان میں دیکھے گی تو وہ اس کے بپھرنے کی آواز سنیں گے، یعنی اس کے کھولنے کی آواز، نیز وہ اس کی دھاڑنے اور چنگھاڑنے کی آواز سنیں گے، یہ دو مشہور آوازیں ہیں، لیکن ان کی کیفیت کو اللہ تعالی ہی جانتا ہے، فرمان باری تعالی ہے:
﴿إِذَآ أُلۡقُواْ فِيهَا سَمِعُواْ لَهَا شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ۝٧ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ ٱلۡغَيۡظِۖ﴾ [الملك: 7-8]

ترجمہ: جب اس میں یہ ڈالے جائیں گے تو اس کی بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ قریب ہے کہ (ابھی) غصے کے مارے پھٹ جائے۔

یعنی قریب ہوگا کہ وہ غصہ سے پھٹ پڑے، اللہ کی پناہ۔

۱۸- جہنم کی آگ بھڑکتی اور بجھتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿كُلَّمَا خَبَتۡ زِدۡنَٰهُمۡ سَعِيرٗا ۝٩٧﴾ [الإسراء: 97]

ترجمہ: جب کبھی وہ بجھنے لگے گی ہم ان پر اسے اور بھڑکا دیں گے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد:

۱۹- آپ پر اللہ رحم فرمائے! اللہ تبارک وتعالی نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جہنم کو پُر کر دے گا، فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَلَٰكِنْ حَقَّ ٱلْقَوْلُ مِنِّى لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ ﴾ [السجدة: 13]

ترجمہ: لیکن میری یہ بات بالکل حق ہو چکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے پر کر دوں گا۔

۲۰- اللہ کے بندو! جہنم ایک مخلوق ہے (جو ابھی بھی موجود ہے)، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَٱتَّقُوا۟ ٱلنَّارَ ٱلَّتِىٓ أُعِدَّتْ لِلْكَٰفِرِينَ ﴿١٣١﴾ ﴾ [آل عمران: 131]

ترجمہ: اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

اس آیت میں جو موضعِ شاہد ہے وہ: ﴿أعدت﴾ ہے۔

حدیث سے اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ وہ جہنم میں اپنی انتڑیاں گھسیٹ رہا تھا۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے دین ابراہیمی میں تبدیلی کی اور جزیرہ عرب میں بت پرستی کو رواج دیا(1)۔

اور ایک عورت کو آپ نے ایک بلی کے باعث جہنم کی سزا میں مبتلا دیکھا، جسے اس نے باندھ رکھا تھا، اسے کھلایا پلایا نہیں، اور اس کو چھوڑا بھی نہیں کہ زمین کیڑے مکوڑے کھا لیتی(2)۔

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

---

(1) دیکھیں: ابو ہریرہ کی حدیث جسے بخاری (۳۵۲۱) اور مسلم (۲۸۵۶) نے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جسے بخاری (۲۳۶۵) اور مسلم (۲۲۴۲) نے روایت کیا ہے۔

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-٦
(قیامت کے بعض مناظر)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاء وسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا اس نے اپنے رسولوں کی زبانی انہیں مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ﴾ **[المؤمنون: 115-116]**

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔ اللہ تعالی سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبات میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے سے متعلق گفتگو کی گئی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کے بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا،

لوگوں کو میدان محشر میں جمع کرنا، جزاوسزا اور حساب وکتاب، جنت کی نعمت، جہنم کی صفات، اور آج ہم ان شاء اللہ قیامت کے بعض مناظر کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

۱-اللہ کے بندو! آخرت کے دن پر ایمان لانے میں قیامت کے مناظر پر ایمان لانا بھی شامل ہے، ان مناظر میں سے یہ بھی ہے کہ: نامئہ اعمال (فضا) میں اڑرہے ہوں گے، چنانچہ لوگ انہیں (اپنے ہاتھوں سے) حاصل کریں گے، کچھ لوگ اپنے دائیں ہاتھ سے نامئہ اعمال لیں گے، یہ راہ مستقیم پر قائم رہنے والے ہوں گے، جب کہ کچھ لوگ بائیں ہاتھ سے اسے پکڑیں گے، یہ کافر ہوں گے، مومن خوشی خوشی اپنے ہاتھ میں نامئہ اعمال لے گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾﴾ **[الحاقة: 19-24]**

ترجمہ: جسے اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہنے لگے گا کہ لو میرا نامئہ اعمال پڑھو۔مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہو گا۔بلند وبالا جنت میں، جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔(ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے۔

لیکن کافر اپنا نامئہ اعمال بائیں ہاتھ سے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے حاصل کرے گا، جس طرح اس نے کتاب الہی کو پس پشت ڈال رکھا، اسی طرح اس کو اپنا نامئہ اعمال بھی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا، تاکہ اسے مکمل بدلہ مل سکے، چنانچہ وہ حزن وافسردگی اور حسرت کے ساتھ اپنا نامئہ اعمال پکڑے گا، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ

كِتَٰبِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ يَٰلَيْتَهَا كَانَتِ ٱلْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَآ أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ۜ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَٰنِيَهْ ﴿٢٩﴾﴾ **[الحاقة: 25-29]**

ترجمہ: لیکن جسے اس (کے اعمال) کی کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں دی جائے گی، وہ تو کہے گا کہ کاش کہ مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔ اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش! کہ موت (میرا) کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا، میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَٰبَهُۥ وَرَآءَ ظَهْرِهِۦ ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُواْ ثُبُورًا ﴿١١﴾ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ﴿١٢﴾ إِنَّهُۥ كَانَ فِيٓ أَهْلِهِۦ مَسْرُورًا ﴿١٣﴾ إِنَّهُۥ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ ﴿١٤﴾ بَلَىٰٓ ۚ إِنَّ رَبَّهُۥ كَانَ بِهِۦ بَصِيرًا ﴿١٥﴾ ﴾ **[الإنشقاق: 10-15]**

ترجمہ: ہاں جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ تو وہ موت کو بلانے لگے گا۔ اور پھر بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا، یہ شخص اپنے متعلقین میں (دنیا کے اندر) خوش تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اللہ تعالی کی طرف لوٹ کر ہی نہ جائے گا۔ کیوں نہیں، حالانکہ اس کا رب اسے بخوبی دیکھ رہا تھا۔

۲- اے مومنو! قیامت کا ایک منظر یہ ہوگا کہ جہنم کی پشت پر پل صراط قائم کیا جائے گا، پھر لوگ اس پر سے گزریں گے، محمد ﷺ کی امتی سب سے پہلے اس پر سے گزرے گی، وہ پاؤں پھسلنے کی جگہ ہوگی، یعنی پاؤں اس پر پھسلیں گے، ثابت نہیں رہیں گے، اس پر آنکڑے اور سخت قسم کے وسیع وعریض کانٹے لگے ہوں گے، ان میں ایک ایسا کانٹا بھی ہوگا جو خمیدہ (مڑا ہوا) ہوگا، وہ سعدان نامی درخت کا کانٹا ہوگا جو نجد میں ہوا کرتا ہے، پل صراط سے گزرتے ہوئے لوگوں کی تین قسمیں ہوں گی: صحیح سالم نجات پانے والا، زخمی ہو کر نجات پانے والا، اور وہ جو جہنم کی آگ میں گر جائے گا، چنانچہ آنکڑوں اور کانٹوں سے کچھ لوگ بچ جائیں گے، ان کو

نہ زخم آئے گا اور نہ وہ کانٹوں کی گرفت میں آئیں گے، وہ کامل ایمان والے لوگ ہوں جنہوں نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کی نافرمانی سے گریز کرتے رہے۔

اے مسلمانوں! دوسری قسم کے وہ لوگ ہوں گے جو آنکڑوں سے زخمی ہو جائیں گے، لیکن ان کی گرفت میں نہ آسکیں گے اور پل صراط عبور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، ان کے نامئہ اعمال میں ایسے گناہ ہوں گے جن سے جہنم میں دخول واجب نہیں ہوتا، بلکہ صرف زخمی ہونا ہی آخرت میں ان کا عذاب ہو گا، اس کے بعد انہیں نجات مل جائے گی۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہوں گے جنہیں آنکڑے اپنے شکنجے میں لے لیں گے اور قوت کے ساتھ انہیں جہنم میں پھینک دیں گے، یہ ایسے مومن ہوں گے جو اپنے معاصی اور کبیرہ گناہوں کی وجہ سے دخولِ جہنم کے مستحق قرار پائیں گے، یہی منافقوں کی صورت حال بھی ہو گی، انہیں بھی آنکڑے اچک لیں گے اور جہنم کی آگ میں ڈال دیں گے، اللہ کی پناہ۔ لیکن مومنوں کو ان کے گناہوں کے بقدر جہنم میں عذاب دیا جائے گا پھر انہیں نکال دیا جائے گا، البتہ منافقوں کو ہمیشہ ہمیش جہنم کے سب سے نچلے درجہ میں رہنا ہو گا، رہی بات کافروں کی تو انہیں پل صراط قائم کرنے سے پہلے ہی جہنم کی طرف ہانک کرلے جایا جائے گا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَسِيقَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوٓاْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًاۖ ﴾ **[الزمر: 71]**

ترجمہ: کافروں کے غول در غول جہنم کی طرف ہنکائے جائیں گے۔

نیز اللہ تعالی نے فرعون کے تعلق سے فرمایا: ﴿ يَقْدُمُ قَوْمَهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فَأَوْرَدَهُمُ ٱلنَّارَۖ وَبِئْسَ ٱلْوِرْدُ ٱلْمَوْرُودُ ۝٩٨ ﴾ **[هود: 98]**

ترجمہ: وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا۔ وہ بہت ہی برا گھاٹ ہے جس پر لا کھڑے کئے جائیں گے۔

چنانچہ ان میں سے ہر گروہ بت، سورج اور چاند جیسے اپنے معبود کی پیروی کرتے ہوئے (جہنم میں داخل ہو گا)، ہر گروہ اپنے معبود کے ساتھ جہنم میں داخل ہو گا، جہنم ان کے سامنے چمکتی ریت کی طرح نمایاں ہو گی، اس کے حصے آپس میں ایک دوسرے کو چورہ چورہ کر رہے ہوں گے، چنانچہ وہ پے درپے اس میں گر جائیں گے۔ اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے [1]۔

اللہ کے بندو! پل صراط پر لوگوں کی رفتار ان کے بس میں نہ ہو گی، اور نہ ان کی جسمانی قوت سے اس کا کوئی سروکار ہو گا، بلکہ ان کے اعمال کے بقدر ان کے گزرنے کی رفتار ہو گی، جیسا کہ اُس حدیث میں آیا ہے (جس میں ہے کہ): ان کے اعمال ان کو لے کر دوڑیں گے [2]۔ چنانچہ جس کا عمل نیک اور عمدہ ہو گا وہ تیز رفتاری کے ساتھ گزر جائے گا، کوئی پلک جھپکنے کی طرح گزر جائے گا، کوئی بجلی کی طرح گزر جائے گا، کوئی ہوا کے گزرنے کی طرح (تیزی سے) گزرے گا، کوئی پرندہ گزرنے کی طرح، کوئی تیز رفتار گھوڑے اور سواری کی طرح اور کوئی آدمی کے دوڑنے کی طرح گزرے گا، یہاں تک کہ آخری آدمی گھسٹ گھسٹ کر گزرے گا، جس کا عمل برا ہو گا وہ سست رفتاری سے گزرے گا، اور اگر وہ جہنم کا مستحق ہو گا تو آنکڑے اسے دبوچ لیں گے [3]۔

---

(1) دیکھیں: صحیح البخاری (۷۴۳۷) اور صحیح مسلم (۱۸۲)، بہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اسی طرح دیکھیں: صحیح البخاری (۴۵۸۱) اور مسلم (۱۸۳) بہ روایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

(2) دیکھیں: صحیح مسلم (۱۹۵) بہ روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ

(3) اس کی دلیل کے لئے ملاحظہ کریں: صحیح البخاری (۷۴۳۷) اور صحیح مسلم (۱۸۲)

٣- اے مومنو! قیامت کا ایک منظر یہ بھی ہو گا کہ کچھ مومنوں کو جنت و جہنم کے درمیان ایک پل پر روکا جائے گا، اس دن ان مومنوں کو جنہیں جہنم کی سزا دی جائے گی، جہنم سے نکلنے کے بعد انہیں جنت و جہنم کے درمیان ایک پل پر روکا جائے گا، تاکہ ان کے دلوں میں جو کینہ کپٹ، حقد و حسد اور بغض و نفرت ہو گی، اس سے ان کو پاک کیا جائے، کیوں کہ پورے طور پر دلوں کے پاک صاف ہونے کے بعد ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے، امام بخاری نے اللہ کے فرمان: ﴿ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ ﴾ **[الأعراف: 43]** کی تفسیر میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل ایمان جہنم سے چھٹکارا پائیں گے تو دوزخ و جنت کے درمیان انہیں ایک پل پر روک لیا جائے گا، پھر دنیا میں جو ایک دوسرے پر ظلم و ستم کیا ہو گا اس کا قصاص اور بدلہ لیا جائے گا، حتی کہ جب وہ پاک صاف ہو جائیں گے تو انہیں جنت میں جانے کی اجازت ہو گی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اہل جنت میں سے ہر ایک جنت میں اپنا مقام دنیا میں اپنے گھر کی نسبت زیادہ جاننے والا ہو گا" (1)۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خبیث و ناپاک نفوس کے لئے پاک جنت میں داخل ہونا زیبا نہیں، جہاں کسی بھی قسم کی خباثت اور ناپاکی نہیں ہو گی، اس لئے خبیث و ناپاک نفوس کے لئے یہ زیبا نہیں ہو گا کہ وہ پاک و صاف جنت میں داخل ہوں (2)۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

---

(1) اسے بخاری (٦٥٣٥) نے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: "فتاوی ابن تیمیہ" (١٤/ ٣٤٤) مع اختصار

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد:

۴- اللہ آپ پر رحم فرمائے! آپ یہ بھی جان رکھیں کہ قیامت کا ایک منظر یہ بھی ہو گا کہ نبی ﷺ قیامت کے دن شفاعت کریں گے، شفاعتِ عظمی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، اس کے علاوہ چار قسم کی شفاعتیں ہوں گی۔ آپ کی پہلی شفاعت مومنوں کے حق میں دخول جنت کے لئے ہو گی، کیوں کہ مومنین جب جنت کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے بند ہوں گے، اس وقت نبی ﷺ درِ جنت پر دستک دیں گے، جنت کا خازن [1] (نگراں) دریافت کرے گا: آپ کون؟ آپ ﷺ فرمائیں گے: محمد۔ وہ کہے گا: مجھے حکم دیا گیا کہ آپ سے قبل کسی کے لئے (دروازہ) نہ کھولوں [2]۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگوں میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے بارے میں سفارش کرے گا اور تمام انبیاء سے میرے پیروکار زیادہ ہوں گے [3]۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جنت میں داخل ہونے والے سب سے پہلے

---

(1) خازن کے معنی ہوتے ہیں محافظ کے، مشہور ہے کہ جنت کے محافظ کا نام: رضوان ہے، جب کہ اس کی کوئی صحیح دلیل نہیں ہے، درست یہ ہے کہ اسے جنت کے خازن اور محافظ سے ہی موسوم کیا جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، یہ فائدہ مجھے شیخ محمد بن علی آدم الأثیوبی رحمہ اللہ سے حاصل ہوا۔

(2) اسے مسلم (١٩٧) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(3) اسے مسلم (١٩٦)، احمد (٣/ ١٤٠) اور دارمی نے اپنے مقدمہ، باب ما أعطي النبي من الفضل میں

شخص ہوں گے، آپ سے قبل کوئی داخل نہیں ہو گا، اس سے نبی ﷺ اور آپ کی امت کا مقام و مرتبہ واضح ہوتا ہے، بایں معنی کہ سب سے پہلے آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل ہو گی۔

نبی ﷺ کی دوسری سفارش ان لوگوں کے حق میں دخول جنت کے لئے ہو گی جن سے کوئی حساب وکتاب نہ ہو گا، اس کی دلیل ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیثِ شفاعت ہے، اس میں ہے کہ: اے محمد! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو جن کا کوئی حساب وکتاب نہیں، جنت کے دائیں دراوازسے جنت میں داخل کریں (1)۔ (2)

نبی ﷺ کی تیسری سفارش ان گناہ گار مومنوں کے حق میں جہنم سے نکلنے کے لئے ہو گی جو اپنے گناہوں کے سبب جہنم میں داخل ہوں گے، آپ ﷺ کی اس حدیث سے یہی سفارش مراد ہے: "ہر نبی کے لیے ایک دعا مقبول تھی جو اس نے دنیا میں کرلی لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنی دعا کو آخرت میں اپنی امت کی سفارش کے لئے محفوظ رکھوں"(3)۔ نیز آپ کی یہ حدیث: "میری سفارش میری امت کے ان لوگوں کے لیے

روایت کیا ہے۔

(1) میں نے کہا: اس سے ان کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، کیوں کہ جنت کے سات دروازے ہیں جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: ﴿لها سبعة أبواب﴾، ان تمام دروازوں کی بجائے ان کا دائیں دروازے سے داخل ہونا ان کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے، کیوں کہ دائیں (جانب) کی فضیلت اسلام میں معلوم ومشہور ہے۔

(2) اسے بخاری (۴۷۱۲) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے بخاری (٦٣٠٤) اور مسلم (١٩٨) نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے "(1)۔

چوتھی سفارش: نبی ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے حق میں عذاب کی تخفیف کے لئے سفارش کریں گے، کیوں کہ وہ آپ ﷺ کا دفاع کرتے تھے اور مشرکوں کی اذیت سے آپ کی حمایت وحفاظت کرتے تھے، عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی ﷺ سے عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا جو آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کی خاطر دوسروں سے خفا ہوتا تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ ٹخنوں تک ہلکی آگ میں ہے، اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کی تہ میں بالکل نیچے ہوتا"(2)۔

اللہ کے بندو! قیامت کے چار مناظر ہیں: نامئہ اعمال کا (فضا میں) اڑنا، جہنم کی پشت پر پل صراط کا قائم ہونا، جنت وجہنم کے درمیان ایک پل پر کچھ مومنوں کا ٹھہرنا، اور نبی ﷺ کی وہ پانچ سفارشیں جو آپ قیامت کے دن کریں گے۔(3)

اے اللہ! ہمیں آخرت میں اپنے نبی محمد ﷺ کی سفارش سے سرفراز فرما۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

---

(1) اسے ترمذی (۲۴۳۵)، ابوداود (۴۷۳۹)، احمد (۲/۲۱۳) نے روایت کیا ہے اور البانی نے المشکاۃ (۵۵۹۸-۵۵۹۹) میں اسے صحیح کہا ہے، بہ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

(2) اسے بخاری (۳۸۸۳) اور مسلم (۲۰۹) اور احمد (۱/۲۰۶) نے روایت کیا ہے۔

(3) دیکھیں: "تہذیب السنن" لابن القیم، کتاب السنۃ، باب فی الشفاعۃ (۵/۲۶۶۹)، ناشر: مکتبۃ المعارف- ریاض

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-۷
(قیامت کے دن کی جانے والی شفاعت کی اقسام)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاوسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا اس نے اپنے رسولوں کی زبانی انہیں مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ﴾ **[المؤمنون: 115-116]**

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔ اللہ تعالی سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبات میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے سے متعلق گفتگو کی گئی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کے بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، لوگوں کو میدان محشر میں جمع کرنا، جزاوسزا اور حساب وکتاب، جنت کی نعمت، جہنم کی صفات،

قیامت کے بعض مناظر، اور آج ہم ان شاء اللہ گفتگو کریں گے قیامت کے دن کی جانے والی شفاعت کی مختلف اقسام کے بارے میں۔

اللہ کے بندو! قیامت کے دن جو مناظر پیش آئیں گے ان میں یہ بھی ہو گا کہ سفارش کرنے والے سفارش کے مستحقین کے لئے سفارش کریں گے، سفارش کرنے والوں کی چھ قسمیں ہیں: رسول، مومن، شہداء، نابالغ بچے، فرشتے اور قرآن۔

ا-رسولوں کا اپنے مومن پیروکاروں کے لئے سفارش کرنا: اس کا تعلق ان متبعین سے ہو گا جو اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوں گے، چنانچہ رسول سفارش کریں گے کہ انہیں جہنم سے نکالا جائے، اس کی دلیل جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب جنتی اور جہنمی کے درمیان فرق ہو جائے گا، اور جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کے لئے کھڑے ہوں گے، (اللہ تعالی) فرمائے گا: جاؤ اور جنہیں تم پہنچانتے ہو انہیں (جہنم سے) نکال لو، چنانچہ وہ اپنے (پیروکاروں کو) نکالیں گے جبکہ وہ جل بھن کر سیاہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں ایک نہر میں ڈال دیں گے جسے (نہرِ حیات) کہا جاتا ہے، ان کے جھلسے ہوئے اعضائے جسم نہر کے کناریں گر جائیں گے، اور وہ ککڑیوں کی مانند (تیزی کے ساتھ) از سر نو سفید ہو کر اُگ جائیں گے، پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم (دوسری بار) سفارش کریں گے تو (اللہ) فرمائے گا: جاؤ، جس کے دل میں قیراط[1] کے برابر بھی ایمان ہو اسے نکال لاؤ، چنانچہ وہ کچھ لوگوں کو نکال لائیں گے، پھر سفارش کریں گے، (اللہ تعالی) فرمائے گا: جاؤ، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی

(1) وزن کا ایک معیار ہے، جو آج کل گیہوں کے دو دانے کے برابر ہوتا ہے۔ دیکھیں: "المعجم الوسیط"۔

ایمان ہو اسے نکال لاؤ..... الحدیث[1]۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان مومنوں کے لئے سفارش کریں جو جہنم میں جا چکے ہوں گے، اس کی ایک دلیل حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ابراہیم (علیہ السلام) قیامت کے دن کہیں گے: اے میرے پروردگار! تو اللہ عزیز وبرتر فرمائے گا: لبیک اے ابراہیم! ابرہیم (علیہ السلام) عرض کریں گے: (میری اولاد کو تونے جہنم میں ڈال دیا)، اللہ تعالی فرمائے گا: جس کے دل میں ایک ذرہ یا ایک دانا کے برابر بھی ایمان ہو، اسے جہنم سے نکال لو[2]۔

۲- اللہ کے بندو! قیامت کے دن پیش آنے والی شفاعت کی دوسری قسم یہ ہو گی کہ جو مومنین جنت میں ہوں گے وہ اپنے ان بھائیوں کے لئے جہنم سے نکلنے کی سفارش کریں گے جو جہنم میں ہوں گے، اس کی دلیل سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: .... یہاں تک کہ جب مومن جہنم سے نجات پالیں گے، قسم اللہ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی پورا پورا حق وصول کرنے (کے معاملے) میں اس قدر اللہ سے منت اور آہ وزاری نہیں کرتا جس قدر قیامت کے دن مومن اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں کریں گے جو آگ میں ہوں گے، وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمارے یہ بھائی بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے اور ہمارے ساتھ دوسرے (نیک) اعمال کرتے تھے (ان کو بھی دوزخ سے نجات فرما) چنانچہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: (جاؤ اور

---

(1) اسے بخاری (۶۵۵۸) اور احمد (۳/۳۲۵) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ احمد کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے ابن حبان (۷۳۷۸) نے روایت کیا ہے، اور شعیب الأرناؤوط نے اپنی تحقیق میں کہا کہ اس کی سند صحیحین کی شرط پر صحیح ہے۔

جسے تم پہچان پاؤ اسے دوزخ سے نکال لو) اور اللہ ان کے چہروں کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ چنانچہ وہ بہت سے ایسے لوگوں کو نکالیں گے جن کی آدھی پنڈلیوں تک یا گھٹنوں تک آگ پکڑ چکی ہو گی۔ پھر واپس آئیں گے اور کہیں گے:(اے ہمارے پروردگار! جنہیں تونے نکالنے کا حکم دیا تھا، ان میں سے کسی کو ہم نے دوزخ میں نہیں چھوڑا)۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں اشرفی کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے۔ پھر وہ واپس آئیں گے اور عرض کریں گے:(اے ہمارے پروردگار! جنہیں تونے نکالنے کا حکم دیا تھا، ان میں سے کسی کو ہم نے دوزخ میں نہیں چھوڑا)۔ اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا کہ جاؤ اور جس کے دل میں آدھی اشرفی کے برابر بھی ایمان ہو اسے بھی نکال لاؤ۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے، پھر لوٹ کر آئیں گے اور عرض کریں گے: (اے ہمارے پروردگار! جنہیں تونے نکالنے کا حکم دیا تھا، ان میں سے کسی کو ہم نے دوزخ میں نہیں چھوڑا)۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جاؤ اور جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو، اسے نکال لو۔ چنانچہ وہ بہت سے لوگوں کو نکالیں گے، پھر کہیں گے:(اے ہمارے رب! ہم نے جہنم میں کسی صاحبِ خیر کو نہیں چھوڑا) ۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کرتے تھے کہ: اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو یہ آیت پڑھو : ﴿إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٖۖ وَإِن تَكُ حَسَنَةٗ يُضَٰعِفۡهَا﴾ [النساء: 40] ”اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر نیکی ہے تو اسے بڑھاتا ہے“(1)۔

۳- اللہ کے بندو! قیامت کے دن پیش آنے والی سفارش کی تیسری قسم یہ ہے کہ فرشتے گناہ گار مومنوں کے حق میں جہنم سے نکلنے کے سفارش کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ بغیر کسی سفارش کے

(1) اسے بخاری (7439) اور مسلم (183) نے روایت کیا ہے۔

محض اپنے فضل و کرم سے بہت سے گروہ کو جہنم سے نکالے گا، مذکورہ سفارشوں کے بعد اللہ عزیز وبرتر فرمائے گا: "فرشتوں نے سفارش کی، نبیوں نے سفارش کی، مومنوں نے سفارش کی، اب ارحم الراحمین کے سوا کوئی باقی نہیں رہا (ایک لفظ میں ہے: صرف میری سفارش رہ گئی)، تو وہ آگ سے ایک مٹھی بھرے گا اور ایسے لوگوں کو اس میں سے نکال لے گا جنہوں نے کبھی بھلائی کا کوئی کام نہیں کیا تھا، اور وہ (جل کر) کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر وہ انہیں جنت کے دہانوں پر (بہنے والی) ایک نہر میں ڈال دے گا، جس کو نہر حیات کہا جاتا ہے، وہ اس طرح (اگ کر) نکل آئیں گے جس طرح (گھاس کا) چھوٹا بیج سیلاب کے خس وخاشاک میں پھوٹتا ہے"(1)۔

جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ: اللہ عزوجل فرمائے گا: .... اب میں اپنے علم اور رحمت کی بنا پر (جہنم سے مخلوق کو) نکالوں گا، فرمایا: چنانچہ ان مومنوں نے جتنے لوگوں کو نکالا تھا ان کے کئی گنا تعداد کو اللہ تعالی نکالے گا اور پھر اس تعداد کے کئی گنا لوگوں کو نکالے گا، اور ان کی گردن پر لکھا دے گا: (اللہ عزوجل کے آزاد کردہ بندے)، پھر وہ جنت میں داخل ہوں گے اور وہاں ان کا نام "جنہمیون" ہو گا(2)۔

۴- اللہ کے بندو! قیامت کے دن پیش آنے والی شفاعت کی چوتھی قسم یہ ہو گی کہ شہداء اپنے مومن بھائیوں کے لئے سفارش کریں گے، اس کی دلیل مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی

---

(1) اسے بخاری (۷۴۳۹) اور مسلم (۱۸۳) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں، راوی حدیث: ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، جو الفاظ قوسین میں لکھے گئے ہیں وہ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے احمد (۳/۳۲۵) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا اور کہا: اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک شہید کے لیے چھ انعامات ہیں، (۱) خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی اس کی مغفرت ہو جاتی ہے، (۲) وہ جنت میں اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے، (۳) عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے، (۴) «فزع الأکبر» (عظیم گھبراہٹ والے دن) سے مامون رہے گا، (۵) اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے، (٦) بہتر (۷۲) جنتی حوروں سے اس کی شادی کی جائے گی، اور اس کے ستر رشتہ داروں کے سلسلے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی"(1)۔

۵-اللہ کے بندو! قیامت کے دن پیش آنے والی سفارش میں پانچویں قسم کی سفارش وہ ہو گی جو بلوغت سے قبل وفات پانے والے بچے اپنے والدین کے حق میں کریں گے، (اس کے لئے حدیث میں) فَرَط کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں: وہ بچہ جو بلوغت سے قبل فوت ہو جائے، اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان ماں باپ کی بھی تین نابالغ اولاد مر جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ان پر اپنی رحمت کے فضل سے بخش دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ان سے کہا جائے گا: جنت میں داخل ہو جاؤ، تو وہ کہیں گے (ہم نہیں داخل ہو سکتے) جب تک کہ ہمارے والدین داخل نہ ہو جائیں، (پھر) کہا جائے گا: (جاؤ) اپنے والدین کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ"(2)۔

---

(1) اسے ترمذی (۱٦٦۳)، ابن ماجہ (۲۷۹۹)، احمد (۴/۱۳۱) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "الجنائز" (ص ۵۰، سنۃ: ۱۴۱۲ھ) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے نسائی (۱۸۷۵) اور احمد (۲/۵۱۰) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح الجامع" (۵۷۸۰) میں صحیح کہا ہے۔

۶-اللہ کے بندو! قیامت کے دن پیش آنی والی سفارش کی چھٹی قسم یہ ہے کہ قرآن مومنوں کے حق میں سفارش کرے گا، اس کی دلیل ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: "قرآن پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اصحابِ قرآن (حفظ و قراءت اور عمل کرنے والوں) کا سفارشی بن کر آئے گا۔ دو روشن چمکتی ہوئی سورتیں: البقرۃ اور آل عمران پڑھا کرو کیوں کہ وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی جیسے وہ دو بادل یا دو سائبان ہوں یا جیسے وہ ایک سیدھ میں اڑتے پرندوں کی دو ڈاریں ہوں، وہ اپنی صحبت میں رہنے والوں (یعنی اسے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں) کی طرف سے دفاع کریں گی"(1)۔

اللہ کے بندو! یہ قیامت کے دن پیش آنے والی چھ قسم کی سفارشیں ہیں، جن سے جہنم میں جانے والے مومنوں کو فائدہ پہنچے گا اور (ان سفارشوں کے ذریعہ) ان مومنوں کو جنت میں جانے کی اجازت ملے گی جو جہنم میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد و صلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ مذکورہ سفارشیں ہر کسی کو حاصل نہیں ہوں گی، بلکہ جس کے اندر سفارش کی شرطیں پائی جائیں گی اسی کے حق میں اللہ تعالی

---

(1) اسے مسلم (۸۰۴) اور احمد (۵/ ۲۴۹) نے روایت کیا ہے۔

سفارش قبول فرمائے گا، ورنہ سفارش رد کر دی جائے گی، اس سفارش کو (الشفاعۃ المثبتۃ) کہا جاتا ہے، یعنی جس کا واقع ہونا ثابت ہے، شفاعت کی دو شرطیں ہیں: اللہ تعالی کا سفارشی کو سفارش کرنے کی اجازت دینا، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ ﴾ **[البقرة: 255]**

ترجمہ: کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کرے۔

نیز یہ کہ: ﴿ وَلَا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ عِندَهُۥٓ إِلَّا لِمَنۡ أَذِنَ لَهُۥۚ ﴾ **[سبأ: 23]**

ترجمہ: سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے۔(1)

دوسری شرط: جس کے حق میں سفارش کی جائے، اس سے اللہ کا راضی ہونا، اس شرط کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَلَا يَشۡفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ٱرۡتَضَىٰ ﴾ **[الأنبياء: 28]**

ترجمہ: وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو۔

نیز یہ کہ: ﴿ يَوۡمَئِذٖ لَّا تَنفَعُ ٱلشَّفَٰعَةُ إِلَّا مَنۡ أَذِنَ لَهُ ٱلرَّحۡمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُۥ قَوۡلٗا ١٠٩ ﴾ **[طه: 109]**

ترجمہ: اس دن سفارش کچھ کام نہیں آئے گی مگر جسے رحمن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

اللہ تعالی ان دونوں شرطوں کو اپنے اس فرمان میں یکجا کر دیا ہے: ﴿ وَكَم مِّن مَّلَكٖ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ لَا تُغۡنِي شَفَٰعَتُهُمۡ شَيۡـًٔا إِلَّا مِنۢ بَعۡدِ أَن يَأۡذَنَ ٱللَّهُ لِمَن يَشَآءُ وَيَرۡضَىٰٓ ٢٦ ﴾ **[النجم: 26]**

---

(1) قرآن نے اکیس مقامات پر اللہ پاک و برتر کی اجازت کے بغیر سفارش کرنے کی نفی کی ہے۔ دیکھیں: "المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الکریم" مادة: شفع

ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی مگر یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالی اپنی خوشی اور اپنی چاہت سے جس کے لئے چاہے اجازت دے دے۔

سفارش اسی کے حق میں (قبول) کی جائے گی جس سے اللہ راضی ہو گا، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر کے لئے سفارش کریں گے لیکن اللہ تعالی ان کی سفارش قبول نہیں کرے گا، کیوں کہ ان کے والد مشرک ہیں، جبکہ سفارشی ابراہیم علیہ السلام ہوں گے جو کہ خلیل اللہ ہیں۔

اے مومنو! یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالی بندہ سے اسی وقت راضی ہو گا جب وہ توحید کو بروئے کار لائے گا، جس کا مطلب ہے: تمام تر عبادتوں کو صرف اللہ پاک کے لئے خالص کرنا، خواہ وہ نماز ہو، دعا ہو، ذبح ہو اور نذر و نیاز وغیرہ ہو۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے:.... میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی سفارش کے لئے محفوظ کرلی ہے، چنانچہ یہ دعا ان شاء اللہ! میری امت کے ہر اس فرد کو پہنچے گی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے فوت ہوا"(1)۔

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دعا وغیرہ جیسی تمام تر عبادتوں کو اللہ کے لئے خالص کرنا اس شخص کے لئے شرط اولین ہے جو قیامت کے دن سفارش کرنے والوں کی سفارش سے بہرہ ور ہونا چاہتا ہے، لیکن وہ شخص جو شرک میں مبتلا رہے، جیسے مخلوقوں سے دعا کرے، یا ان کے نام پر ذبح کرے اور نذر و نیاز مانے...وغیرہ تو ایسے شخص کو کسی کی سفارش حاصل نہیں ہو گی، خواہ وہ جو چاہے کرلے، اور اگر کوئی شخص اس کے حق میں سفارش

(1) اسے ترمذی (۳۶۰۲) نے روایت کیا ہے اور کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

کرے گا بھی تو اس کی سفارش قبول نہیں ہوگی، اگرچہ سفارش کرنے والے رسول ﷺ ہی کیوں نہ ہوں، کیوں کہ شرک، سفارش (کی قبولیت) میں مانع اور رکاوٹ ہے۔

اے اللہ! ہمیں آخرت میں سفارش کرنے والوں کی سفارش سے بہرہ ور فرما۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کے طلب گار ہیں اور اس قول و عمل کے بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں جہنم سے اور اس قول و عمل سے جو جہنم سے قریب کر دے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت اور ہر اس عمل کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کر دے۔

اے اللہ! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ تو ہمیں اپنے پاس سے بخشش عطا فرما اور ہم پر رحم فرما، یقیناً تو خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

اے اللہ ! ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما، چھوٹے ہوں یا بڑے، پہلے کے ہوں یا بعد کے، علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے-۸

(قبر کے فتنہ، اس کے عذاب اور اس کی نعمت پر ایمان لانا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

حمد و ثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی شریعت سازی میں، اپنی تقدیر میں اور جزاء وسزا میں بڑا باحکمت ہے اور اللہ تعالی کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس نے اس مخلوق کے لیے ایک میعاد مقرر فرمایا ہے جس میں انہیں ان اعمال کا بدلہ دے گا جن کا انہیں اپنے رسولوں کی زبانی مکلف کیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ﴾ **[المؤمنون: 115-116]**

ترجمہ: کیا تم یہ گمان کئے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے۔ اللہ تعالی سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے۔

اے مومنو! گزشتہ سات خطبات میں آخرت کے دن پر ایمان لانے کے تقاضے سے متعلق گفتگو کی گئی، جو کہ یہ ہیں: صور میں پھونک مارنا، قیامت کے بڑی نشانیاں، مخلوقات کا دوبارہ اٹھایا جانا، لوگوں کو میدان محشر میں جمع کرنا، جزا وسزا اور حساب وکتاب، جنت کی نعمت، جہنم کی صفات، قیامت کے بعض مناظر، قیامت کے دن پیش آنے والی شفاعت کی اقسام۔ اور آج ہم

ان شاء اللہ ایسے موضوع پر گفتگو کریں گے جس کا تعلق بھی آخرت کے دن پر ایمان لانے سے ہے، اور وہ ہے: قبر کا فتنہ، اس کا عذاب اور اس کی نعمت۔

اللہ کے بندو! فتنہ کا معنی سوال اور امتحان ہے، یہاں فتنہ قبر سے مراد وہ تین سوالات ہیں جو مردہ سے پوچھے جاتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارے نبی کون ہیں؟ اگر مردہ نیک ہو گا تو اللہ تعالی سوال وجواب کے وقت اسے ثابت قدمی عطا کرے گا اور صحیح جواب کی توفیق ارزانی کرے گا، اگر وہ بد عمل ہو گا تو اسے صحیح جواب کی توفیق نہیں ملے گی اور عذاب سے دوچار ہو گا، اللہ کی پناہ۔

میت سے قبر میں سوال کیے جانے کے ثبوت میں تین احادیث وارد ہوئی ہیں:

پہلی: بخاری نے قتادۃ سے اور انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور جنازہ میں شریک ہونے والے لوگ اس سے رخصت ہوتے ہیں تو ابھی وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہوتا ہے کہ دو فرشتے (منکر نکیر) اس کے پاس آتے ہیں، وہ اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص یعنی محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ مومن تو یہ کہے گا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جائے گا کہ تو یہ دیکھ اپنا جہنم کا ٹھکانا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں تمہارے لیے جنت میں ٹھکانا دے دیا۔ اس وقت اسے جہنم اور جنت دونوں ٹھکانے دکھائے جائیں گے۔ اور منافق و کافر سے جب کہا جائے گا کہ اس شخص کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو وہ جواب دے گا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں، میں بھی وہی کہتا تھا جو دوسرے لوگ کہتے تھے۔ پھر اس سے کہا جائے گا: نہ تو نے جاننے کی کوشش کی اور نہ سمجھنے والوں کی رائے پر چلا۔ پھر اسے لوہے کے گرزوں سے بڑی زور سے مارا جائے گا کہ

وہ چیخ پڑے گا اور اس کی چیخ کو جن اور انسانوں کے سوا اس کے آس پاس[1] کی تمام مخلوق سنے گی[2]۔

مردہ سے قبر میں سوال کیے جانے کے ثبوت کی دوسری دلیل براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے: مومن میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا رب (معبود) کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے، میرا رب (معبود) اللہ ہے، پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے، پھر پوچھتے ہیں: یہ کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پھر وہ دونوں اس سے کہتے ہیں: تمہیں یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کو سچ سمجھا۔ پھر ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا لہٰذا تم اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف کا ایک دروازہ کھول دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "پھر جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آنے لگتی ہے، اور تا حد نگاہ اس کے لیے قبر کشادہ کر دی جاتی ہے"۔ فرمایا: اس کے پاس ایک خوب رو انسان آتا ہے، وہ خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوتا ہے اور اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی ہے، وہ کہتا ہے: تمہارے لئے ایسے انعام کی بشارت ہے جس سے تمہیں خوشی ملے گی۔ یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ اس سے عرض کرتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ خیر وبھلائی کی سوغات لانے والا معلوم ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: میں تمہارا نیک عمل

---

(1) حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں جو بات لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سے مراد حیوانات ہیں، کیوں کہ مسند بزار میں ابوہریرہ رضی اللہ کی حدیث آئی ہے: (اس کی چیخ کو انس وجن کے سوا سارے جانور سنیں گے)۔

(2) اسے بخاری (۱۳۷۴) نے روایت کیا ہے۔

ہوں۔وہ شخص کہتا ہے: اے پالنہار! قیامت قائم کردے تاکہ میں اپنے اہل وعیال اور مال ومنال کی طرف لوٹ جاؤں۔

اور رہا کافر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا: اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہاہا! مجھے نہیں معلوم، وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: یہ آدمی کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے: ہاہا! مجھے نہیں معلوم، پھر وہ دونوں اس سے پوچھتے ہیں: تمہارا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے: ہاہا! مجھے نہیں معلوم، تو پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: اس نے جھوٹ کہا، اس کے لیے جہنم کا بچھونا بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دو، تو اس کی تپش اور اس کی زہریلی ہوا (لو) آنے لگتی ہے اور اس کی قبر تنگ کر دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بدشکل انسان آتا ہے، جو بدنما لباس پہنا ہوتا ہے، اس کے جسم سے بدبو پھوٹ رہی ہوتی ہے، وہ عرض کرتا ہے: تجھے برے انجام کی بشارت دی جاتی ہے، یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ کہتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ برائی کا پیغام لانے والا معلوم ہوتا ہے؟ وہ کہتا ہے: میں تمہارا برا عمل ہوں، وہ کہتا ہے: اے پالنہار! قیامت قائم نہ کر(1)۔

مردہ سے قبر میں سوال کیے جانے کے ثبوت کی تیسری دلیل صحیح بخاری کی یہ روایت ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:.... مجھ پر یہ وحی کی گئی ہے کہ تم لوگوں کو قبروں میں آزمایا جائے گا، دجال جیسی آزمائش یا اس کے قریب قریب۔ تم میں سے ہر ایک کے پاس (اللہ کے فرشتے) بھیجے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ تمہارا اس شخص (یعنی محمد

---

(1) اسے امام احمد نے "مسند" (۴/۲۸۷) کی ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ نیز ابو داود (۴۷۵۳) نے بھی روایت کیا ہے اور "مسند" کے محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا کہ: اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، اسی طرح البانی نے " صحیح الجامع" (۱۶۷۶) اور مشکاۃ المصابیح (۱۶۳۰) میں اسے صحیح کہا ہے۔

ﷺ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟ پھر مومن یا یقین رکھنے والا کہے گا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی روشنی لے کر آئے۔ ہم نے (اسے) قبول کیا، ایمان لائے، اور (آپ کا) اتباع کیا۔ پھر (اس سے) کہہ دیا جائے گا تو سو جا در حالیکہ تو مرد صالح ہے اور ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ اور بہر حال منافق یا شکی آدمی، اسماء نے کون سا لفظ کہا مجھے یاد نہیں (جب اس سے پوچھا جائے گا) تو کہے گا کہ میں (کچھ) نہیں جانتا، میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا، وہی میں نے بھی کہہ دیا(1)۔

یہ تینوں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مردہ سے قبر میں سوال کیا جائے گا، لیکن مومن کو اللہ تعالی سوال کے وقت ثابت قدم رکھے گا اور اسے صحیح جواب کی توفیق عطا کرے گا، اگرچہ وہ گناہ گار ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ يُثَبِّتُ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱلْقَوْلِ ٱلثَّابِتِ فِي ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِي ٱلْءَاخِرَةِ ﴾ **[إبراهيم: 27]**

ترجمہ: ایمان والوں کو اللہ تعالی پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

رہی بات کافر اور منافق کی تو وہ سوال کا جواب نہیں دے پائیں گے، چنانچہ اللہ تعالی ان کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جس کا وہ مستحق ہوں گے۔

اے مومنو! آخرت کے دن پر ایمان لانے سے متعلق دوسرا امر ہے: قبر کا عذاب اور اس کی نعمت، اس کی دلیل زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے، وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اگر یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم (اپنے مردوں کو) دفن نہ کروگے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ قبر کے جس عذاب (کی آوازوں) کو میں سن رہا ہوں وہ تمہیں بھی سنا دے۔ پھر آپ

---

(1) اسے بخاری (۱۰۵۳) نے روایت کیا ہے، دونوں لفظ (مومن یا یقین کرنے والا) (منافق یا شک کرنے والا) میں شک ہشام بن عروۃ سے آیا ہے۔

ﷺ نے ہماری طرف رخ پھیرا اور فرمایا: "آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو"۔ سب نے کہا: ہم آگ کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا: ہم قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمام فتنوں سے جو ان میں ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں، اللہ کی پناہ مانگو۔ سب نے کہا: ہم فتنوں سے جو ظاہر ہیں اور پوشیدہ ہیں، اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ مانگو(1)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے نماز میں تشہد پڑھے تو چار چیزوں سے پناہ مانگے، کہے: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ» یااللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیری جہنم کے عذاب سے اور قبر کے عذاب سے اور زندگی اور موت کے عذاب سے اور دجال کے فتنہ سے(2)۔

اللہ کے بندو! قبر کا عذاب دو قسم کے لوگوں کو دیا جائے گا: گناہ گار مومنوں اور کافروں کو، گناہ گار مومنوں کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا گزر دو قبروں پر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کے مُردوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی نہیں کہ کسی بڑی اہم بات پر ہو رہا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ان میں

(1) اسے مسلم (۲۸٦۷) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۱۳۷۷) اور مسلم (۵۸۸) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

ایک شخص تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے بچنے کے لیے احتیاط (1) نہیں کرتا تھا(2)۔

معلوم ہوا کہ چغلخوری کبیرہ گناہ ہے، اسی طرح پیشاب سے نہ بچنا بھی کبیرہ گناہ ہے، اور ان دونوں گناہوں کا مرتکب اپنے گناہوں کے بقدر قبر کے عذاب کا مستحق ہے، تاکہ انہیں ان گناہوں سے پاک وصاف کیا جاسکے، اسی طرح ان کے علاوہ اور بھی گناہ ہیں جن کے بقدر (انسان کو) قبر میں سزا دی جائے گی، کیوں کہ قبر جزا وسزا کا مقام ہے۔

کافروں کو قبر کے عذاب سے دوچار کرنے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ ٱلظَّٰلِمُونَ فِى غَمَرَٰتِ ٱلْمَوْتِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا۟ أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوٓا۟ أَنفُسَكُمُ ٱلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ ٱلْهُونِ بِمَا كُنتُمْ تَقُولُونَ عَلَى ٱللَّهِ غَيْرَ ٱلْحَقِّ وَكُنتُمْ عَنْ ءَايَٰتِهِۦ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾﴾ **[الأنعام: 93]**

ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ ہاں اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالی کے ذمہ جھوٹی باتیں لگاتے تھے، اور تم اللہ تعالی کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان: ﴿الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ﴾ اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں فوراً ہی سزا سے دوچار کیا جائے گا۔

---

(1) یعنی پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی فکر نہیں کرتا تھا، جس کی وجہ سے اس کے کپڑے پر پیشاب کی گندگی لگ جایا کرتی تھی۔

(2) اسے بخاری (۲۱٦) اور مسلم (۲۹۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

اللہ تعالی نے آلِ فرعون کے تعلق سے فرمایا:﴿ ٱلنَّارُ يُعۡرَضُونَ عَلَيۡهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّاۚ وَيَوۡمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدۡخِلُوٓاْ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ أَشَدَّ ٱلۡعَذَابِ ٤٦ ﴾ **[غافر: 46]**

ترجمہ: آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا کہ) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

اللہ کے فرمان:﴿ غُدُوًّا وَعَشِيًّاۚ ﴾ کا مطلب ہے کہ قیامت قائم ہونے سے قبل۔ کیوں کہ اس کے بعد فرمایا:﴿ وَيَوۡمَ تَقُومُ ٱلسَّاعَةُ أَدۡخِلُوٓاْ ءَالَ فِرۡعَوۡنَ أَشَدَّ ٱلۡعَذَابِ ٤٦ ﴾

چنانچہ قیامت سے قبل ہونے والے عذاب اور قیامت کے دن ملنے والے عذاب کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔

رہی بات قبر کی نعمت کی، تو یہ سچے مومنوں کے لئے ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسۡتَقَٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحۡزَنُواْ وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ٱلَّتِي كُنتُمۡ تُوعَدُونَ ٣٠ ﴾ **[فصلت: 30]**

ترجمہ:(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر قائم رہے، ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو) بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔

اس آیت سے استدلال کی بنیاد اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے جو فرشتوں کی زبانی کہا گیا ہے: ﴿وَأَبۡشِرُواْ بِٱلۡجَنَّةِ ﴾ (جنت کی بشارت سن لو)۔ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب روح نکالی جاتی ہے، چنانچہ وفات کے وقت اور روح نکالتے ہوئے جنت کی بشارت دینا نعمت شمار ہوتا ہے، اور یہی محلِّ شاہد (دلیل) ہے۔

قبر میں ملنے والی نعمت کی قرآنی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿ فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ ٱلْحُلْقُومَ ﴿٨٣﴾ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ ﴿٨٤﴾ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ ﴿٨٥﴾ فَلَوْلَآ إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿٨٦﴾ تَرْجِعُونَهَآ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٨٧﴾ فَأَمَّآ إِن كَانَ مِنَ ٱلْمُقَرَّبِينَ ﴿٨٨﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ ﴿٨٩﴾ ﴾ [الواقعة: 83-96]

ترجمہ: جبکہ روح نرخرے تک پہنچ جائے۔ اور تم اس وقت آنکھوں سے دیکھتے رہو۔ ہم اس شخص سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔ پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں اور اس قول میں سچے ہو تو (ذرا) اس روح کو تو لوٹاؤ۔ پس جو کوئی بارگاہ الہی سے قریب کیا ہوا ہوگا اسے تو راحت ہے اور غذائیں ہیں اور آرام والی جنت ہے۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ جب روح نرخرے تک پہنچ جائے اس وقت راحت، غذاؤں اور آرام والی جنت کی بشارت دی جاتی ہے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت سے پتہ چلتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کو جو نعمت ملنے والی ہوتی ہے، اس کا آغاز اس کی موت کے وقت ہی ہو جاتا ہے، اور یہ قبر کی پہلی نعمت ہے۔

قبر میں ملنے والی نعمت کی ایک قرآنی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿ كَذَٰلِكَ يَجْزِي ٱللَّهُ ٱلْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ ٱلَّذِينَ تَتَوَفَّىٰهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمُ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ ﴾ **[النحل: 31-32]**

ترجمہ: پرہیزگاروں کو اللہ تعالی اسی طرح بدلے عطا فرماتا ہے۔ وہ جن کی جانیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوں، کہتے ہیں کہ تمہارے لیے سلامتی ہی سلامتی ہے، جاؤ جنت میں اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

اس آیت سے استدلال کرنے کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالی فرشتوں کی زبانی مومنوں کو ان کی موت کے وقت کہتا ہے: ﴿ ٱدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ ﴾ (جنت میں داخل ہو جاؤ)۔

روح نکلنے سے قبل ہی مومن کو نعمت کی بشارت دی جاتی ہے، اس کی ایک دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے: ﴿ يَٰٓأَيَّتُهَا ٱلنَّفۡسُ ٱلۡمُطۡمَئِنَّةُ ۝٢٧ ٱرۡجِعِيٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةٗ مَّرۡضِيَّةٗ ۝٢٨ فَٱدۡخُلِي فِي عِبَٰدِي ۝٢٩ وَٱدۡخُلِي جَنَّتِي ۝٣٠ ﴾ [الفجر: 27-30]

ترجمہ: اے اطمینان والی روح! تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔

حدیث سے اس بات کی دلیل کہ مومن کو روح نکلنے سے پہلے ہی نعمت کی بشارت دی جاتی ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث ہے، اس میں آیا ہے کہ دو فرشتے مومن کو کہتے ہیں جب وہ قبر کے سوالوں کا جواب کامیابی کے ساتھ دے دیتا ہے: (اے اطمینان والی روح! اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی کی طرف چلی جا)۔ چنانچہ روح خوش ہو جاتی اور نہایت آسانی کے ساتھ جسم سے نکلتی ہے، پھر فرمایا: ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے: میرے بندے نے سچ کہا لہذا تم اس کے لیے جنت کا بچھونا بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف کا ایک دروازہ کھول دو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "پھر جنت کی ہوا اور اس کی خوشبو آنے لگتی ہے، اور تا حد نگاہ اس کے لیے قبر کشادہ کر دی جاتی ہے"۔ فرمایا: اس کے پاس ایک خوب رو انسان آتا ہے، جو خوبصورت لباس زیب تن کیا ہوتا ہے اور اس کے جسم سے خوشبو پھوٹ رہی ہوتی ہے، وہ کہتا ہے: تمہارے لئے ایسے انعام کی بشارت ہے جس سے تمہیں خوشی ملے گی۔ یہی وہ تمہارا دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، وہ اس سے عرض کرتا ہے: تم کون ہو؟ تمہارا چہرہ خیر و بھلائی کی سوغات لانے والا معلوم ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: میں تمہارا نیک عمل ہوں۔ وہ شخص کہتا ہے: اے پالنہار! قیامت قائم کر دے تاکہ میں اپنے اہل

وعیال اور مال ومنال کی طرف لوٹ جاؤں[1]۔

اللہ کے بندو! قبر کے فتنہ، اس کے عذاب اور نعمت کو ثابت کرنے والی کتاب وسنت کی یہ بعض دلیلیں ہیں جن کا تذکرہ ہوا، اس سے صرف کوئی گمراہ شخص ہی اختلاف کر سکتا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ آخرت پر ایمان لانے کے بہت سے فوائد وثمرات ہیں[2]، ان میں کچھ اہم ترین فوائد یہ ہیں:

۱- اس دن کے ثواب کی امید میں اطاعت کی رغبت اور اس کا اہتمام کرنا۔

۲- اس دن کے عذاب کے خوف سے گناہ کرنے اور اس پر راضی رہنے سے ڈرنا۔

۳- مومن کو دنیا کی جن نعمتوں سے محرومی ہوتی ہے، ان کی تلافی کے لئے آخرت کی نعمت اور

---

(1) (1) اسے امام احمد نے "مسند" (۴/۲۸۷) کی ایک لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ نیز ابو داود (۴۷۵۳) نے بھی روایت کیا ہے اور "مسند" کے محققین نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور کہا کہ: اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، اسی طرح البانی نے "صحیح الجامع" (۱۶۷۶) میں اور مشکاۃ المصابیح (۱۶۳۰) میں اسے روایت کیا ہے۔

(2) خطبہ کا یہ حصہ ابن عثیمین کی کتاب: "شرح ثلاثۃ الأصول" ص ۱۰۵ سے ماخوذ ہے۔

ثواب کی امید رکھ کر تسلی حاصل کرنا۔

۴-اللہ تعالی کے عدل وانصاف سے واقفیت، بایں معنی کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا، اگر عمل اچھا ہو گا تو بدلہ بھی اچھا ہو گا اور اگر عمل برا ہو گا تو بدلہ بھی برا ہو گا۔

۵-اللہ کی حکمت کا علم، بایں معنی کہ اللہ نے بندوں کو بے کار پیدا نہیں کیا، بلکہ انہیں ایک عظیم ترین حکمت کے پیش نظر پیدا کیا، جو کہ اس کی عبادت ہے، بایں طور کہ وہ تمام تر اطاعت وعبادت کو انجام دیں اور ہر طرح کی محرمات سے اجتناب کریں، پھر اللہ تعالی اس پر آخرت میں ان کا محاسبہ کرنے والا ہے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کے طلب گار ہیں اور اس قول وعمل کے بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں جہنم سے اور اس قول وعمل سے بھی جو جہنم سے قریب کر دے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت اور ہر اس عمل کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کر دے۔

اے اللہ ! ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرما، چھوٹے ہوں یا بڑے، پہلے کے ہو ں یا بعد کے، علانیہ ہوں یا پوشیدہ۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: تقدیر پر ایمان لانے کا معنی ومطلب

پہلا خطبہ:

الحمد لله العلي الأعلى، الذي خلق فسوى، والذي قدّر فهدى، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰہُ وحده لا شـريك له، له الحمد في الآخرة والأولى، وأشـهد أن محمدًا عبدُ الله ورسوله، بلّغ الرسالة، وأدى الأمانة، ونصح الأمة، وكشف الغمة، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن سار على نهجهم واقتفى، وسلَّم تسليمًا كثيرًا.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچتے رہو، اطاعت کے کاموں کو انجام دینے اور معاصی اور بد اعمالیوں سے بچنے پر صبر کرو، جان رکھو کہ تقدیر پر ایمان لانا ایمان کا ایک ایسا رکن ہے جس کو بروئے عمل لائے بغیر ایمان درست نہیں ہو سکتا، تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے علمِ سابق اور حکمت کے تقاضوں کے مطابق کائنات کی تقدیر مقرر فرمائی۔

۱- اللہ کے بندو! تقدیر پر ایمان لانے میں چار امور شامل ہیں: علم، کتابت، مشیئت اور تخلیق پر ایمان لانا، علم پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے: اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اللہ تعالی ہر چیز سے اجمالی اور تفصیلی طور پر ازل سے ابد تک واقف ہے، خواہ اس کا تعلق اس کے افعال سے ہو جیسے زندگی وموت دینا اور بارش نازل کرنا، یا اس کا تعلق بندوں کے اعمال سے ہو، جیسے ان کی باتیں اور ان کے کام، ان تمام امور سے اللہ تعالی باخبر ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد گرامی ہے: ﴿ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمًا ۝٤٠ ﴾ [الأحزاب: 40]

ترجمہ: اللہ تعالی ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ إِلَّا هُوَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ ۚ وَمَا تَسْقُطُ مِن وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِى ظُلُمَٰتِ ٱلْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ۝٥٩ ﴾ **[الأنعام: 59]**

ترجمہ: اللہ تعالی ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں، (خزانے) ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔

۲- اے مومنو! تقدیر پر ایمان لانے کا دوسرا رکن کتاب پر ایمان لانا ہے، یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ قیامت تک واقع ہونے والی ہر چیز کی تقدیر اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں تحریر فرمایا، یہ اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھا، تقدیر کو لکھنے کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ قُل لَّن يُصِيبَنَآ إِلَّا مَا كَتَبَ ٱللَّهُ لَنَا ﴾ **[التوبة: 51]**
ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ہمیں سوائے اللہ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں سکتی۔

اور یہ فرمان الہی بھی اس کی دلیل ہے: ﴿مَآ أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَآ ۚ ﴾ **[الحديد: 22]**
ترجمہ: نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے، نہ (خاص) تمہاری جانوں میں، مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔
یعنی: اس سے پہلے کہ ہم مخلوق کو پیدا کرتے۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: " اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرمادی تھی "(1)۔

اور عبادۃ بن الصامت نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے پہلی چیز جو اللہ نے پیدا فرمائی وہ قلم تھی۔ پھر اس سے فرمایا کہ لکھو، اس نے کہا: اے میرے رب! کیا لکھوں؟ اللہ تعالی نے فرمایا: قیامت قائم ہونے تک ہر ہر چیز کی تقدیر لکھ"۔ پھر عبادۃ نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے: "جو شخص اس کے سوا (کسی اور عقیدے) پر مر گیا وہ مجھ میں سے نہیں "(2)۔

۳- اے مسلمانو! تقدیر پر ایمان لانے کا تیسرا رکن مشیئت پر ایمان لانا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کائنات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ اللہ تعالی کی مشیئت سے ہو رہا ہے، یعنی اس کی اجازتِ کونیہ سے، خواہ اس کا تعلق اللہ کے افعال سے ہو جیسے زندگی وموت دینا اور امور کائنات کی تدبیر کرنا، یا اس کا تعلق مخلوق کے اعمال سے ہو، جیسے آنا اور جانا، کچھ کرنا اور چھوڑنا، اطاعت اور نافرمانی، اور ان کے علاوہ بندوں کے وہ تمام اعمال جن کو شمار میں لانا ممکن نہیں۔ اللہ تعالی اپنے افعال کے تعلق سے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ﴾ [القصص: 68]

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

---

(1) اسے مسلم (۲۶۵۳) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے ابو داود (۴۷۰۰)، ترمذی (۳۳۱۹) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ابو داود کے روایت کردہ ہیں، اور اسے البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَيَفْعَلُ ٱللَّهُ مَا يَشَآءُ ۝٢٧﴾ [إبراهيم: 27]

ترجمہ: اللہ جو چاہے کر گزرے۔

اور اللہ تعالی نے مخلوق کے افعال کے متعلق فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَـٰتَلُوكُمْ ﴾ [النساء: 90]

ترجمہ: اگر اللہ تعالی چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے یقیناً جنگ کرتے۔

چنانچہ جنگ و قتال جو بندہ کے اعمال میں سے ہے، وہ بھی اللہ کی مشیئت کے بغیر واقع نہیں ہوتا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝١١٢ ﴾ [الأنعام: 112]

ترجمہ: اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے، سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔

اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَآ أَشْرَكُوا۟ ﴾ [الأنعام: 107]

ترجمہ: اگر اللہ تعالی کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے۔

معلوم ہوا کہ اس کائنات میں کوئی چیز اللہ تعالی کی مشیئت کے بغیر واقع نہیں ہوتی، خواہ اس کا تعلق اللہ کے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے، کیوں کہ یہ کائنات اللہ کی ملکیت ہے، اس لئے اس کی ملکیت میں وہی ہوگا جو وہ چاہے گا اور جس کی وہ اجازت دے گا، اگر کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر واقع ہوتی تو اس کی ملکیت ناقص ہوتی، اللہ تعالی اس سے بلند و برتر ہے۔

۴- اے مسلمانو! تقدیر پر ایمان لانے کا تیسرا رکن ہے تخلیق، یعنی اس بات پر ایمان لانا کہ پوری کائنات کو اس کی تمام تر ذوات و صفات اور افعال کے ساتھ اللہ تعالی نے عدم سے وجود میں لایا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ ٱللَّهُ خَـٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ ﴾ [الرعد: 16]

ترجمہ: اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهُۥ تَقْدِيرًا ۝٢ ﴾ [الفرقان: 2]

ترجمہ: ہر چیز کو اس نے پیدا کرکے ایک مناسب اندازہ ٹھہرا دیا ہے۔

اور یہ کہ: ﴿ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ ﴾ [القمر: 49].

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔

اللہ کے بندو! یہ چار امور جن کا ذکر ہوا، وہ تقدیر پر ایمان لانے کے ارکان ہیں، جس نے انہیں سمجھ کر بروئے عمل لایا، اس نے تقدیر پر ایمان لایا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اللہ کی تقدیر کی تین قسمیں ہیں:

۱-پہلی تقدیر: جو اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مقدر فرمائی جب اللہ تعالی نے قلم کو پیدا کیا تو اس سے کہا: قیامت قائم ہونے تک ہر ہر چیز کی تقدیر لکھ[1]۔

دوسری تقدیر: عمری تقدیر، یہ اس وقت لکھی جاتی ہے جب رحم مادر میں نطفہ کی تخلیق ہوتی ہے ، اس وقت یہ لکھا جاتا ہے کہ وہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، اس کی عمر اور اس کے اعمال، خوش بختی وبد بختی، روزی اور ہر وہ چیز لکھی جاتی ہے جو اس کے ساتھ دنیا میں پیش آنے والی ہے، پھر اس

(1) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی، اس کی دلیل عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا جو کہ صادق ومصدوق ہیں: "تم میں سے ہر ایک کی پیدائش اس کی ماں کے پیٹ میں مکمل ہو جاتی ہے۔ چالیس دن تک نطفہ رہتا ہے، پھر اتنے ہی وقت تک منجمد خون کی شکل اختیار کرتا ہے، پھر اتنے ہی روز تک گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالی ایک فرشتہ بھیجتا ہے، اور اسے چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، اس کا رزق اور اس کی عمر لکھ دے اور یہ بھی لکھ دے کہ وہ خوش بخت ہو گا یا بدبخت، اس کے بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے... "(1)۔

۳- سالانہ تقدیر، یہ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں شب قدر میں لکھی جاتی ہے، اس میں آنے والے ایک سال کی تقدیر مقدر کی جاتی ہے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ ۚ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝٣ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝٤ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝٥﴾ [الدخان: 3-5]

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس سے حکم ہو کر ہم ہی ہیں رسول بنا کر بھیجنے والے۔

شیخ عبد الرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: یعنی ہر وہ تقدیری اور شرعی حکم تفصیل کے ساتھ نمایاں کر کے لکھا جاتا ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے دیا ہے، شب قدر میں لکھی جانے والی یہ نمایاں تقدیر ان تحریروں میں سے ایک ہے جنہیں لکھا جاتا اور نمایاں کیا جاتا ہے، چنانچہ یہ تحریر بھی اس پہلی تحریر کے مطابق وموافق ہی ہوتی ہے جس میں

(1) اسے بخاری (۳۲۰۸) اور مسلم (۲۶۴۳) نے روایت کیا ہے۔

اللہ نے تمام مخلوق کی تقدیریں، ان کی زندگیاں، روزیاں، اعمال اور احوال تحریر فرمائے ہیں۔ انتہی

اللہ کے بندو! آپ جان رکھیں _ اللہ آپ کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمائے _ کہ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ اپنے اعمال میں مجبور ہے، خواہ وہ اعمال اچھے ہوں یا برے، کیوں کہ اللہ تعالی نے بندہ کو مشیئت اور قدرت سے نوازا ہے، اسے حق وباطل میں تمیز کرنے کے لئے عقل عطا کیا ہے، جس کے ذریعہ وہ نجات کے طریقوں کو اختیار کرے اور ہلاکت کے راستوں سے باز رہے۔ اللہ نے اسے عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکا ہے، اس بنا پر معاملہ خود بندہ کی طرف لوٹتا ہے، چاہے تو شکر بجالائے اور چاہے تو کفر کرے، چاہے تو راہ مستقیم پر قائم رہے اور چاہے تو گمراہی کا راستہ اختیار کرے، چاہے تو اطاعت کرے اور چاہے تو نافرمانی پر اتر آئے، پھر اللہ تعالی قیامت کے دن اس کا محاسبہ کرے گا اس عمل پر جسے اس نے اختیار کیا اور انجام دیا، اگر عمل اچھا ہو گا تو بدلہ بھی اچھا ملے گا اور اگر عمل برا ہو گا تو بدلہ بھی برا ملے گا، اللہ تعالی نے بندہ کی مشیئت کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ فَمَن شَآءَ ٱتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِۦ مَـَٔابًا ﴾ **[النبأ: 39]**

ترجمہ: جو چاہے اپنے رب کے پاس (نیک اعمال کرکے) ٹھکانا بنالے۔

نیز اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾ **[الكهف: 29]**

ترجمہ: اب جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

اللہ تعالی کا مزید ارشاد ہے: ﴿ فَأْتُوا۟ حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ﴾ **[البقرة: 223]**

ترجمہ: اپنی کھیتیوں میں جس طرح چاہو آؤ۔

آپ یہ بھی جان رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے،اللہ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ:اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں،اے ایمان والو!تم (بھی)ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ !اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما،شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، اور اپنے دین کی حفاظت فرما،اے اللہ !اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما،شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، تو اپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کر دے،اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔

اے اللہ!ہم تیری پناہ چاہتے ہیں تیری نعمت کے زوال سے ، تیری عافیت کے ہٹ جانے سے ، تیری ناگہانی سزا سے اور تیری ہر طرح کی ناراضگی سے۔

اے ہمارے پروردگار!ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال۔اے ہمارے رب!بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔

اے ہمارے رب!ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: شہادت محمد رسول اللہ ﷺ کے شروط اور نواقض

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضل له،ومن يضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله

حمد وصلاۃ کے بعد:

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے،اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے،سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں،اور(دین میں)ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے،اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے مسلمانو!اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے خوف کھاؤ،اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو،اور یہ ذہن نشیں کرلو کہ محمد ﷺ کی رسالت کی گواہی دینے والوں کے لئے یہ گواہی اسی وقت مفید ثابت ہوسکتی ہے جب اس کے ساتھ آٹھ شرطیں[1] پائی جاتی ہوں:

۱-اس کے معانی کو جاننا اور سمجھنا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ وہ اللہ کی جانب سے(بھیجے ہوئے) حقیقی رسول ہیں۔
۲-دل سے اس پر یقین کرنا، جس کی ضد شک وشبہ ہے۔اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان

(1) دیکھیں:"أعلام السنۃ المنشورۃ لاعتقاد الطائفۃ الناجیۃ المنصورۃ"، تالیف: شیخ حافظ الحکمی، ص:۳۹، ناشر: دار المؤید-ریاض

ہے:﴿ إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُواْ ﴾ **[الحجرات: 15]**

ترجمہ: مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر (پکا) ایمان لائیں پھر شک وشبہ نہ کریں۔

۳-ظاہر و باطن میں اس کی پیروی کرنا، بایں طور کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی جائے ،اتباع وپیروی کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿ وَمَن يُسْلِمْ وَجْهَهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ ٱسْتَمْسَكَ بِٱلْعُرْوَةِ ٱلْوُثْقَىٰ ﴾ **[لقمان: 22]**

ترجمہ: جو (شخص) اپنے آپ کو اللہ کے تابع کردے اور ہو بھی نیکو کار تو یقینا اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

۴ -اس (کے مقتضیات کو) قبول کرنا، جس نے شہادتِ محمد رسول اللہ کے لوازمات میں سے کسی بھی جزء کا انکار کیا، اس نے (اس شہادت کا) انکار کیا۔

۵-اخلاص کے ساتھ اس کی گواہی دینا، بایں طور کہ اس کے قائل کا مقصد صرف ایک اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہو، جس کی ضد اس میں شرک کرنا ہے، اس طور پر کہ شہادت محمد رسول اللہ سے دنیا کی کوئی غرض وغایت مقصود ہو جیسا کہ منافقین کا شیوہ ہے۔

٦-صداقت وسچائی کے ساتھ (اس پر قائم رہنا) جس کی ضد کذب بیانی ہے، اس کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے:﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ فَلَيَعْلَمَنَّ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ صَدَقُواْ وَلَيَعْلَمَنَّ ٱلْكَٰذِبِينَ ﴿٣﴾ ﴾ **[العنکبوت: 3]**

ترجمہ: ان لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا یقینا اللہ تعالی انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ " جو شخص سچے دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کو (دوزخ

کی) آگ پر حرام کر دیتا ہے"(1)۔

۷-اس سے اور اس کے ماننے والوں سے محبت کرنا،اور اس سے بغض وعناد رکھنے والوں سے دشمنی کرنا۔

۸-ان باتوں کا انکار کرنا جو اس کی منافی ہیں،شہادت رسول کی منافی باتیں بہت ہیں، سب سے بڑی منافی چیز یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی جائے، جس کا انکار کرنا واجب ہے، اور تمام تر عبادتوں کو صرف ایک اللہ کے لیے خالص کرنا واجب ہے،جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ فَمَن يَكۡفُرۡ بِٱلطَّٰغُوتِ وَيُؤۡمِنۢ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱسۡتَمۡسَكَ بِٱلۡعُرۡوَةِ ٱلۡوُثۡقَىٰ لَا ٱنفِصَامَ لَهَاۗ ﴾ [البقرة: 256]

ترجمہ:جو شخص اللہ تعالی کے سوادوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالی پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔

اے مومنو!شہادت محمد رسول اللہ کے منافی امور پانچ ہیں:

پہلی منافی بات: مذکورہ بالا آٹھ شرطوں میں سے کسی ایک کی یا ایک سے زائد کی مخالفت کرنا۔

دوسری منافی بات: دین کے ایسے حصے کا انکار کرنا جو لازمی طور پر مشہور ومعروف ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت یا آپ کی بشریت کا انکار، یا امت محمدیہ پر آپ ﷺ کے جو حقوق ہیں ان کا انکار، یا اس بات کا انکار کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں، یا یہ انکار کرنا کہ آپ کی رسالت سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے، یا اس بات کا انکار

(1) اسے بخاری (۱۲۸) نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

کرنا کہ آپ نے پورے دین کو (دنیاوالوں تک) پہنچادیا، یا اس چیز کا انکار کہ آپ کی رسالت انسان وجنات کے لئے عام ہے، یا اسلام کے کسی رکن کا، یا شراب، یا چوری، یا زنااور اس طرح کے دیگر کبائر کی تحریم کا انکار۔

شہادت محمد رسول اللہ کی تیسری منافی بات: آپ کی شخصیت پر طعن وتشنیع کرکے آپ کو تکلیف دینا، خواہ آپ ﷺ کی زندگی میں ہو یا آپ کی موت کے بعد، جیسے آپ کی صداقت، یا آپ کی فہم وفراست یا آپ کی عفت پر طعن وتشنیع کرنا، ان تمام سے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی کا انکار لازم آتا ہے، کیوں کہ یہ ایمان کے منافی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کے اندر یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو (نبوت کے لئے) منتخب فرمایا تھا۔

آپ ﷺ کو ایذاء دینے والوں کے کافر ہونے کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾﴾ **[الأحزاب: 57]** ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسواکن عذاب ہے۔

طعن کہتے ہیں رحمت سے دور کرنے کو، جسے اللہ اپنی رحمت سے کردے وہ کافر ہی ہو سکتا ہے۔

آپ ﷺ کی ایذاء رسانی کی ایک شکل آپ کا مذاق اڑانا بھی ہے خواہ سنجیدگی کے ساتھ ہو یا ہنسی مذاق میں۔

آپ کا استہزاء کرنے والوں کے کافر ہونے کی دلیل سورہ توبہ کے اندر اللہ کا یہ ارشاد ہے: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾﴾ [التوبة: 65]

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں بول رہے تھے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں، تم بہانے نہ بناؤ یقینا تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہوگئے۔

شیخ عبدالرحمان بن سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول کا استہزاء و مذاق اڑانا ایسا کفر ہے جو دین سے خارج کردیتا ہے، کیوں کہ دین کی عمارت؛ اللہ، اس کے دین اور اس کے رسولوں کی تعظیم پر کھڑی ہے، ان میں سے کسی ایک کا مذاق اڑانا اس اصول کے منافی اور اس کے حد درجہ مخالف عمل ہے۔ انتہی

چوتھی منافی بات: نواقضِ اسلام میں سے کسی ایک میں واقع ہونا، جیسے اللہ کی عبادت میں شرک کرنا، یا یہ اعتقاد رکھنا کہ کوئی دوسرا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے سے زیادہ کامل ہے، یا آپ کے فیصلے سے کوئی دوسرا فیصلہ زیادہ بہتر ہے، ان لوگوں کی طرح جو طاغوت کے فیصلے کو آپ کے فیصلے پر ترجیح دیتے ہیں، ان حضرات کی طرح جو کمیونزم یا جمہوریت کو اسلامی نظامِ (حکومت) پر ترجیح دیتے ہیں، تو ایسا شخص کافر ہے، یا رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی کسی تعلیم سے بغض کرنا، یا اللہ کے دین، یا اس کے ثواب وعقاب

کا مذاق اڑانا بھی کفر ہے، یا جادو جیسے عمل میں منہمک ہونا، یا اللہ کے دین سے اعراض کرنا (بھی کفر ہے) بایں طور کہ نہ تو اسے سیکھے اور نہ اس پر عمل کرے[1]۔

شہادت رسول کی پانچویں اور آخری منافی بات: آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی شان میں غلو کرنا، اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی تعظیم میں حد سے تجاوز کیا جائے، آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں اور حالت نزع میں بھی اپنے تعلق سے لوگوں کو غلو کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا اور روکا، تا کہ لوگ آپ کی شان میں غلو کرنے سے باز رہیں۔ امت کے تئیں آپ کتنے عظیم ناصح و خیر خواہ تھے، دسیوں احادیث میں آپ ﷺ نے غلو سے منع فرمایا ہے، ان میں سے ایک عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا: "تم لوگ مجھے حد درجہ مت بڑھاؤ جس طرح نصاری نے ابن مریم کو بڑھا دیا، میں بندہ ہوں، اس لئے تم لوگ مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو"[2]، اطراء کہتے ہیں: تعریف میں حد سے تجاوز کرنے کو[3]۔

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن عظیم کی برکت سے فیض یاب کرے، مجھے اور آپ کو اس کی آیات اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ کے لئے بخشش کا طلب گار ہوں، آپ بھی اس سے بخشش طلب کریں، یقینا وہ توبہ واستغفار کرنے والے کو خوب بخشنے والا ہے۔

---

(1) دیکھیں: شیخ محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ کی کتاب: "نواقض الإسلام"

(2) اسے بخاری (۳۴۴۵) نے روایت کیا ہے۔

(3) دیکھیں: "النہایۃ فی غریب الحدیث"

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد:

آپ جان رکھیں-اللہ آپ پر رحم فرمائے-کہ نبی ﷺ کی شان میں غلو کرنے کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم دین اسلام سے خارج کر دیتی ہے اور دوسری قسم اس سے ادنی درجے کی ہے۔

دین سے خارج کرنے والے غلو کی مثال: آپ کے لئے کوئی عبادت انجام دینا، جیسے آپ کو پکارنا، یا ربوبیت کی کوئی خصلت آپ کی طرف منسوب کرنا جیسے بارش نازل کرنے، رزق بہم پہنچانے اور علم غیب رکھنے کی نسبت آپ کی طرف کی جائے، یہ سب باطل، کفریہ اعمال اور آپ ﷺ کی شان میں غلو آمیزی کے مظاہر ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ ﴾ **[الأعراف: 188]**

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا۔

رہا وہ غلو جو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا ہے اور اس کا شمار بدعت غیر مکفرہ میں ہوتا ہے، تو غلو کی یہ قسم بھی پہلی قسم کی طرف لے جاتی ہے، اس کی مثال: آپ ﷺ کے جاہ کی قسم کھانا، یا آپ کی ذات کا وسیلہ پکڑنا، یا آپ کی ولادت کا جشن منانا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ کو اللہ نے نور سے پیدا فرمایا ہے، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالی نے دنیا کو محض آپ کی خاطر ہی وجود میں لایا، آپ کی قبر (کی طرف) رخت سفر باندھنا، اس عمل میں بہت سے لوگ ملوث ہیں، اسے نیکی سمجھ کر انجام دیتے ہیں، جب کہ یہ بدعت ہے، کیوں کہ یہ ایسے عمل کے ذریعے تقرب

حاصل کرنا ہے جس کا شریعت نے حکم نہیں دیا ہے، بلکہ اس سے منع فرمایا ہے، نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "تین مساجد: مسجد الحرام، مسجد الاقصیٰ اور میری اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف (ثواب کی نیت سے) سفر نہ کیا جائے"(1)۔

اس حدیث میں آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی ہے کہ دل میں مسجد نبوی کی طرف سفر کرنے کا ارادہ ہونا چاہئے نہ کہ قبر نبوی کی طرف، جس نے اپنے دل میں قبر نبوی کی طرف رخت سفر باندھنے کی نیت رکھی تو اس نے ایسے عمل کے ذریعہ تقرب حاصل کی جس پر شریعت نے آمادہ نہیں کیا ہے، بلکہ یہ عمل اسی پر لوٹا دیا جائے گا، قبول نہ کیا جائے گا، نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:" جو شخص ایسا کام کرے جس کا حکم ہم نے نہیں دیا تو وہ مردود ہے"، نیز آپ نے فرمایا: "اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے"، یعنی: اعمال کی قبولیت کا دار ومدار نیتوں پر ہے، اگر بندہ مسلم مسجد نبوی میں داخل ہو اور نماز ادا کرے تو اس کا یہ ارادہ پورا ہو جائے گا، اس کے بعد یہ درست ہو گا کہ وہ قبر نبوی کی زیارت کرے، نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ (ابو بکر وعمر) پر سلام بھیجے، اس کے لئے یہ بھی درست ہو گا کہ وہ مسجد قبا جائے اور اس میں دو رکعت نفل ادا کرے، جیسا کہ نبی ﷺ کیا کرتے تھے، اسے یہ بھی اجازت ہو گی کہ وہ مقبرہ بقیع کی زیارت کرے اور اس میں مدفون لوگوں پر سلام بھیجے، اسی طرح شہداء احد اور دیگر قبرستانوں کی زیارت کرنے کا بھی وہ مجاز ہو گا تاکہ عبرت ونصیحت حاصل کرے اور ان میں مدفون لوگوں پر سلام بھیجے۔

اے مسلمانو! نبی ﷺ کی تعظیم کے تعلق سے لوگوں کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم: وہ شدت پسند اور بے راہ لوگ جو آپ ﷺ کی حق تلفی کرتے ہیں اور آپ سے محبت ودوستی، آپ کی اطاعت اور تعظیم وتوقیر کا جو واجبی حق ہے، اسے نہیں ادا کرتے، ان کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: وہ گناہ گار اور غافل لوگ جو آپ کی اطاعت سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔

---

(1) اسے بخاری (۱۹۹۵) اور مسلم (۸۲۷) نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری: وہ غالی قسم کے بدعتی جو نبی ﷺ کی تعظیم میں غلط طریقوں پر چلتے ہیں، جیسے غلو پسند روافض جو اپنے معصوم اماموں -بزعم خویش- کو نبی ﷺ پر فضیلت دیتے ہیں، اسی طرح صوفیہ کا باطنی فرقہ جو اولیاء اور اقطاب کو نبی ﷺ پر فوقیت دیتا ہے۔

دوسری قسم: غلو کرنے والے لوگ، یہ پہلی قسم کے برعکس ہیں، یہ لوگ آپ کو اس مقام سے بھی بڑھا دیتے ہیں جس پر اللہ تعالی نے آپ کو فائز کیا ہے، چنانچہ آپ کے لئے ایسے افعال انجام دیتے ہیں جو خالص اللہ کا حق ہے جیسے دعا و مناجات، نذر و نیاز اور ذبح کرنا وغیرہ، یا آپ کو ایسی صفات سے متصف کرتے ہیں جو خاص اللہ کی صفتیں ہیں، جیسے علم غیب وغیرہ، غلو کی یہ قسم قبر پرستوں میں زیادہ پائی جاتی ہے۔

تیسری قسم: حق پرستوں کی ہے، جو درمیانی رویے کے حامل ہوتے ہیں، یہ آپ ﷺ سے محبت وولایت کا رشتہ رکھتے ہیں، آپ کے شرعی حقوق کو ادا کرتے ہیں، آپ کی شان میں غلو آمیزی سے دور رہتے ہیں، اللہ ہمیں ان میں شامل فرمائے اور ان کے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

نیز یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ پاک وبرتر نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفائے کرام، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

موضوع: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے تقاضے

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے خوف کھاتے رہو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ بندوں پر اللہ کی یہ رحمت ہے کہ اس نے ان کے درمیان ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے پندرہ تقاضے ہیں:

۱- آپ کے اسم گرامی اور نسب نامہ سے واقفیت، آپ کا نسب نامہ یہ ہے: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانۃ بن خزیمۃ بن مدرکۃ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔عدنان اسماعیل کی نسل سے تھے اور اسماعیل ابرہیم علیہ السلام کی نسل سے ۔اس پورے سلسلہ نسب میں آپ کا نام مع ولدیت کے جاننا بھی کافی ہے اور وہ ہے: محمد بن عبد اللہ۔ نیز یہ کہ آپ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔

۲- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ آپ اپنی نبوت کے جن دلائل کے ساتھ مبعوث ہوئے، ان پر ایمان لایا جائے، جو کہ بہت زیادہ ہیں، ان میں سب سے بڑے دلائل یہ ہیں: قرآن کریم کا نزول، چاند کا آپ کے (اشارے سے) دو

ٹکڑے ہونا، کھجور کے تنے کا آپ کے اشتیاق میں بلک کر رونا، آپ کے سامنے کھانے کا تسبیح پڑھنا، آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹنا، تھوڑے سے کھانے کا زیادہ ہو جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستقبل سے متعلق غیبی امور کی خبر دینا۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لایا جائے اور اس پر ایمان لایا جائے کہ آپ اللہ کی جانب سے بھیجے گئے سچے اور برحق رسول ہیں۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کے آخری نبی اور آپ کی رسالت کے آخری رسالت ہونے پر ایمان لایا جائے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ **[الأحزاب: 40]**

ترجمہ: (لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے۔ اور اللہ تعالی ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " میری امت میں عنقریب تیس جھوٹے (دعویدار) نکلیں گے، ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیّین ہوں میرے بعد کوئی (دوسرا) نبی نہیں ہو گا... "(1)۔

---

(1) اس حدیث کو ابوداود (۴۲۵۲) اور احمد (۵/۲۷۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے، اسی طرح "المسند" کے محققین نے بھی اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"(1)۔

۵- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ یہ ایمان لایا جائے کہ آپ کی لائی ہوئی شریعت سابقہ تمام تر شریعتوں کو منسوخ کرنے والی اور ان کی محافظ ہے، مثلاً عیسی اور موسی علیہما السلام کی لائی ہوئی شریعتیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ **[المائدة: 48]**

ترجمہ: ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

۶- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ آپ کی بعثت کے بعد اللہ تعالی کے نزدیک دین اسلام کے سوا کوئی دین قابل قبول نہیں، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى

عبد اللہ بن عمر بن الخطاب سے مسند احمد (۲/ ۱۰۳) میں یہ الفاظ مروی ہیں: اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: یقینا مسیح الدجال سے پہلے تیس یا اس سے زائد جھوٹے (دعویدار) نکلیں گے۔ "المسند" کے محققین نے اسے صحیح لغیرہ کہا ہے۔

(1) اسے بخاری (۳۵۳۵) اور مسلم (۲۲۸۶) نے روایت کیا ہے۔

ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾ [آل عمران: 85]

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اس پر دلالت کرتی ہے: "قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے۔ اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا اور کوئی دین والا) میرا حال سنے پھر ایمان نہ لائے اس پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔(یعنی قرآن) تووہ جہنم میں جائے گا"(1)۔

۷- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے کہ آپ نے (اللہ کے) پیغام کو (دنیا والوں تک) پہنچا دیا اور اسے مکمل کر دیا، نیز اپنی امت کو روشن شاہراہ پر چھوڑ کر (اس دنیا سے گئے)، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ ﴾ [المائدة: 3]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

سنت نبویہ میں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے مسروق سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، انہوں نے کہا: اے ابوعائشہ! تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کسی نے ایک بھی کیا تو وہ

(1) اسے مسلم (۱۵۳) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اللہ پر بڑی بہتان لگائے گا-ان میں سے ایک یہ ذکر کی کہ-جس نے یہ خیال کیا کہ اللہ نے محمد ﷺ پر جو چیزیں اتاری ہیں ان میں سے کچھ چیزیں محمد ﷺ نے چھپا لی ہیں۔ جب کہ اللہ کہتا ہے: ﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ ﴾ [المائدة: 67] "جو چیز اللہ کی جانب سے تم پر اتاری گئی ہے اسے لوگوں تک پہنچا دو"(1)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ فضا میں جو پرندہ بھی اپنے پر پھڑ پھڑاتا ہے، اس سے متعلق بھی آپ نے ہمیں کوئی نہ کوئی علم ضرور دیا"(2)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجۃ الوداع میں یہ گواہی دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ کا فریضہ انجام دے دیا، ان کی تعداد تقریبا چالیس ہزار تھی، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عرض کیا:"میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوط پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے (وہ ہے) اللہ تعالیٰ کی کتاب۔اور تم سے (قیامت میں) میرے بارے میں سوال ہو گا تو پھر تم کیا کہو گے؟"

تو ان سب نے عرض کیا کہ :ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور رسالت کا حق ادا کیا اور امت کی خیر خواہی کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے تھے اور لوگوں کی طرف

---

(1) اسے بخاری (۴۸۵۵) اور مسلم (۲۸۷،۱۷۷) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے احمد نے "المسند" (۵/ ۱۵۳) میں روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

جھکاتے تھے(1) اور فرماتے تھے کہ اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا، اے اللہ! گواہ رہنا۔ تین بار (یہی فرمایا اور یونہی اشارہ کیا)(2)۔

۸- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ آپ تمام انس وجن کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ﴾ **[الأعراف: 158]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ ١٠٧ ﴾ **[الأنبياء: 107]**

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔

سورۃ الجن میں اس بات کا ذکر آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ چند جنات آپ کے پاس آئے اور آپ سے اسلام کی بیعت لی، اس سلسلے میں سورۃ الاحقاف کی چند آیتیں نازل ہوئیں، جو کہ یہ ہیں: ﴿ وَإِذۡ صَرَفۡنَآ إِلَيۡكَ نَفَرٗا مِّنَ ٱلۡجِنِّ يَسۡتَمِعُونَ ٱلۡقُرۡءَانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓاْ أَنصِتُواْۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوۡاْ إِلَىٰ قَوۡمِهِم مُّنذِرِينَ ٢٩ قَالُواْ يَٰقَوۡمَنَآ إِنَّا سَمِعۡنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعۡدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ يَهۡدِيٓ إِلَى

---

(1) یعنی اپنی انگلی کو اوپر نیچے کرتے اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے۔ یہ امام نووی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے۔

(2) اسے مسلم (۱۲۱۸) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ٱلْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٣٠﴾ يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا۟ دَاعِىَ ٱللَّهِ وَءَامِنُوا۟ بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣١﴾ ﴾ [الأحقاف: 29-31]

ترجمہ: یاد کرو! جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں، پس جب (نبی کے) پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے خاموش ہو جاؤ، پھر جب پڑھ کر ختم ہو گیا تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لئے واپس لوٹ گئے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے یقیناً وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے جو سچے دین کی اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔

اللہ تعالی کے حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، سب سے پہلے اپنے قریب ترین رشتہ داروں اور اہل خاندان کو اسلام کی طرف بلایا، پھر عرب، فارس اور روم کے بادشاہوں کے نام خطوط لکھے، حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو خط لکھا، جنوں کو اسلام کی دعوت دی، دعوت کی راہ ہموار کرنے کے لئے غزوات کئے، آپ کے بعد آپ کے صحابہ نے بھی آپ کے نقش قدم کی پیروی کی، چنانچہ انہوں نے بھی دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیا، قرآن وسنت کی حفاظت کی، مرتدوں سے جنگ لڑی، مدعیان نبوت سے قتال کیا، آفاق عالم پر فتح ونصرت کا پرچم لہرایا، چنانچہ ملک شام، مصر اور مراکش کو فتح کیا اور خراسان پر نصرت کا پرچم لہرایا، ہر جگہ توحید کو عام کیا، بتوں کو زیر کیا اور اسلام کی نصرت وفتح کے لئے بیش بہا کارنامے انجام دئے، جو کہ تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں رقم ہیں، اللہ ان پر رحمت کی بارش برسائے

اور انہیں جزائے خیر سے نوازے۔ انہوں نے اور ان کے بعد کی نسلوں نے جو کارنامے انجام دیئے، سب کو قیامت کے دن ان کے میزان حسنات میں شامل فرمائے۔

۹- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ آپ کا طریقہ سب سے اکمل طریقہ ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: "حمد وصلاۃ کے بعد، سب سے بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے، سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز (دین میں) ایجاد کردہ بدعتیں ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے"(1)۔

۱۰- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کے حقوق ادا کیے جائیں، جن میں سر فہرست آپ کی تصدیق کرنا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی کرنا ہے، بایں طور کہ آپ کے حکم کو بجالایا جائے اور آپ کی منع کردہ چیزوں سے گریز کیا جائے، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا بھی آپ کے حقوق میں سے ہے۔

۱۱- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کی بشریت پر ایمان لایا جائے اور اس بات پر کہ آپ اللہ کے بندے ہیں جن کی عبادت کرنا درست نہیں، بہت سی آیتوں کے اندر بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے، مثلاً سورۃ الإسراء میں اللہ تعالی کا یہ فرمان ملاحظہ کریں:

﴿ سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ﴾ **[الإسراء: 1]**

---

(1) اسے مسلم (۱۲۱۸) نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "مجھے میرے مرتبے سے زیادہ نہ بڑھاؤ[1] جیسے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو نصاریٰ نے ان کے رتبے سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، اس لیے یہی کہا کرو (میرے متعلق) کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"[2]۔
نیز اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ﴾ **[الكهف: 110]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔(ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔

آپ کی بشریت پر ایمان لانے سے یہ لازم آتا ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ آپ اور آپ کے علاوہ دیگر تمام انبیاء ورسل بھی ربوبیت اور الوہیت کی کسی بھی خصلت وخوبی کے مالک نہیں ہیں، اللہ تعالی نے اپنے نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں: ﴿ قُل لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ ٱلْغَيْبَ لَٱسْتَكْثَرْتُ مِنَ ٱلْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُ ۚ إِنْ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۞ ﴾ **[الأعراف: 188]**

---

(1) یعنی میری تعریف وستائش کرنے میں۔ دیکھیں: "فتح الباری" میں مذکورہ حدیث کی تشریح۔

(2) اسے بخاری (۳۴۴۵)، احمد (۱/ ۲۳) اور دارمی (۲۷۸۷) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

یہ اور اس جیسی دیگر آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان تھے، نیز آپ ربوبیت والوہیت کی کسی بھی خصلت کے مالک نہیں تھے، چنانچہ آپ نہ تو علم غیب رکھتے تھے، نہ کائنات میں تصرف کرتے تھے اور نہ دعائیں قبول کرتے تھے، بلکہ ہماری ہی طرح اللہ کے بندہ تھے، لیکن اللہ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور یہی صورت حال دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بھی تھی۔

۱۲- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ ان صحیح آثار پر ایمان لایا جائے جو آپ کی سیرت مبارکہ، عمدہ اخلاق واوصاف، جہاد فی سبیل اللہ اور حق کی نشر واشاعت میں آپ کے صبر و تحمل پر دلالت کرتے ہیں۔

۱۳- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کی تمام خَلقی اور خُلقی صفات پر ایمان لایا جائے، مثلاً آپ کی لمبائی، شکل وصورت، چال ڈھال، آپ کے چہرہ مبارک کی صفت اور آپ کی خلقت کا جمال، اسی طرح وہ بلند اخلاق جن سے اللہ نے آپ کو نوازا تھا اور جو آپ کے علاوہ کسی اور کے اندر یکجا نہیں پائے گئے، جیسے سچائی، امانت داری، رحمت ورافت، صلہ رحمی اور عفو ودرگزر وغیرہ، علماء نے آپ کی صفات خَلقیہ اور خُلقیہ سے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

۱۴- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کے حق میں جو شخصی اور شرعی خصوصیات وارد ہوئی ہیں، ان پر ایمان لایا جائے، شخصی خصوصیات کی مثال مہر نبوت ہے،

جو کہ آپ کے بائیں کندھے کے پاس گوشت کا ابھرا ہوا حصہ تھا، اس کی مقدار کبوتر کے انڈے کے برابر تھی۔

آپ کی شخصی خصوصیات کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔

اسی کی مثال یہ بھی ہے کہ آپ کے جسم سے نکلنے والے پسینہ اور (دہنِ مبارک سے نکلنے والے) لعاب میں اللہ نے برکت پیدا فرمائی تھی۔

رہی بات آپ کی شرعی خصوصیات کی تو اس کی چند مثالیں یہ ہیں: آپ کی وراثت کا کوئی حقدار نہیں، آپ پر اور آپ کے آل بیت پر صدقہ حرام ہے، آپ کے حق میں یہ جائز تھا کہ آپ پے درپے ایک سے زائد روزہ رکھیں اور بیچ میں افطار نہ کریں، آپ کو اللہ نے چار سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت دی تھی، نیز اس عورت سے آپ کو نکاح کرنے کی خصوصی اجازت تھی جو اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کردے، اسی طرح آپ کا اسی جگہ پر مدفون ہونا جہاں آپ کی وفات ہوئی، ان کے علاوہ اور بھی خصوصیات ہیں جو آپ کے لئے خاص ہیں۔

۱۵- نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ آپ کی معصومیت [1] پر ایمان لایا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے معصوم تھے:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ دین میں غلطی، بھول چوک اور (کسی بات کو) چھپانے سے معصوم تھے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

(1) لغت میں عصمت کے معنی ہوتے ہیں: روکنے اور حفاظت کرنے کے۔ دیکھیں: (لسان العرب)

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلۡهَوَىٰٓ ۝٣ إِنۡ هُوَ إِلَّا وَحۡيٞ يُوحَىٰ ۝٤ ﴾ [النجم: 3-4]

ترجمہ:نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں ۔وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ ﴾ [المائدة: 67]

ترجمہ:اے رسول !جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے پہنچا دیجیے۔اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچا لے گا۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ شرک میں واقع ہونے سے معصوم تھے، بعثت سے قبل بھی آپ شرک سے معصوم رہے، صحیح نصوص اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ نے کبھی کسی بت کے سامنے نہ تو سجدہ کیا، نہ اسے (تبرک کے لئے) ہاتھ لگایا، اور نہ اس جیسی کوئی ایسی شرکیہ حرکت کی جو آپ کی قوم کے لوگ کیا کرتے تھے، آپ اپنی فطرت کے بموجب اللہ سے آشنا تھے، کئی سالوں تک غار حراء میں جاکر اللہ کی عبادت کرتے اور اس عبادت میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالی کی اس توحید پر قائم رہنا کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں، کیوں کہ اللہ تعالی نے آپ کے اندر سے شیطان کا حصہ دو دفعہ نکالا، پہلی دفعہ جب آپ چھوٹے تھے اور دوسری دفعہ جب آپ بڑے ہوگئے اور آپ کے ساتھ شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔

۳- آپ کی عصمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کبیرہ گناہوں سے معصوم تھے، نبی ﷺ کی سیرت اس پر گواہ ہے، خواہ بعثت سے پہلے ہو یا اس کے بعد، کیوں کہ آپ نے کبھی شراب کو

منہ نہیں لگایا، نہ ہی آپ نے کبھی کسی عورت کو ہاتھ لگایا، چہ جائیکہ اس سے آگے بڑھتے، اور نہ ہی آپ نے کبھی جھوٹ بولا، جیساکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "میں صرف سچ بات ہی بولتا ہوں"، آپ سے کبیرہ گناہ کیسے سرزد ہو سکتا تھا جب کہ آپ نے اپنے صحابہ سے عرض کیا: "اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے اور اس کا تقوی اختیار کرنے والا ہوں"(1)۔

قرطبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اس پر اجماع ہے کہ انبیائے کرام تمام کبیرہ گناہوں کے ساتھ ان صغیرہ گناہوں سے بھی معصوم تھے جن کے اندر رفاشیت اور رذالت پائی جاتی ہے۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ جس نسل سے تھے، وہ نسل زنا سے محفوظ تھی، اللہ تبارک وتعالی نے ہمارے نبی کی نسل کو زمانہ جاہلیت کے زنا سے محفوظ رکھا تھا، خواہ وہ باپ کی جہت سے ہو یا ماں کی جہت سے، آپ کی ولادت اسلامی نکاح کے طرز پر منعقد ہونے والے نکاح سے ہی ہوئی تھی(2)۔

اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے: "میرے والدین کے درمیان کبھی ناجائز رشتہ نہ تھا، اللہ نے مجھے پاک پشت سے پاک رحم میں شفافیت اور پاکیزگی کے ساتھ منتقل فرمایا، جب بھی دو شاخوں (خاندانوں) کا آپس میں رشتہ

---

(1) اسے بخاری (۵۰۶۳) نے روایت کیا ہے۔

(2) حافظ حکمی کی کتاب "معارج القبول" سے معمولی تصرف کے ساتھ منقول، باب: مولده ﷺ، صفحہ: ۱۰۵۱، ناشر: دار ابن القیم - دمام

ہوا تو میں ان میں سب سے بہتر میں تھا"(1)۔

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ رذیل اخلاق سے معصوم تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ پر بات کی جائے تو گفتگو بہت لمبی ہو جائے گی، اتنا کہنا ہی کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عمدہ اخلاق سے متصف اور تمام برے اخلاق سے پاک وبری تھے، اس سلسلے میں ہمارے لئے اللہ تعالی کا یہ فرمان ہی کافی ہے جس کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں:﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝٤ ﴾ **[القلم: 4]**

ترجمہ: بے شک آپ بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے یہ پندرہ تقاضے ہیں، ان تقاضوں پر ایمان لانے اور ان پر عمل پیرا ہونے میں اللہ ہماری مدد فرمائے، اور ہمیں ان لوگوں میں شامل فرمائے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا، آپ کی نصرت ومدد کی اور اس نور کی پیروی کی جس کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے، وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لئے قرآن کریم کو بابرکت بنائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے ہر طرح کے گناہوں سے اللہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقیناوہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور خوب معاف کرنے والا ہے۔

---

(1) اس حدیث کو ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ": ۲۴ میں مختلف طرق سے روایت کیا ہے اور سیوطی نے "الخصائص الکبری": ۱/ ۶۲، ۶۶ میں اس کے شواہد ذکر کئے ہیں، منقول از: "حقوق النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أمتہ "ڈاکٹر محمد بن خلیفہ التمیمی، ناشر: مکتبۃ أضواء السلف- ریاض: ۱۳۸

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ [الأحزاب: 56]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:" تمہارے سب سے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا(1)،اسی دن چیخ ہو گی(2) ۔ اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"(3)۔اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) یعنی صور میں دوسری بار پھونک مارا جائے گا،اس سے مراد وہ صور ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے، یہ وہ فرشتہ ہے جس کو صور میں پھونک مارنے پر مامور کیا گیا ہے، جس کے بعد تمام مردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) یعنی جس سے دنیاوی زندگی کے اخیر میں لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور سب کے سب مر جائیں گے، یہ بے ہوشی اس وقت پیدا ہو گی جب صور میں پہلی بار پھونک مارا جائے گا، دو پھونک کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہو گا۔

(3) اسے نسائی (۱۳۷۳)، ابو داود (۱۰۴۷)، ابن ماجہ (۱۰۸۵) اور احمد (۸/۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود میں اور مسند کے محققین نے (حدیث: ۱۶۱۶۲) کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

موضوع: مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی دس دلیلیں

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو، جان رکھو کہ اس امت کو اللہ تعالی نے یہ اعزاز بخشا کہ سب سے افضل مخلوق کو ان کا نبی اور رسول بنایا، جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ حقیقت میں اخلاق واطوار اور علم و عمل کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ نے پوری دنیا پر اپنا اثر قائم کیا، خواہ جنات ہوں یا انسان، یہاں تک کہ چوپایوں پر بھی آپ کے اثرات مرتب ہوئے، چنانچہ آپ حقیقی معنوں میں ایک عظیم انسان تھے، مطلق طور پر نہ آپ کے ہم مثل زمانے بھر میں کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کچھ متعین زاویوں میں محصور نہیں، بلکہ وہ ہر پہلو کو محیط ہے، آپ کی عظمتِ شان کی دلیلیں سو سے زائد ہیں، ہر دلیل دوسری دلیل سے مختلف ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱- اللہ تعالی نے آپ کو تمام لوگوں میں سے چنا اور منتخب کیا تا کہ آپ رسالت وپیغامبری کی ذمہ داری ادا کریں، اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا﴾ **[النساء: 79]**

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو نبوت اور رسالت دونوں سے نوازا۔

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ اولو العزم رسولوں میں سے ہیں، اولو العزم رسول پانچ ہیں: نوح، ابراہیم، موسی، عیسی اور محمد علیہم الصلاۃ والسلام۔

۴- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی ایسی نشانیوں سے سرفراز کیا جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں، ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "إغاثۃ اللھفان"(1) کے اخیر میں ذکر کیا ہے کہ یہ نشانیاں ایک ہزار سے زائد ہیں، یہ بندوں پر اللہ کی رحمت ہے، تاکہ آپ کی نبوت پر ایمان لانے اور (آپ کی باتوں کو) تسلیم کرنے میں یہ نشانیاں معاون اور مخالفین کی دلیل کے لئے شمشیرِ براں ثابت ہوں۔

۵- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک ایسے جاوداں معجزے سے نوازا جو آپ کی بعثت سے لے کر قیامت تک جاری وساری رہنے والا ہے، اور وہ ہے قرآن کریم، کیوں کہ تمام انبیائے کرام کی نشانیاں ان کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں، لیکن قرآن ایک ایسا معجزہ ہے جو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک زمین اور اس پر بسنے والے لوگ باقی رہیں گے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انبیاء میں سے کوئی نبی ایسا نہیں جن کو کچھ نشانیاں (یعنی معجزات) نہ دیئے گئے ہوں جن کے مطابق ان پر ایمان لایا گیا اور مجھے جو بڑا معجزہ دیا گیا وہ قرآن مجید ہے جو اللہ نے میری طرف بھیجا، میں امید کرتا ہوں کہ قیامت

---

(1) ص:۱۱۰۷

کے دن شمار میں تمام انبیاء سے زیادہ پیروی کرنے والے میرے ہوں گے"(1)۔

۶- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اوپر سب سے بہترین شریعت نازل فرمایا اور اسے ان تمام عمدہ احکام وتعلیمات پر مشتمل بنایا جو تمام تر آسمانی کتابوں میں موجود تھیں اور مزید ان میں اضافہ بھی فرمایا۔

۷- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ پر احادیث بھی وحی فرمائی جو شریعت کی تفصیلات پر مشتمل ہیں۔

۸- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو تمام انس وجن کے لئے رسول بنایا، جب کہ آپ کے دیگر انبیاء برادران کو بطور خاص ان کی قوموں کے لئے ہی مبعوث کیا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا﴾ **[النساء: 79]**

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بناکر بھیجا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ ﴾ **[الأنبياء: 107]**

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بناکر بھیجا ہے۔

اللہ تعالی نے یہ ذکر فرمایا ہے کہ جنوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول فرمائی: ﴿ وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ ٱلْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ ٱلْقُرْءَانَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓاْ أَنصِتُواْ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْاْ إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿٢٩﴾ ﴾ **[الأحقاف: 29]**

ترجمہ: جب ہم نے جنوں میں سے کئی شخص تمہاری طرف متوجہ کئے کہ قرآن سنیں۔

---

(1) اسے بخاری (۴۹۸۱) اور مسلم (۱۵۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

تو جب وہ اس کے پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو۔ جب (پڑھنا) تمام ہوا تو اپنی برادری کے لوگوں میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں۔

اس فرمان تک (ملاحظہ کریں):﴿يَٰقَوۡمَنَآ أَجِيبُواْ دَاعِيَ ٱللَّهِ وَءَامِنُواْ بِهِۦ يَغۡفِرۡ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمۡ وَيُجِرۡكُم مِّنۡ عَذَابٍ أَلِيمٖ ﴿٣١﴾﴾ **[الأحقاف: 31]**

ترجمہ: اے ہماری قوم! اللہ کے بلانے والے کا کہا مانو، اس پر ایمان لاؤ، تو اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں المناک عذاب سے پناہ دے گا۔

آیت میں مذکور اللہ کی طرف بلانے والے (داعی) سے مراد نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ ہی سے جنوں نے قرآن کی تلاوت سنی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "ہر پیغمبر خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور میں سرخ اور سیاہ ہر شخص کی طرف بھیجا گیا ہوں"[1]۔ سرخ اور سیاہ سے مراد پوری دنیا ہے۔

۹- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ نبوت ورسالت کا سلسلہ ختم کر دیا، اسی لئے آپ خاتم النبیین سے موسوم کئے گئے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٖ مِّن رِّجَالِكُمۡ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَۗ﴾ **[الأحزاب: 40]**

ترجمہ: تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں، لیکن آپ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

(1) اسے مسلم (۵۲۱) نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " میری اور مجھ سے پہلے کے تمام انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک گھر بنایا اور اس میں ہر طرح کی زینت پیدا کی لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹ گئی۔ اب تمام لوگ آتے ہیں اور مکان کو چاروں طرف سے گھوم کر دیکھتے ہیں اور تعجب میں پڑ جاتے ہیں لیکن یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہاں پر ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں"(1)۔

۱۰- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے ذکر کو بہت زیادہ بلند فرمایا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۝٤ ﴾ [الشرح: 4]

ترجمہ: ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا۔

اللہ تعالی نے آپ کے اسم گرامی کو شہادتِ توحید کا جزء لا ینفک بنا دیا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں"، اذان واقامت، خطبہ اور نماز–تشہد اور تحیات–اور بہت سے اذکار اور دعاؤں کے اندر جہاں اللہ تعالی کا ذکر آیا ہے وہیں نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ذکر آیا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے روئے زمین کا ہر گوشہ گونج رہا ہے، دنیا میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس کا ذکر اور تعریف نبی ﷺ کے ذکر اور تعریف کی طرح کی جاتی ہو، جیسا کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وضمَّ الإلهُ اسم النبِيّ مع اسمه   إذا قال في الخمس المؤذنُ أشهدُ

(1) اسے بخاری (۳۵۳۵) اور مسلم (۲۲۸۶) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

وشقَّ له من اسمه ليُجِلَّه فذو العرش محمود وهذا محمد

ترجمہ: اللہ نے اپنے نبی کے اسم گرامی کو اپنے نام کے ساتھ ضم کر دیا ہے، بایں طور کہ مؤذن پانچ وقت کی اذانوں میں جب کلمہ شہادت پڑھتا ہے (تو اللہ کے نام کے ساتھ محمد کا نام بھی لیتا ہے)۔ اللہ نے آپ کی تعظیم کے لئے آپ کا اسم گرامی اپنے نام سے اخذ کر کے بنایا ہے، چنانچہ عرش والا محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔

اے مسلمانو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت شان کی یہ دس دلیلیں ہیں، ایسی دلیلیں بہت زیادہ ہیں، جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا۔

اللہ تعالی قرآن مجید کو میرے لئے اور آپ سب کے لئے بابرکت بنائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت کی دعا کریں، یقیناوہ بہت زیادہ معاف کرنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

یقیناسب سے فحش اور قبیح ترین بات یہ ہے کہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس پر دست درازی کی جائے، آپ کے ساتھ سب وشتم کرکے، یا آپ کی ہتک عزت کرکے، ان لوگوں کی جانب سے جن کے بارے میں اسلام نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں سے بغض ونفرت رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا یہ فرمان صادق آتا ہے: ﴿ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ ٱلْأَبْتَرُ ۝٣ ﴾ **[الکوثر: 3]**

ترجمہ: یقیناتیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔

یعنی: تجھ سے بغض و نفرت رکھنے والے اور تو جس ہدایت و نور کے ساتھ مبعوث ہوا ہے، اس سے نفرت کرنے والے کے سارے نقوش مٹ جائیں گے، اس کا کوئی نام لینے والا نہ ہو گا اور وہ ہر قسم کے خیر و بھلائی سے محروم کر دیا جائے گا۔

وہ لوگ جو اسلام کے خلاف سازشیں رچتے ہیں، ان کے خلاف اللہ یہ مکر کرتا ہے کہ جب بھی وہ اسلام پر حملہ کرتے ہیں، ان کی قوموں کی توجہ اسلام کی طرف مزید بڑھ جاتی ہے، تاکہ وہ اسلامی مراجع و مصادر کے ذریعہ اس کی حقیقت کو جان سکیں، نیز اسلامی دعوت کو عام کرنے کے لئے مسلمان بھی اپنے ملکوں میں دعوتی سرگرمیاں تیز کر دیتے ہیں، اللہ تعالی نے سچ فرمایا:
﴿ وَمَكَرُواْ مَكۡرٗا وَمَكَرۡنَا مَكۡرٗا وَهُمۡ لَا يَشۡعُرُونَ ۝٥٠ ﴾ **[النمل: 50]**

ترجمہ: انہوں نے مکر (خفیہ تدبیر) کیا اور ہم نے بھی اور وہ اسے سمجھتے ہی نہ تھے۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ ذہن نشیں رکھنا چاہئے کہ کافر مسلمانوں کو بھڑکانا اور مشتعل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ تشدد، طیش و غضب، جہالت و حماقت اور تخریب کاری کا مظاہرہ کریں، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں کا مظاہرہ کرنے لگتے ہیں تو وہ اپنی قوم کے لوگوں سے کہتے ہیں: "دیکھو اسلام اور مسلمانوں کو وہ کیا کر رہے ہیں"۔ پھر لوگوں کو دین اسلام سے روکنے کے لئے میڈیا میں ان کی تخریب کاری کے مناظر نشر کرتے ہیں، اس لئے ہوشیار و خبر دار رہیں، یہ مناسب نہیں کہ کمزور عقل والے فتنوں میں پڑ جائیں، بلکہ صبر کا دامن تھامے رہنا، نفس پر کنٹرول رکھنا، اہل علم اور تجربہ کار لوگوں کو معاملہ سپرد کرنا، اس طرح کے واقعات کو اللہ کی طرف دعوت دینے اور جو شبہات اٹھائے جا رہے ہوں، ان کا رد کرنے کے لئے استعمال کرنا واجب ہے، تاکہ دشمنوں کو مکاری و فریب کاری کا موقع ہاتھ نہ آسکے، اور اذن الٰہی سے آزمائش، نوازش میں بدل جائے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ ٱلَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝٦٠ ﴾ **[الروم: 60]**

ترجمہ: آپ کو وہ لوگ ہلکا (بے صبرا) نہ کریں جو یقین نہیں رکھتے۔

نیز یہ بھی جان رکھیں- اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تمہارے سب سے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا(1)۔ اسی دن چیخ ہو گی(2)۔ اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"(3)۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) یعنی صور میں دوسری بار پھونک مارا جائے گا، اس سے مراد وہ صور ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے، یہ وہ فرشتہ ہے جس کو صور میں پھونک مارنے پر مامور کیا گیا ہے، جس کے بعد تمام مخلوق اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) یعنی جس سے دنیاوی زندگی کے اخیر میں لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور سب کے سب مر جائیں گے، یہ بے ہوشی اس وقت پیدا ہو گی جب صور میں پہلی بار پھونک مارا جائے گا، دو پھونک کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہو گا۔

(3) اسے نسائی (۱۳۷۳)، ابو داود (۱۰۴۷)، ابن ماجہ (۱۰۸۵) اور احمد (۴/ ۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود میں اور مسند کے محققین نے (۱۶۱۶۲) کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

موضوع: مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق اطاعت بھی ہے

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو، جان رکھو کہ اس امت کو اللہ تعالی نے یہ اعزاز بخشا کہ سب سے افضل مخلوق کو ان کا نبی اور رسول بنایا، جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ حقیقت میں اخلاق واطوار، علم اور عمل کے اعتبار سے تمام لوگوں سے افضل تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ نصح وخیر خواہی کرنے کا حکم دیا ہے، تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "دین نصح وخیر خواہی کا نام ہے"۔ ہم (صحابہ) نے عرض کیا: کس کے لئے ؟ آپ نے فرمایا: اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول، مسلمانوں کے اماموں اور ان کی عوام کے لئے "۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نصح وخیر خواہی کے معنی کیا ہیں؟ اس کی وضاحت میں ایک عالم کا قول پیش کرتے ہوئے نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نصح وخیر خواہی کرنے کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی رسالت وپیغامبری کی تصدیق کی جائے، آپ جو بھی تعلیمات لے کر آئے ان پر ایمان لایا جائے، آپ کے اوامر ونواہی میں آپ کی اطاعت کی جائے، آپ کی زندگی میں اور وفات کی بعد بھی آپ کی نصرت ومدد کی جائے، جو آپ کو دشمن رکھے اس سے دشمنی کی جائے اور جو آپ کو دوست رکھے اس سے دوستی کی جائے، آپ کے حقوق کی تعظیم وتوقیر کی جائے، آپ کے طریقے اور سنت کو زندہ کیا جائے، آپ کی دعوت کو پھیلایا جائے، آپ کی شریعت کو نشر کیا جائے، شریعت کی طرف منسوب کی جانے والی تہمت سے اس کی نفی کی جائے، شرعی علوم کو

رواج دیا جائے، اس کے معانی ومفاہیم کی فہم حاصل کی جائے، اس کی طرف لوگوں کو بلایا جائے، اس کی تعلیم و تعلم میں لطف ومہربانی سے کام لیا جائے، اس کے مقام ومرتبہ کو بلند وبالا کیا جائے، اس کی تعلیم کے وقت ادب واحترام کا پاس ولحاظ رکھا جائے، اس کے تعلق سے بغیر علم کے بات نہ کی جائے، شرعی علوم کے ماہرین کی قدر کی جائے کیوں کہ وہ ان علوم کی نسبت رکھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وآداب سے خود کو مزین کیا جائے، آپ کے اہل بیت اور صحابہ سے محبت رکھی جائے، آپ کی سنت میں بدعت پیدا کرنے والے اور صحابہ کرام کی عزت وناموس پر انگلی اٹھانے والے جیسے گستاخوں سے دوری اختیار کی جائے"۔انتہی

اے مسلمانو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا آپ کے ساتھ نصح وخیر خواہی کرنے کی ایک عظیم ترین شکل ہے جیسا کہ اہل علم کے مذکورہ کلام میں اس کا بیان آیا ہے، ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالی نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا ذکر کیا ہے اور اپنی مخلوق کو یہ تعلیم دی ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ وَمَن تَوَلَّىٰ فَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيظٗا ٨٠ ﴾ **[النساء: 80]**

ترجمہ: اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اطاعت کرے اسی نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو منہ پھیر لے تو ہم نے آپ کو کچھ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دین کو اللہ عزیز وبرتر کے پاس سے لے کر آئے، وہ اللہ کے پیغامبر اور مبلغ تھے، آپ نے اپنی جانب سے کوئی چیز نہیں پیش کی، اللہ تعالی نے اپنے نبی سے کہا:﴿ قُلۡ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٞ مِّثۡلُكُمۡ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ ﴾ **[الكهف: 110]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، میری جانب وحی کی جاتی ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ۳۳ مقامات پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم دیا ہے، مثلاً فرمایا: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ۚ﴾ [الحشر: 7]

ترجمہ: تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

نیز فرمایا: ﴿فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْكَٰفِرِينَ﴾ [آل عمران: 32]

ترجمہ: اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالی کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْا۟ عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ۝٢٠﴾ [الأنفال: 20]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔

فرمان باری تعالی ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُوا۟ ٱلرَّسُولَ وَأُو۟لِى ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ﴾ [النساء: 59]

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

احادیث نبویہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وفرمانبرداری کی ترغیب دی گئی ہے، آپ کے طریقے پر چلنے، آپ کی سنت کی پیروی کرنے اور آپ کے اوامر ونواہی کی تعظیم کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے، اس سلسلے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ساری امت جنت میں جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا" صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جو میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا اس نے انکار کیا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی"۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو اسے بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو"۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم سارے لوگ جنت میں داخل ہو گے، ماسوائے ان کے جو انکار کر دیتے ہیں اور اونٹ کے بدکنے کی طرح (اللہ اور رسول کی) اطاعت سے بغاوت کر جاتے ہیں" صحابہ نے عرض کی: بھلا جنت میں جانے سے کون انکار کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے (گویا جنت میں داخل ہونے سے) انکار کر دیا"۔

اللہ تعالی میرے اور آپ کے لئے قرآن کریم کو بابرکت بنائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے ہر طرح کے گناہوں سے اللہ کی مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقینا وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور خوب معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

اے مسلمانو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں یہ بھی داخل ہے کہ اختلاف کے وقت آپ کی طرف رجوع کیا جائے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْأٓخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٞ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ٥٩﴾ [النساء: 59]

ترجمہ: مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: "لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی کتاب کی طرف رجوع کیا جائے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا مطلب ہے آپ کی زندگی میں آپ کی ذات کی طرف رجوع کرنا اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی احادیث کی طرف رجوع کرنا"۔

نیز یہ بھی جان رکھیں –اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے– کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب: 56]

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت وسلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

موضوع: مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق آپ سے محبت رکھنا بھی ہے

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف ہمہ وقت دلوں میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعظیم بندے کے ایمان کی شرط اور دین کی ایک اہم بنیاد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے واجب ہونے کی دلیلیں بہت سی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ﴿٢٤﴾ ﴾ **[التوبة: 24]**

ترجمہ: کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو خدا اور اس کے رسول سے اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے۔ اور خدا نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔

یہ آیت (واضح) دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس محبت کے مستحق ہیں، نیز (یہ آیت مومنوں کو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی رغبت دلانے کے لئے بھی کافی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے اس شخص کو جس کے مال ومنال، اہل وعیال اس کے نزدیک اللہ اور رسول اللہ سے زیادہ محبوب ہوں، اسے یہ وعید سنائی ہے کہ: (ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے)۔ نیز اس آیت کے اخیر میں اسے فاسق قرار دیا ہے، اور یہ بتایا ہے کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے اور ہدایت سے محروم ہے۔

اے مومنو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اسی وقت درجہ کمال تک پہنچتی ہے جب کہ آپ کی محبت کو جان ومال اور اہل وعیال پر فوقیت دی جائے، اس کے بغیر محبت اور ایمان دونوں ناقص رہتے ہیں، اس کی دلیل قرآن وسنت میں موجود ہے، اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے:
﴿ٱلنَّبِيُّ أَوۡلَىٰ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمۡۖ﴾ **[الأحزاب: 6]**

ترجمہ: پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔

حدیث میں اس کی دلیل یہ آئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "دنیا میں کوئی مومن ایسا نہیں جس سے میرا دنیا وآخرت میں سب سے زیادہ قریبی رشتہ نہ ہو۔ اگر چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ ٱلنَّبِيُّ أَوۡلَىٰ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمۡۖ ﴾ **[الأحزاب: 6]**

ترجمہ: نبی اہل ایمان سے ان کی جانوں سے زیادہ قریبی رشتہ رکھتے ہیں۔ (1)
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں ہر مومن کے ساتھ خود اس کی نسبت زیادہ محبت اور

(1) اس حدیث کو بخاری (۲۳۹۹) اور مسلم (۱۶۹۱) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں

شفقت رکھنے والا ہوں"[1]۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے اپنے بال بچوں، اس کے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ اسے محبوب نہ ہو جاؤں"[2]

بخاری نے عبد اللہ بن ہشام سے روایت کیا ہے،انہوں نے بیان کیا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے اور آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، سوائے میری اپنی جان کے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔(ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا) جب تک میں تمہیں تمہاری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: پھر واللہ! اب آپ مجھے میری اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، عمر! اب تیرا ایمان پورا ہوا[3]۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"تین چیزیں جس میں پائی جائیں گی وہ اسلام کی مٹھاس پائے گا، ایک یہ کہ جس کے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوں۔دوسرے یہ کہ جو آدمی کسی سے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے، تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا بعد اس کے کہ

---

(1) اس حدیث کو مسلم (۸٦۷) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو بخاری (۱۵) اور مسلم (۴۴) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے

(3) اس حدیث کو بخاری (٦٦۳۲) نے روایت کیا ہے

اللہ نے اسے کفر سے نجات دے دیا ہے، اس طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں گرنا ناپسند کرتا ہے"(1)۔

اے مومنو! اللہ کی محبت کے ساتھ محبت رسول کا تذکرہ قرآن وسنت کے شرعی نصوص میں مختلف مقام پر آیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:(اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے زیادہ عزیز ہیں)۔ یہ اسلوب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ اور رسول اللہ کی محبت کے درمیان بہت مضبوط ربط پایا جاتا ہے، ہر چند کہ بنیادی طور پر اللہ تعالی کی محبت میں رسول کی محبت داخل ہے، لیکن محبت رسول کو منفرد طور پر ذکر کرکے یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ محبت رسول کی قدرومنزلت بہت بڑی، اور اس کا مقام ومرتبہ بڑا اہم ہے، آپ اللہ اور رسول کی محبت کے اس لازمی ربط کو سمجھیں۔

اے مسلمانو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بہت سی فضیلتیں ہیں، ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ جو شخص آپ سے محبت کرتا ہے وہ آخرت میں آپ کی رفاقت سے فیض یاب ہو گا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے بارے میں دریافت کیا: قیامت کب قائم ہو گی؟ آپ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیار کیا ہے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: تو قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا جس سے تو محبت رکھتا ہے" حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم کسی بات سے اتنا خوش نہ ہوئے جس قدر نبی ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے خوش ہوئے۔ "جس کو تو محبوب رکھتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہو گا" حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو

---

(1) اسے بخاری (١٦) اور مسلم (٤٣) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں، مجھے امید ہے کہ اس محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کیے"(1)۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کریم کی برکت سے مالامال کرے، مجھے اور آپ کو بھی اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے ہر گناہ سے اللہ تعالی کی مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اللہ سے دعائے استغفار کریں، یقیناوہ خوب توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى ،وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد!

اے مومنوں!وہ اسباب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے لئے معاون ہیں وہ کئی ایک ہیں ان میں سے سب سے اہم چار ہیں:

پہلا سبب: امت کے تئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں اور آپ کی شفقت ونرمی کو یاد کرنا ،کیوں کہ آپ نے اسلام کی نشر و اشاعت کی راہ میں بڑی اذیت کا سامنا کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں تقویت پہنچانے والے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے :یہ یاد رکھا جائے کہ امت کی اخروی ہلاکت کے تعلق سے آپ بے حد فکر مند تھے،جیسا کہ اللہ بلند و بالا فرماتا ہے:﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٢٨﴾ ﴾ **[التوبة: 128]**

(1)اسے بخاری(٣٦٨٨)اور مسلم(٢٦٣٩)نے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہارے جنس سے ہیں جن کو تمہارے نقصان کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہارے فائدے کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں۔ ایمانداروں کے ساتھ بڑے شفیق اور مہربان ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "میری اور لوگوں کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس نے آگ جلائی، جب اس کے چاروں طرف روشنی ہو گئی تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ پر گرتے ہیں اس میں گرنے لگے اور آگ جلانے والا انہیں اس میں سے نکالنے لگا لیکن وہ اس کے قابو میں نہیں آئے اور آگ میں گرتے رہے۔ اسی طرح میں تمہاری کمر کو پکڑ کر آگ سے تمہیں نکالتا ہوں اور تم ہو کہ اسی میں گرتے جاتے ہو"(1)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مضبوطی پیدا کرنے والا تیسرا سبب یہ ہے کہ آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کی معرفت حاصل کی جائے، ان اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو ودرگزر کیا کرتے تھے، چنانچہ (آپ دیکھیں کہ) اہل مکہ نے آپ کے تعلق سے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے، یہ تو شاعر، مجنوں اور بھٹکا ہوا انسان ہے، آپ کے گھٹنوں پر مارا گیا، اونٹ کی اوجھ سے گلا دبایا گیا، آپ کے (رباعی) دانت شہید کردیے گیے، اور آپ کے چہرہ مبارک سے خون بہ پڑا، لیکن جب اللہ نے آپ کو اہل مکہ پر غلبہ عطا کیا، تو اہل مکہ کے ان تمام جور وستم کے باوجود آپ نے ان سے کہا: اے باشندگان مکہ! تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا

---

(1) (اس حدیث کو امام بخاری (۶۴۸۳) اور امام مسلم (۲۲۸۴) نے روایت کیا ہے۔)

کروں گا؟اس پر ان لوگوں نے کہا، مجھے تو آپ سے اچھائی کی امید ہے کیوں کہ آپ شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، اس پر آپ نے کہا، جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔

چناں چہ آپ نے ان سب کو آزاد کر دیا حالانکہ اللہ نے آپ کو ان پر غلبہ عطا کیا اور ان کے سر قلم کرنے پر قادر بنایا تھا، اور وہ سب کے سب آپ کے لئے مال فئی کی حیثیت رکھتے تھے، اسی لئے تو اہل مکہ کو طلقاء سے موسوم کیا گیا ہے[1]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مضبوطی لانے والا آخری سبب یہ ہے کہ سیرت نبوی پر مشتمل کتابیں کثرت سے پڑھی جائیں اور ان کا مطالعہ کیا جائے، اور آپ کے احوال و کوائف، اور شب و روز کے اعمال کو یاد کیا جائے، آپ کے جہاد اور اسلامی سماج کی تشکیل میں آپ کی (کاوشوں) کی یاد دہانی کی جائے۔

اے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور جان، مال اور اہل خانہ پر آپ کو مقدم کرنے کے باب میں اسلاف کرام نے شاندار مثالیں قائم کی ہیں، ابو سفیان بن حرب -جس وقت وہ مشرک تھے- نے زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، قتل کرنے کے لئے جب اہل مکہ نے انہیں حرم سے نکال دیا: اے زید! تم سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد ہو اور ہم انہیں قتل کریں اور تم اپنے اہل خانہ کے ساتھ (صحیح سالم) رہو؟

انہوں نے جواب میں کہا: اللہ کی قسم! میں اس بات کو بھی پسند نہیں کروں گا کہ محمد اس جگہ ہو اور انہیں کوئی کانٹا چبھ جائے جس سے انہیں تکلیف ہو اور میں اپنے

(1) اسے طبرانی نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور فتح مکہ کی خبر نقل کی ہے، دیکھیں: أخبار مکہ (۲/۱۲۱) للأزرقی۔

گھر والوں کے بیچ بیٹھا رہوں۔

ابو سفیان نے کہا کہ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو کسی سے اس طرح کی محبت کرتا ہو جس طرح محمد کے صحابہ محمد سے کرتے ہیں(1)۔

اے مومنوں! شیطان کا بعض لوگوں کو مکر وفریب میں ڈالنے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ وہ ان کے سامنے ایسے امور کی انجام دہی کو مزین کرکے پیش کرتا ہے جو دین کا حصہ نہیں، نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں انجام دیا ہے اور نہ ہی صحابہ کرام اور تین قرون مفضلہ کے لوگوں نے ان پر عمل کیا ہے، (ساتھ ہی) انہیں اس زعم باطل میں مبتلا کر دیتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل درجے کی محبت رکھنے کا تقاضہ ہے، اس کی ایک مثال وہ عمل بھی ہے جسے عید میلاد النبی سے موسوم کیا جاتا ہے، حالانکہ یہ غلط ہے، اس لئے کہ محبت اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ محبوب کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے اور اس کے امر و نہی کو مانا جائے، اور اس کے دین میں کمی بیشی نہ کی جائے، ہم یہ جانتے ہیں کہ جسے عید میلاد النبی کا نام دیا گیا ہے وہ محبت کا حصہ نہیں، بلکہ نو ایجاد کردہ عبادات میں سے ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ قابل رد ہے"(2)۔

یعنی یہ عمل صاحبِ عمل کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اور قبول نہیں کیا جاتا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) دیکھیں: السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، انہوں نے یوم الرجیع، سنہ ۳ کے بیان میں اس کا ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت ابن اسحاق کی طرف کی ہے۔)

(2) اسے بخاری (۲۶۹۷) اور مسلم (۱۷۱۸) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے

موضوع: مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ:

آپ کی نافرمانی سے بچا جائے

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو، اس کی فرمانبرداری کرو، اس کی نافرمانی سے دور رہو، جان رکھو کہ نبی ﷺ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ کی نافرمانی سے بچا جائے، اللہ تعالی کے اس فرمان میں آپ کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین آئی ہے: ﴿ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَٰلِدٗا فِيهَا وَلَهُۥ عَذَابٞ مُّهِينٞ ﴿١٤﴾ ﴾ **[النساء: 14-15]**

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرے اور اس کی مقرر کردہ حدوں سے آگے نکلے اسے وہ جہنم میں ڈال دے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، ایسوں ہی کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔

نیز اللہ کے اس فرمان میں بھی یہ تلقین آئی ہے: ﴿ وَمَن يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلٗا مُّبِينٗا ﴿٣٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 36]**

ترجمہ: (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔

نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ ٱلظَّالِمُ عَلَىٰ يَدَيْهِ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى ٱتَّخَذْتُ مَعَ ٱلرَّسُولِ سَبِيلًا ﴿٢٧﴾ يَٰوَيْلَتَىٰ لَيْتَنِى لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴿٢٨﴾ لَّقَدْ أَضَلَّنِى عَنِ ٱلذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَآءَنِى ۗ وَكَانَ ٱلشَّيْطَٰنُ لِلْإِنسَٰنِ خَذُولًا ﴿٢٩﴾ ﴾ **[الفرقان: 27-29]**

ترجمہ: اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول (ﷺ) کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کردیا کہ نصیحت میرے پاس آپہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔

اللہ تعالی کے اس فرمان کو بھی ملاحظہ کریں: ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِۦ جَهَنَّمَ ۖ وَسَآءَتْ مَصِيرًا ﴿١١٥﴾ ﴾ **[النساء: 115]**

ترجمہ: جو شخص باوجود راہ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بھی رسول (ﷺ) کا خلاف کرے اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کردیں گے جدھر وہ خود متوجہ ہو اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ ﴾ **[النور: 63]**

ترجمہ: جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیئے کہ کہیں ان پر کوئی زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں درد ناک عذاب نہ پہنچے۔

اللہ تعالی کے فرمان: ﴿ فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر رقم طراز ہیں: "یعنی: (جو شخص) رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی

کرتے ہیں، آپ کے حکم سے مراد آپ کا راستہ، آپ کا طریقہ، آپ کی سنت اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ہے، تمام تر اقوال واعمال کو آپ کے اقوال واعمال کے (میزان) پر ہی تولا جائے، جو (آپ کی سنت) کے مطابق ہوگا اسے قبول کیا جائے گا، اور جو اس کے خلاف ہوگا اسے اس کے کہنے یا کرنے والے پر رد کر دیا جائے گا، جیسا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں ہے، تو وہ قابل رد ہے) یعنی: جو لوگ ظاہری طور پر یا باطنی طور پر رسول کی لائی ہوئی شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں، انہیں اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں انہیں فتنہ نہ لاحق ہو جائے، یعنی ان کے دلوں میں کفر یا منافقت یا بدعت نہ پیدا ہو جائے، یا انہیں درد ناک عذاب نہ لاحق ہو جائے، یعنی دنیا کے اندر قتل وغارت، حدود وتعزیرات یا قید وبند جیسے دیگر (فتنوں) سے دوچار نہ ہونا پڑے"۔ معمولی تصرف کے ساتھ ان کا قول ختم ہوا۔

حدیث میں بھی آپ ﷺ کی خلاف ورزی سے منع کیا گیا ہے، جیسا کہ آپ کی حدیث ہے: "(جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے گریز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجا لاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو)(1)۔

آپ ﷺ کی نافرمانی دنیا وآخرت میں عذاب سے دوچار ہونے کا سبب ہے، جیسا کہ سلمہ بن الاکوع کی صحیح حدیث ہے: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس بائیں ہاتھ سے کھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ وہ بولا: مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کرے تجھ سے نہ ہو سکے۔ اس نے غرور کی راہ سے ایسا کیا تھا، وہ اس ہاتھ کو منہ تک

---

(1) اسے بخاری (۷۲۸۸) اور مسلم (۱۳۳۷) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نہ اٹھا سکا"[1]۔

سعید بن المسیب بن حزن[2] اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے دادا حزن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرا نام حزن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم سہل ہو، انہوں نے کہا کہ میں تو اپنے باپ کا رکھا ہوا نام نہیں بدلوں گا۔ سعید بن مسیب نے کہا اس کے بعد سے اب تک ہمارے خاندان میں سختی اور مصیبت ہی رہی"[3]۔

ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شرکت کی، جب ہم مقام تبوک پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: " آج رات بڑے زور کی آندھی چلے گی اس لیے کوئی شخص کھڑا نہ رہے۔ اور جس کے پاس اونٹ ہوں تو وہ اسے باندھ دے۔ چنانچہ ہم نے اونٹ باندھ لیے۔ اور آندھی بڑے زور کی آئی۔ ایک شخص کھڑا ہوا تھا۔ تو ہوا نے اسے "جبل طے" پر جا پھینکا"[4]۔

---

(1) اسے مسلم (۲۰۲۱) نے روایت کیا ہے۔

(2) (حَزن) زا کے سکون کے ساتھ، سختی و درشتی کے معنی میں ہے، اس کی ضد (سہل) بمعنی سہولت و آسانی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ: "اللهم لا سهل إلا ما جعلته سهلا وانت تجعل الحزَن إذا شئت سهلا" یعنی: "اے اللہ! کوئی چیز آسان نہیں ہے، مگر جس کو تو آسان کر دے اور تو جب چاہتا ہے مشکل چیز کو بھی آسان کر دیتا ہے"۔

(3) اسے بخاری (۶۱۹۰) نے روایت کیا ہے۔

(4) اسے بخاری (۱۴۸۲) اور مسلم (۱۳۹۲) نے روایت کیا ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ جب بھی کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے کوئی حرج نہیں، ان شاء اللہ یہ بخار گناہوں کو دھو دے گا۔ آپ ﷺ نے اس اعرابی سے بھی یہی فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ (یہ بخار) گناہوں کو دھو دے گا۔ اس نے اس پر کہا: آپ کہتے ہیں گناہوں کو دھونے والا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو نہایت شدید قسم کا بخار ہے یا (راوی نے) "ثور" کہا (دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے) کہ بخار ایک بوڑھے کھوسٹ پر جوش مار رہا ہے جو قبر کی زیارت کرائے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا تو پھر یوں ہی ہو گا"(1)۔

اے مسلمانو! نبی ﷺ کی نافرمانی کی چار قسمیں ہیں: صغیرہ، کبیرہ، بدعت اور کفر۔

کبیرہ سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کے کرنے والے کے تعلق سے لعنت، یا غضب الہی، یا جہنم کی وعید یا سزا وارد ہوئی ہے، کبیرہ کا مرتکب آخرت میں اللہ کی مشیت کے ماتحت ہو گا، اگر اللہ چاہے گا تو اسے عذاب سے دوچار کرے گا اور چاہے گا تو اس کی مغفرت فرما دے گا۔ اس لئے کبائر سے بچنا بہت ضروری ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿إِن تَجۡتَنِبُواْ كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنكُمۡ سَيِّـَٔاتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُم مُّدۡخَلٗا كَرِيمٗا ﴿٣١﴾﴾ **[النساء: 31]**

ترجمہ: اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔

---

(1) اسے بخاری (٣٦١٦) نے روایت کیا ہے۔

چوری، شراب نوشی، سود خوری، زناکاری، رشتہ توڑنا اور عورتوں کی بے پردگی جیسے دیگر اعمال بھی کبائر میں شامل ہیں۔ ان تمام اعمال کے تعلق سے دنیاوی یا اخروی سزا یا دنیاوی اور اخروی دونوں سزا وارد ہوئی ہے۔

رہی بات صغیرہ کی تو اس سے مراد ہر وہ گناہ ہے جس کے بارے میں نہ تو دنیاوی سزا وارد ہوئی ہے اور نہ ہی آخرت کے تعلق سے کوئی خاص وعید آئی ہے (1)۔

لیکن اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ جب صغیرہ گناہ پر انسان اصرار کرے اور اس سے توبہ نہ کرے تو وہ کبیرہ گناہ میں تبدیل ہو جاتا ہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چھوٹے چھوٹے گناہوں سے باز رہو، کیوں کہ وہ جب انسان کے اندر جمع ہو جاتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیتے ہیں"، رسول اللہ ﷺ نے ان چھوٹے گناہوں کی مثال اس قوم سے دی ہے جو کسی صحرا میں پڑاؤ ڈالے اور جب ان کے کھانا بنانے کا وقت ہو جائے تو (ان میں سے) کوئی شخص (لکڑی کی تلاش میں) نکل پڑے چنانچہ لکڑی لے کر آئے اور دوسرا شخص بھی لکڑی لے کر آئے، یہاں تک کہ بہت سی لکڑیاں جمع ہو جائیں، اس کے بعد وہ (ان لکڑیوں کو جلا کر) آگ روشن کریں اور اس سے کھانا تیار کر لیں"(2)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ختم ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے صحیح روایت میں فرمایا: اصرار کے ساتھ انجام دیا

---

(1) دیکھیں: مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۱۱/ ۶۵۰۔۶۵۱، ابن تیمیہ نے اس قول کو ابن عباس، ابو عبید القاسم بن سلام اور امام احمد بن حنبل وغیرھم کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ: یہ سب سے عمدہ قول ہے۔

(2) اسے امام احمد (۱/ ۴۰۲-۴۰۳) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

جانے والا کوئی بھی گناہ صغیرہ نہیں رہتا اور استغفار کے ساتھ انجام دیا جانے والا کوئی بھی گناہ کبیرہ نہیں رہتا ہے۔اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

رہی بات کفر کی تو یہ نواقضِ اسلام (اسلام کے منافی اعمال) میں سے کسی ایک عمل کا ارتکاب کرنے سے لازم آتا ہے، جیسے غیر اللہ کی عبادت کرنا، مثلا انبیاء وصالحین کی یا ان کی قبروں کی پرستش، یا اللہ، یارسول اللہ، یا دین الہی کو گالی دینا، یا شریعت کے کسی حصے کا مذاق اڑانا، یا دین کی کسی مشہور ومعروف چیز کا انکار کرنا، مثال کے طور پر اللہ پر ایمان لانے کا انکار کرنا، یا شراب کی حرمت کا انکار کرنا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی ﷺ کے علاوہ کسی اور کا طریقہ آپ کے طریقہ سے افضل ہے، یا جادوگری کرنا، یا کافروں کے دین میں رغبت ظاہر کرتے ہوئے مومنون کے خلاف ان کی مدد کرنا۔

کفر میں واقع ہونے کے بہت سے اسباب ہیں، جنہیں فقہائے کرام نے فقہ کی کتابوں کے اندر باب المرتد کے تحت ذکر کیا ہے، ہم نے اس کی صرف چند مثالیں ہی ذکر کی ہیں۔

جہاں تک بدعت کی بات ہے تو ابتداع (جس سے بدعت ماخوذ ہے) کے لغوی معنی ایجاد کرنے اور پیدا کرنے کے ہوتے ہیں، اور اس کی شرعی تعریف یہ ہے کہ: دین میں کوئی ایسی عبادت یا عقیدہ ایجاد کیا جائے جس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہو، بدعت کا تعلق عقیدہ سے بھی ہے اور عمل یعنی عبادت سے بھی۔

عبادت میں بدعت کی مثال: نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر تسبیح کے کلمات پڑھنا، جمعہ کی نماز کے بعد ظہر کی نماز ادا کرنا، عید میلاد النبی منانا، اسراء ومعراج کا جشن منانا، اور اسی طرح کے دیگر وہ اعمال انجام دینا جنہیں بعض لوگ قربتِ الہی کے زعم میں انجام دیتے ہیں، جب کہ یہ عبادتیں انہیں اللہ سے دور ہی کر دیتی ہیں، کیوں کہ اللہ نے انہیں مشروع نہیں کیا ہے، بلکہ نبی

ﷺ نے اس طرح کے عمل کو بدعت سے موسوم کیا ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: "ہر بدعت گمراہی ہے"(1)۔

یہ واجب ہے کہ ہم کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامے رہیں، مشروع کردہ طریقوں کے مطابق اللہ کی عبادت کریں، نبی ﷺ کی نافرمانی سے بچتے رہیں، خواہ نافرمانی کی جو بھی نوعیت اور اس کے جو بھی اسباب وعوامل ہوں، جس نے کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھام لیا، اسے نجات مل گئی، جو ان سے پھر گیا وہ ہلاک ہوگیا، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "میں نے تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوگے: اللہ کی کتاب اور میری سنت"(2)۔

اللہ تعالی قرآن مجید کو میرے اور آپ کے لیے بابرکت بنائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحتوں سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور خوب بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

حمد وثنا کے بعد:

---

(1) اسے مسلم (۸٦۷) نے جابر رضی اللہ عنہما سے اور احمد (۴/۱۲٦-۱۲۷) وغیرہ نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے خطیب نے اپنی کتاب: "الفقیہ والمتفقہ" (۱/۲۷۴) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح الجامع" (۳۲۳۲) میں اسے صحیح کہا ہے۔

جان رکھیں کہ اللہ پاک وبرتر نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے:
﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ایک بہتر دن ہے، اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا(1)۔ اسی دن چیخ ہو گی(2)، اس لئے اس دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، کیوں کہ تمہارا درودوسلام میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے"۔
اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفائے کرام، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) یعنی صور میں دوسری بار پھونک مارا جائے گا، اس سے مراد وہ صور ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے، یہ وہ فرشتہ ہے جس کو صور میں پھونک مارنے پر مامور کیا گیا ہے، جس کے بعد تمام مخلوق اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) یعنی جس سے دنیاوی زندگی کے اخیر میں لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور سب کے سب مر جائیں گے، یہ بے ہوشی اس وقت پیدا ہو گی جب صور میں پہلی بار پھونک مارا جائے گا، دو پھونک کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہو گا۔

موضوع: مصطفی ﷺ کا ایک حق یہ ہے کہ آل بیت کا احترام کیا جائے

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس سے خوف کھاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، جان رکھو کہ نبی ﷺ کے حقوق اور اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقیدے کا یہ ایک (ضروری حصّہ) ہے کہ آپ ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کی جائے، ان سے محبت اور ولایت رکھی جائے، ان کے تعلق سے نبی ﷺ نے جو وصیت فرمائی ہے، اس کی پاسداری کی جائے۔

اس بنیادی (عقیدے) کی بہت سی دلیلیں ہیں، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ ایک دن مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع مقام "خم" کے پانی کی جگہ پر خطبہ سنانے کو کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اللہ کی حمد کی، اس کی تعریف بیان فرمائی، اور وعظ ونصیحت کی۔ پھر فرمایا کہ: اے لوگو! میں آدمی ہوں، قریب ہے کہ میرے رب کا بھیجا ہوا (موت کا فرشتہ) پیغامِ اجل لائے اور میں قبول کرلوں۔ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ پہلے تو اللہ کی کتاب ہے اور اس میں ہدایت ہے اور نور ہے۔ تو اللہ کی کتاب کو تھامے رہو اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ غرض کہ آپ ﷺ نے اللہ کی کتاب کی طرف رغبت دلائی۔ پھر فرمایا کہ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالی کی یاد دلاتا ہوں" تین بار فرمایا۔

حصین نے کہا کہ اے زید! آپ ﷺ کے اہل بیت کون سے ہیں؟ کیا آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت نہیں ہیں؟ زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں داخل ہیں لیکن اہل بیت وہ ہیں جن پر زکوۃ حرام ہے[(1)]۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: (محمد -ﷺ- کے اہل بیت کی حفاظت کرو)[(2)]۔

نبی ﷺ کے اہل بیت کے فضائل سے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں، جنہیں صحاح، سنن، مسانید جیسی حدیث کی کتابوں میں شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے[(3)]۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد ﷺ کے اہل بیت کا امت پر وہ حق ہے جس میں ان کا کوئی شریک نہیں، وہ جس قدر محبت اور ولایت کے مستحق ہیں، اس قدر قریش کے دوسرے قبیلے نہیں، جس طرح قریش جس محبت اور ولایت کے حقدار ہیں، اس کے حقدار دیگر قبیلے نہیں اور جس طرح عرب جس محبت اور ولایت کے حقدار ہیں، اس کے حقدار اولاد آدم کے دیگر اجناس نہیں، یہ ان جمہور (اہل علم) کا مذہب ہے جو عربوں کو دوسرے اقوام پر، قریش کو دیگر تمام عربی قبائل پر اور بنو ہاشم کو پورے قریش پر فضیلت دینے کے قائل ہیں، اور یہی قول امام احمد وغیرہ جیسے علماء سے بھی منقول ہے[(4)]۔

اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے واثلہ بن الاسقع کی حدیث ذکر فرمائی جو مذکورہ فضیلت وبرتری پر

---

(1) اسے مسلم (۲۴۰۸) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۳۷۱۳) نے روایت کیا ہے۔

(3) دیکھیں: "الصحیح المسند من فضائل آل بیت النبوۃ" مؤلفہ: ام شعیب الوادعیۃ، ناشر: دار الآثار - صنعاء۔

(4) منهاج السنة النبوية: ۴/ ۵۹۹

دلالت کرتی ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں، فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: یقینا اللہ عزوجل نے اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کی اولاد سے کنانہ کو چنا، کنانہ سے قریش کو اختیار کیا، قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا"(1)۔

اے مومنو! نبی ﷺ کی ازواج مطہرات آل بیت کے اندر داخل ہیں، جیسا کہ قرآن اس پر دلالت کرتا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذۡهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجۡسَ أَهۡلَ ٱلۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيرٗا ٣٣ ﴾ [الأحزاب: 33]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ کی ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں، کیوں کہ یہ آیت آپ ﷺ کی بیویوں کے متعلق ہی نازل ہوئی"۔

اے مسلمانو! نبی ﷺ کے اہل بیت کے لیے صدقہ وزکوۃ لینا حرام ہے، اللہ تعالی نے ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ان پر صدقہ وزکوۃ کو حرام ٹھہرایا، کیوں کہ صدقہ وزکاۃ لوگوں کی گندگی ہوتی ہے، نبی ﷺ کا ارشاد ہے: "آل محمد کے لئے صدقہ روا نہیں۔ یہ تو لوگوں (کے مال) کا میل کچیل ہے "(2)۔

نبی ﷺ کے وہ اہل بیت جن پر صدقہ وزکوۃ حرام ہیں، وہ دو قبیلے ہیں: بنو ہاشم بن عبد مناف اور بنو مطلب بن عبد مناف۔

---

(1) اسے مسلم (۲۲۷۶) وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے مسلم (۱۰۷۲) نے عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اے مومنو! نبی ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے کہ وہ تشہد میں یہ دعا پڑھا کریں: "اللهم صل على محمد، وعلى آل محمد، كما صليت على إبراهيم، إنك حميد مجيد، اللهم بارك على محمد، وعلى آل محمد، كما باركت على آل إبراهيم، إنك حميد مجيد"(1)

ترجمہ: اے اللہ! محمد اور آل محمد پر اپنی رحمت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اپنی رحمت نازل فرمائی، بیشک تو بڑی خوبیوں والا بزرگی والا ہے، اے اللہ! محمد اور آل محمد پر اپنی برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے ابراہیم علیہ السلام پر اپنی برکت نازل فرمائی، بیشک تو بڑی خوبیوں والا بزرگی والا ہے۔

کیا اس سے بھی بڑھ کر ان کی کوئی اور تعظیم ہو سکتی ہے کہ پنج وقتہ نمازوں میں ان کے لئے دعا کی جائے؟!

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد و ثنا کے بعد:

آپ یہ جان رکھیں - اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ سلف صالحین نے نبی ﷺ کے اہل بیت کی تعظیم کی (عمدہ) مثالیں پیش کی ہیں، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "قسم ہے

---

(1) اسے بخاری (۳۳۷۰) اور مسلم (۴۰۶) نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یقینا رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا میرے لئے اپنے رشتہ داروں کی صلہ رحمی سے بھی زیادہ محبوب ہے"(1)۔

اے مسلمانو! اہل ایمان اہل بیت کے ساتھ ولایت اور محبت کا رشتہ رکھتے ہیں، روافض (شیعوں) کا یہ دعوی بالکل درست نہیں کہ صرف وہی لوگ اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، باقی دیگر لوگ ان پر ظلم کرتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ روافض نے ہی اہل بیت پر ایسے مظالم ڈھائے ہیں جن کی کوئی نظیر نہیں، انہوں نے ہی انہیں رسوا کیا اور انہیں فریب دیا، اہل بیت سے متعلق بہت سی احادیث کی تردید کا سبب بنے، کیوں کہ ان کے بارے میں یہ مشہور ہو گیا کہ وہ اہل بیت پر جھوٹ گھڑتے ہیں، نیز روافض اہل بیت کی محبت کو اہل بیت کے صرف چند ہی حضرات میں محصور مانتے ہیں، جب کہ سنت کو ماننے اور اس پر استقامت اختیار کرنے والے (اہل سنت والجماعت) تمام اہل بیت سے محبت اور ولایت کا رشتہ رکھتے ہیں، مزید یہ کہ روافض اہل بیت کے جتنے افراد سے محبت (کا دعوی) کرتے ہیں، ان سے کہیں زیادہ (اہل بیت کے افراد سے) وہ بغض اور نفرت کرتے ہیں۔

نیز یہ بھی جان رکھیں- اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

---

(1) اسے بخاری (۳۷۱۲) اور مسلم (۱۷۵۹) نے روایت کیا ہے۔

موضوع: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حق یہ ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات کی تعظیم کی جائے

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، اور (دین میں) ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے مسلمانوں! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے ہمہ وقت خوف کھاتے رہو، اس کی فرماں برداری کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، جان رکھو کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعظیم کرتے ہیں، اللہ تعالی نے انہیں بلند مقام عطا کیا ہے، بلکہ اللہ نے انہیں تمام مومنوں کی ماں کا مرتبہ عطا کیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ ٱلنَّبِيُّ أَوۡلَىٰ بِٱلۡمُؤۡمِنِينَ مِنۡ أَنفُسِهِمۡۖ وَأَزۡوَٰجُهُۥٓ أُمَّهَٰتُهُمۡۗ ﴾ **[الأحزاب: 6]**

ترجمہ: پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔

اس کے اندر حرمت واحترام اور عزت واکرام کی تعلیم دی گئی ہے جس کی وجہ سے ہر مسلمان پر ان کے اس حق کی حفاظت کرنا اور جس طرح شریعت نے اس کا مطالبہ کیا ہے، اسی طرح اسے ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعظیم کو جو چیزیں واجب ٹھہراتی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ انہوں نے درون خانہ انجام پانے والے طریقہ نبوی کو یاد رکھا اور اسے امت تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، بطور خاص عائشہ رضی اللہ عنہا، کیوں کہ وہ ان صحابہ میں سر فہرست ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

رہی بات خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی زوجہ محترمہ ہیں، وہ آپ کو حوصلہ اور اس بات کا اطمینان دلاتیں کہ آپ جس پر قائم ہیں وہی حق ہے، اور یہ کہ اللہ تعالی آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا، جیسا کہ یہ قصہ مشہور ہے کہ جب جبریل پہلی دفعہ غار حراء میں آپ پر وحی لے کر نازل ہوئے تو آپ ان کے پاس لرزتے اور کانپتے ہوئے آئے، اس وقت انہوں نے آپ کو اطمینان دلایا، پھر آپ کو اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، جو کہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گئے تھے، اور آپ کو انہوں نے مزید اطمینان اور حوصلہ دیا، اور یہ واضح کیا کہ جو چیز آپ پر نازل ہوئی ہے وہ اللہ تعالی کی جانب سے وحی ہے [1]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں تسلیم کرتے ہیں، اور یہ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہوں گی، بطور خاص حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن سے آپ کی اکثر اولاد ہوئی، جنہوں نے سب سے پہلے آپ پر ایمان لایا اور آپ کو اپنے معاملے میں مدد اور تقویت پہنچائیں اور ان کے نزدیک آپ کا بڑا بلند مقام تھا۔

---

(1) یہ قصہ صحیح بخاری (۳) اور صحیح مسلم (۱۶۰) میں ملاحظہ فرمائیں

صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں پر عائشہ کی وہی فضیلت ہے جو فضیلت ثرید کو تمام کھانوں پر حاصل ہے (1)۔ ابن تیمیہ کی بات ختم ہوئی۔

امہات المومنین کی عظمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان پر بطور خاص درود بھیجنے کی تعلیم دی گئی ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے لئے دعا کی جائے کہ اللہ (فرشتوں کی مجلس میں) ان کی تعریف کرے اور ان کا مقام ومرتبہ بلند کرے، ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں؟

آپ نے فرمایا: کہو: اللهم صلِّ على محمَّد وأزواجه وذريته كما صليت على آل إبراهيم وبارك على محمد وأزواجه وذريته كما باركت على آل إبراهيم، إنك حميد مجيد (2).

ترجمہ: اے اللہ رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں پر اور ان کی اولاد پر جیسا کہ تونے رحمت نازل فرمائی آل ابراہیم پر اور اپنی برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی بیویوں اور اولاد پر جیسا کہ تونے برکت نازل فرمائی آل ابراہیم پر، بے شک تو انتہائی خوبیوں والا اور عظمت والا ہے۔

امہات المومنین کا ایک حق یہ بھی ہے کہ ان کے لئے مغفرت کی دعا کی جائے، ان کے مدحتیں اور فضائل ذکر کئے جائیں اور ان کی بہتر ثناخوانی کی جائے، کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کو بلند مقام حاصل تھا، اور اس امت کی دیگر تمام

---

(1) دیکھیں: مجموع الفتاوی: ۳/ ۱۵۴، مذکورہ قول "العقیدۃ الواسطیہ" سے ماخوذ ہے، مذکورہ حدیث کو بخاری (۳۷۶۹) اور مسلم (۲۴۴۶) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو بخاری (۶۳۶۰) اور مسلم (۴۰۷) نے روایت کیا ہے۔

خواتین پر انہیں زیادہ فضیلت حاصل ہے۔

اے مومنو! قرآن نے یہ دلیل دی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہر طرح کی گندگی سے پاک ہیں: ﴿ إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ﴾ [الأحزاب: 33]

ترجمہ: اللہ تعالی یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک کر دے۔

ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے محمد کے اہل خانہ! اللہ تعالی تم سے برائی اور فحاشی کو دور اور تمہیں اس گندگی سے پوری طرح پاک کرنا چاہتا ہے جس میں اللہ کی نافرمانی کرنے والے ملوث ہوتے ہیں۔ انتہی

اسی بنیاد پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی شان میں گستاخی کرنا اور ان پر بے بنیاد تہمت لگانا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کی ایک عظیم شکل ہے، جب کہ اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُؤْذُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ لَعَنَهُمُ ٱللَّهُ فِى ٱلدُّنْيَا وَٱلْـَٔاخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ ﴾ [الأحزاب: 57]

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی پھٹکار ہے اور ان کے لئے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔

اے مسلمانو! روافض - اللہ انہیں غارت کرے - جس عقیدے کے حامل ہیں، وہ نبی ﷺ کی بیویوں کی تعظیم کے منافی ہے، کیوں کہ وہ منافقوں کی روش کی پیروی کرتے ہوئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، اس فاسد عقیدہ کو دین الہی کا حصہ سمجھتے ہیں،

جو کہ معاذ اللہ کفر ہے، کیوں کہ جو شخص عائشہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے وہ قرآن کریم کی سورۃ النور میں وارد ان کی براءت کی خبر کو سچ نہیں مانتا، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ جَآءُو بِٱلۡإِفۡكِ عُصۡبَةٞ مِّنكُمۡۚ لَا تَحۡسَبُوهُ شَرّٗا لَّكُمۖ بَلۡ هُوَ خَيۡرٞ لَّكُمۡۚ لِكُلِّ ٱمۡرِيٕٖ مِّنۡهُم مَّا ٱكۡتَسَبَ مِنَ ٱلۡإِثۡمِۚ وَٱلَّذِي تَوَلَّىٰ كِبۡرَهُۥ مِنۡهُمۡ لَهُۥ عَذَابٌ عَظِيمٞ ١١ لَّوۡلَآ إِذۡ سَمِعۡتُمُوهُ ظَنَّ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ وَٱلۡمُؤۡمِنَٰتُ بِأَنفُسِهِمۡ خَيۡرٗا وَقَالُواْ هَٰذَآ إِفۡكٞ مُّبِينٞ ١٢ ﴾ **[النور: 11-12]**

ترجمہ: جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے، تم اسے اپنے لئے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سر انجام دیا ہے اس کے لئے عذاب بھی بہت ہی بڑا ہے۔ اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔

یہاں تک کہ اللہ نے فرمایا: ﴿ وَلَوۡلَآ إِذۡ سَمِعۡتُمُوهُ قُلۡتُم مَّا يَكُونُ لَنَآ أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبۡحَٰنَكَ هَٰذَا بُهۡتَٰنٌ عَظِيمٞ ١٦ ﴾ **[النور: 16]**

ترجمہ: تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں۔ یا اللہ! تو پاک ہے، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے اور تہمت ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام تر علمائے کرام رحمہم اللہ کا اجماع ہے کہ اس آیت میں مذکور تنبیہ کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرے اور ان پر تہمت لگائے تو وہ کافر ہے کیوں کہ وہ قرآن کا (منکر و) مخالف ہے[1]۔

(1) تفسیر ابن کثیر، سورۃ النور: ۲۳

یہ چند فوائد تھے جن کا تعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعظیم وتوقیر اور اس کے منافی امور سے ہے، اللہ ان تمام سے راضی ہو۔
اللہ مجھے اور آپ سب کو قرآن کریم کی برکت سے فیض یاب کرے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت والی نصیحتوں سے نفع پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے ہر طرح کے گناہوں سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اللہ سے مغفرت کی دعا کریں، یقیناوہ بڑا توبہ قبول کرنے اور بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

اے مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے مراد وہ خواتین ہیں جن کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کی، ان کی تعداد گیارہ ہے:

۱-خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا۔

۲-عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما۔

۳-سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا۔

۴-حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما۔

۵-ام حبیبہ، رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما۔

۶-ام سلمہ، ہند بنت ابوامیہ بن مغیرہ قریشیہ رضی اللہ عنہا۔

۷-زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا۔

۸-زینب بنت خزیمہ ہلالیہ رضی اللہ عنہا۔

۹-جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا۔

۱۰-صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا۔

۱۱- میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا۔

آپ یہ یاد رکھیں (اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے) کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ۝٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو جمعہ کے دن اپنے اوپر بکثرت درود پڑھنے پر ابھارتے ہوئے فرمایا: "تمہارے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ایک بہتر دن ہے، اس لئے اس دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، کیوں کہ تمہارا درود و سلام میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے"۔
اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اچھائی کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! درود و سلام نازل فرما اپنے بندے اور رسول محمد پر، ان کے جانشیں صحابہ، تابعین اور قیامت تک، احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

موضوع: مصطفی ﷺ کا ایک حق آپ پر درود وسلام بھیجنا بھی ہے

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضلَّ له،ومن يُضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو!اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے خوف کھاؤ،اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو،،اور یہ ذہن نشیں کرلو کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک حق یہ بھی ہے کہ آپ پر درود وسلام بھیجا جائے،اور آپ کے لئے وسیلہ (جنت کا ایک خاص درجہ ومقام) اورفضیلت کی دعا کی جائے اور یہ دعا کی جائے کہ اللہ آپ کو مقام محمود تک پہنچائے جس کا اللہ نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اوپر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لئے رحمت اور بلند مقام ومنزلت کی دعا کی جائے،چونکہ لغت کے اندر صلاۃ کے معنی دعا کے آتے ہیں،جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول میں ہے:﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ ﴾ یعنی:آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے،جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کردیں اور ان کے لئے دعا کیجئے۔ بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے۔

یعنی آپ ان کے حق میں دعا کیجئے،یقینا آپ کی دعا ان کو سکون عطا کرتی ہے یعنی باعث رحمت اور قابل اطمینان ہوتی ہے۔

فرشتوں کا آپ کے اوپر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ: فرشتے آپ کے لئے رحمت کی دعا کرتے اور آپ کی تعریف کرتے ہیں۔

جہاں تک اللہ کا آپ پر درود بھیجنے کی بات ہے تو اس کا مطلب ہے: آپ پر رحمت بھیجنا اور ملائے اعلی میں آپ کی تعریف کرنا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر اللہ کی جانب سے آپ پر درود بھیجا جائے تو اس کا مطلب ہے: آپ کی عزت و تعظیم اور محبت وتعریف ،اگر انسان اور فرشتے کی جانب سے درود بھیجا جائے تو اس کا مفہوم ہے اللہ سے یہ دعا کرنا کہ اللہ آپ کی تعریف و توصیف کرے، آپ کے ذکر کو بلند کردے اور آپ کی عظمت واعزاز کو بڑھائے۔

اے مومنو! رسول اللہ ﷺ پر سلام بھیجنے کا مطلب ہے: آپ کے لئے سلامتی طلب کرنا، اس سلامتی کے اندر یہ بھی شامل ہے کہ آپ کی عزت وناموس اور شہرت وناموری کو اس بات سے محفوظ رکھا جائے کہ کوئی اس پر انگلی اٹھائے اور آپ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجنے میں بہت ساری بھلائیاں مضمر ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ سورہ احزاب کی آیت ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اس آیت کا مقصود یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی اپنے بندوں کو اپنے پاس ملائے اعلی میں اپنے بندے اور نبی ﷺ کے بلند مقام کی خبر دینا چاہتا ہے، اس طور پر کہ وہ مقرب فرشتوں کے پاس ان کی تعریف کرتا ہے، اور یہ فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، پھر اللہ تعالی عالم سفلی کے باشندوں کو آپ کے اوپر درود سلام بھیجنے کا حکم دیتا ہے، تاکہ دونوں جہان عالم علیا وسفلی تمام کی تعریف آپ کے حق

میں یکجا ہو جائے[1]۔

اے اللہ کے بندو! اگر بندہ رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجے تو اسے چاہئے کہ صلاۃ و تسلیم دونوں بھیجے، دونوں میں سے کسی ایک پر اکتفا نہ کرے، صرف یہ نہ کہے کہ (اللہ ان پر درود بھیجے) اور صرف یہ بھی نہ کہے کہ (اللہ ان پر سلامتی بھیجے) [بلکہ دونوں کو یکجا کرے]۔ یہ بات آیت کریمہ سے ماخوذ ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦﴾ [الأحزاب: 56][2] یہ قول امام نوی اور ابن کثیر رحمہا اللہ کا ہے۔

اے مسلمانو! جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر آئے تو آپ پر درود بھیجنا واجب ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ دو حدیث کے اندر اس کی تنبیہ کی گئی ہے، پہلی حدیث نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد ہے: "وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ میرے اوپر درود نہیں بھیجے"[3]۔

دوسری حدیث آپ کا یہ ارشاد ہے: " ایسے شخص کی ناک خاک آلود ہو[4] جس کے

(1) تفسیر سروۃ الأحزاب: آیت ٥٦

(2) دیکھیں: "کتاب الأذکار"، باب صفۃ الصلاۃ علی رسول اللہ ﷺ، نیز دیکھیں: تفسیر القرآن العظیم، سورۃ الأحزاب، آیت نمبر ٥٦۔

(3) اسے ابن حبان (١٨٩/٣)، نسائی نے "الکبری" (٩٨٠٠) میں کتاب عمل الیوم واللیلۃ کے اندر باب مَن البخیل کے تحت، اور ترمذی (٣٥٤٦) اور احمد (١/ ٢٠١) نے حسین بن علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے، اور شیخ شعیب نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔

(4) اس سے مراد ذلت واہانت کی بد دعا ہے۔

پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ میرے اوپر درود نہیں بھیجے"(1)۔

اے اللہ کے بندو! رسول ﷺ پر عام حالتوں میں درود بھیجنا مستحب ہے، لیکن دس مقامات پر خصوصیت کے ساتھ (درود وسلام) وارد ہوا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلا مقام: نماز کے اندر آخری تشہد میں۔

دوسرا مقام: نماز جنازہ کے اندر دوسری تکبیر کے بعد۔

تیسرا مقام: خطبوں میں جیسے جمعہ، عیدین اور استسقاء وغیرہ کا خطبہ۔ ابن القیم فرماتے ہیں: خطبوں کے اندر رسول اللہ ﷺ کے اوپر درود وسلام بھیجنے کا مسئلہ ایسا ہے جو تمام صحابہ کرام کے نزدیک مشہور ومعروف تھا(2)۔

چوتھا مقام: جمعہ کے دن، اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تمہارے سب سے بہتر دنوں میں ایک جمعہ کا دن بھی ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن چیخ ہو گی، اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے"(3)۔

---

(1) اسے ترمذی (۳۵۴۵) اور احمد (۲/ ۲۵۴) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے صحیح اور البانی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(2) "جلاء الأفہام" نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا پانچواں مقام، صفحہ: ۴۴۱

(3) اسے نسائی (۱۳۷۳)، ابو داود (۱۰۴۷)، ابن ماجہ (۱۰۸۵) اور احمد (۴/ ۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح أبی داود" میں اسے صحیح کہا ہے۔

پانچواں مقام: اذان کا جواب دینے کے بعد، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح کے اندر عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: "جب تم مؤذن کی آواز سنو تو تم بھی وہی کہو جو وہ کہتا ہے، پھر میرے اوپر درود بھیجو، اس لیے کہ جو شخص میرے اوپر ایک بار درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار اپنی رحمت نازل فرمائے گا..."(1)۔

چھٹا مقام: دعا کے وقت، اس کی دلیل فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں کے ساتھ (مسجد میں) تشریف فرما تھے، اس وقت ایک شخص مسجد میں آیا، اس نے نماز پڑھی، اور یہ دعا کی: اے اللہ! میری مغفرت کر دے اور مجھ پر رحم فرما، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے نمازی! تو نے جلدی کی، جب تو نماز پڑھ کر بیٹھے تو اللہ کے شایان شان اس کی حمد بیان کر اور پھر مجھ پر صلاۃ (درود) بھیج، پھر اللہ سے دعا کر"، کہتے ہیں: اس کے بعد پھر ایک اور شخص نے نماز پڑھی، اس نے اللہ کی حمد بیان کی اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے نمازی! دعا کر، تیری دعا قبول کی جائے گی"(2)۔

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "دعا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہتی ہے، کوئی

---

(1) حدیث: (۳۸۴)

(2) اسے ابوداود (۱۴۸۱)، ترمذی (۳۴۷۷) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ترمذی کے روایت کردہ ہیں، نیز نسائی (۱۲۸۴) نے بھی اسے روایت کیا ہے، ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے، اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

بھی دعا اس وقت تک اوپر نہیں جاتی جب تک کہ آپ نبی ﷺ پر درود نہ بھیجیں"(1)۔

ساتواں اور آٹھواں مقام: مسجد میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کے وقت، نبی کریم ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوتے تو رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے پھر یہ کہتے: اے اللہ تو میرے لئے اپنی رحمت کے دروازوں کو کھول دے"، اور جب مسجد سے نکلتے تو رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجتے پھر یہ کہتے:" اے اللہ تو میرے لئے اپنے فضل کے دروازے کھول دے"(2)۔

نواں مقام: صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے، وہب بن اجدع سے مروی ہے وہ کہتے ہیں، میں نے مکہ کے اندر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا اس درمیان کہ آپ لوگوں سے خطاب کررہے تھے (آپ نے فرمایا): جب تم میں سے کوئی حج کی نیت سے آئے تو چاہیئے کہ سات مرتبہ بیت اللہ کا طواف کرے، اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کرے، پھر صفا سے سعی کا آغاز کرے، بیت اللہ کا رخ کرکے سات مرتبہ تکبیر پڑھے، ہر دو تکبیر کے درمیان اللہ کی حمد وثنا کرے، نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجے، اور اپنے لئے دعا کرے، اور مروہ پر بھی اسی طرح کا عمل انجام دے"(3)۔

---

(1) اسے ترمذی (۴۸۶) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے ابن ماجہ (۷۷۱)، ترمذی (۳۱۴)، ابن ابی شیبۃ (۳۴۱۲) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے، سوائے لفظ مغفرت کے جو ان روایتوں میں وارد ہوا ہے۔

(3) اسے بیہقی (۵/ ۹۴) (۹۳۴۳) اور ابن ابی شیبۃ (۱۴۵۰۱) نے مختصر اروایت کیا ہے، اور " جامع الآثار الصحیحۃ عن أمیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ " کے مؤلف نے اسے حسن کہا ہے۔

دسواں مقام: لوگوں کی نشست و برخواست کے وقت، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور اللہ کو یاد نہ کریں، اور نہ اپنے نبی ﷺ پر (درود) بھیجیں تو یہ مجلس ان کے لیے حسرت و ندامت کا باعث بن سکتی ہے۔ اللہ چاہے تو انہیں بخش دے اور چاہے تو عذاب دے" (1)۔

یہ ایسے مخصوص مقامات ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے، لیکن یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ عام حالتوں میں بھی رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجنا مستحب ہے۔

اللہ میرے اور آپ کے لئے قرآن عظیم میں برکت ڈال دے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت کے ذریعے نفع پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے بخشش کا طلب گار ہوں، آپ بھی اس سے بخشش طلب کریں، یقینا وہ توبہ کرنے والے کو بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

اے مسلمانو! آپ سے یہ بات مخفی نہیں کہ دنیا کے بہت سے ممالک کورونا وائرس کی دوسری لہر کا سامنا کر رہے ہیں، جو کہ پہلے سے کہیں زیادہ سنگین ہے، دنیا کے بعض ممالک کے اندر شعبہ صحت نے اس کا شکار ہونے والوں میں بھاری اضافے کو رکارڈ کیا ہے، نیز اس بات کی تنبیہ کی

---

(1) اسے احمد (۲/ ۴۸۴) اور ترمذی (۳۳۸۰) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین اور البانی نے "السلسلۃ الصحیحۃ" میں اسے صحیح کہا ہے۔

ہے کہ اس کا ایک اہم ترین سبب یہ ہے کہ لوگ حفاظتی تدابیر کو اختیار کرنے میں لاپرواہی برتتے ہیں۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں پر پانچ ضرورتوں کی حفاظت کو واجب قرار دیا ہے، جو کہ یہ ہیں: دین، عقل، عزت وآبرو، جان اور مال۔ اس لئے صحت کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے، اور اس کا تقاضہ ہے کہ مشہور حفاظتی تدابیر کا التزام کیا جائے، جو کہ یہ ہیں: ماسک پہننا، ہاتھوں کو سینیٹائز کرنا، مسجد میں اپنا خاص مصلی لے کر آنا اور ان افواہوں کو پھیلانے سے گریز کرنا جو بیماری کو معمولی بتانے کے لئے اڑائے جاتے ہیں۔

نیز یہ بھی جان رکھیں- اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ وبا اور آزمائش کا شکار ہونے کی ایک اہم وجہ گناہ اور معصیت کے کام ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ ظَهَرَ ٱلْفَسَادُ فِى ٱلْبَرِّ وَٱلْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى ٱلنَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ ٱلَّذِى عَمِلُوا۟ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾ ﴾ [الروم: 41]

ترجمہ: خشکی اور تری میں لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث فساد پھیل گیا۔ اس لئے کہ انہیں ان کے بعض کرتوتوں کا پھل اللہ تعالیٰ چکھا دے (بہت) ممکن ہے کہ وہ باز آجائیں۔

اس کی دوا یہ ہے کہ تمام گناہوں سے صدق دل کے ساتھ توبہ کی جائے، کثرت سے گریہ وزاری اور آزمائش کے ٹلنے کی دعا کی جائے، صبح وشام کی دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، نمازوں کی پابندی کی جائے، بکثرت نوافل اور صدقات وخیرات ادا کیے جائیں، آپسی ناچاقیوں کو دور کیا جائے، فریب، قطع تعلق اور حرام کھانے اور پینے سے اجتناب کیا جائے، جیسے سگریٹ اور منشیات، یا عورتوں کی بے پردگی اور مردوزن کا اختلاط، کیوں کہ یہ وہ بیماریاں ہیں کہ جن کا پھیلنا عمومی آزمائش کے نازل ہونے کا ایک اہم سبب ہے۔

اے اللہ کے بندو! آپ یہ بھی جان لیں-اللہ آپ پر رحم فرمائے-کہ اللہ پاک وبرتر نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ۝٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ:اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں،اے ایمان والو!تم(بھی)ان پر درود بھیجو اور خوب سلام(بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفائے کرام ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما،شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر،تواپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کردے،اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما،اے اللہ! تو ہمیں اپنے ملکوں میں سلامتی عطا کر۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين

ترجمہ: شفاء اللہ الیاس تیمی

موضوع: نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے فوائد وثمرات

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله، نحمده ونستعينه،ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا،من يهده الله فلا مضلَّ له،ومن يُضلل فلا هادي له،وأشهد أن لا إله الإ الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله-

حمد وصلاۃ کے بعد:

مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اسی سے ڈرتے رہو۔ اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو اور جان لو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے دس فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(1) اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا جو حکم دیا ہے اس کی بجاآوری ہوگی جو کہ اللہ کے اس فرمان میں آیا ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: "اللہ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو"۔

(2) بندے کا اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجنا ایک دعا ہے جو ایک مستقل عبادت کی حیثیت رکھتی ہے اور جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اس پر اجر و ثواب بھی مرتب کیا ہے.

(3) جو شخص ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالی کی جانب سے اس شخص کو دس رحمتیں حاصل ہوتی ہیں، جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا (مسلم: 384)

ترجمہ: " جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالی اس کی وجہ سے اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے"۔

اور بدلہ عمل ہی کی جنس سے ہوتا ہے، لہذا جو اللہ کے رسول ﷺ کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالی بھی اس کے اس عمل کا بدلہ اسی طرح عطا فرماتا ہے بایں طور کہ اس کی تعریف کرتا ہے اور اس کی عزت و تکریم میں اضافہ فرماتا ہے۔

(4) درود پڑھنے والے شخص کے دس درجات بلند ہوتے ہیں، اس کے حق میں دس نیکیاں درج ہو جاتی ہیں اور دس گناہوں پر معافی کا قلم پھیر دیا جاتا ہے۔جیسا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے؛ وہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ" {اسے نسائی نے (السنن الکبری) میں روایت کیا ہے، حدیث نمبر: 1221}

ترجمہ: "جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور اس کے دس درجات بلند کر دیے جاتے ہیں "۔

(5) اللہ کے نبی ﷺ پر درود بھیجنا گناہوں کی معافی کا سبب اور بندہ کے لیے ان چیزوں کی طرف سے کفایت کا ذریعہ ہے جن چیزوں نے اس کو غم و الم میں مبتلا کر دیا ہے۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ اٹھتے اور فرماتے:" لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، کھڑ کھڑانے والی آگئی ہے اور اس کے ساتھ ایک دوسری آ لگی ہے، موت اپنی فوج لے کر آگئی ہے۔موت اپنی فوج لے کر آگئی ہے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میں آپ پر بہت صلاۃ(درود) پڑھا کرتا ہوں سو اپنے وظیفے میں آپ پر درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کرلوں؟ آپ نے فرمایا:، جتنا تم چاہو، میں نے عرض کیا چوتھائی؟ آپ نے فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا: آدھا؟ آپ نے فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا دو تہائی؟ آپ نے فرمایا: جتنا تم چاہو اور اگر اس سے زیادہ کرلو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے عرض کیا: وظیفے میں پوری رات آپ پر درود پڑھا کروں؟۔ آپ نے فرمایا: اب یہ درود تمہارے سب غموں کے لیے کافی ہو گا اور اس سے تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے"[1]۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خاص

(1) اسے ترمذی(۲۴۵۷) نے روایت کیا ہے اور اسماعیل القاضی نے فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ (۱۴) میں اسی کے ہم مثل روایت کیا ہے، نیز احمد (۵/۱۳۶) نے اسے مختصراً روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے (الصحیحۃ) کے اندر حدیث نمبر(۹۵۴) کے تحت اسے حسن کہا ہے۔

دعا تھی جو وہ اللہ سے کیا کرتے تھے، لیکن جب سے انہوں نے اپنی خاص دعا کی جگہ نبی ﷺ پر درود بھیجنا شروع کر دیا؛ اللہ ان کی تمام دنیا وی اور اخروی پریشانی کے لئے کافی ہو گیا۔ چنانچہ وہ جب بھی نبی ﷺ پر درود بھیجتے، اللہ رب العالمین ان پر دس رحمتیں نازل فرماتا اور اگر وہ کبھی کسی مومن کے حق میں دعا کرتے تو فرشتے آمین کہنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے مثل آپ کو بھی۔لہذا ان کا نبی کریم ﷺ کے لیے دعا کرنا اس مناسبت سے زیادہ بہتر ہے"(1)۔

(6) نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے والا اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجنے کے ساتھ اس میں آپ کے لئے وسیلہ کی دعا بھی شامل کر لیتا ہے تو یہ اس کے حق میں شفاعت کا سبب ہوتا ہے۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو سنا، آپ فرمارہے تھے: جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے وہ میں ہوں گا، چنانچہ جس نے میرے لیے وسیلہ طلب کیا اس کے لیے (میری) شفاعت واجب ہو گئی۔(صحیح مسلم:384)

(1) مجموع الفتاوی:۱/۱۹۳

(7) جب دعا کرنے والا اپنی دعا سے قبل درود شریف پڑھتا ہے تو اس بات کی امید ہوتی ہے کہ دعا قبول ہو گی کیونکہ درود شریف بندہ کی دعا کو بارگاہ الٰہی تک پہنچا دیتی ہے۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ، حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (الترمذي:486، وصححه الألباني)

ترجمہ: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: دعا آسمان اور زمین کے درمیان رکی رہتی ہے، اس میں سے ذراسی بھی اوپر نہیں جاتی جب تک کہ تم اپنے نبی ﷺ پر صلاۃ(درود) نہیں بھیج لیتے۔

(8) درود شریف پڑھنا اس بات کا سبب ہے کہ اس کے پڑھنے والے کا درود نبی ﷺ پر پیش کیا جاتا ہے۔جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان اس بات کی دلیل ہے:

إِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ. ترجمہ: "تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے "۔

{قطعة من حديث رواه أحمد (8/4) وغيره عن أوس بن أبي أوس رضـي االله عنه، وصححه محققو «المسند» (16162) }

ایک شخص کے لیے اس سے بڑے شرف کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا درود نبی ﷺ پر پیش کیا جائے۔

(9) درود شریف مجلس کی پاکیزگی اور اس کی زکوۃ کا سبب ہے اس مجلس کے برخلاف جس میں نبی پر درود نہ بھیجا گیا ہو، بلاشبہ وہ مجلس بروز قیامت صاحب مجلس پر حسرت و افسوس کا سامان بن کر لوٹے گی۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس مجلس میں بھی اللہ کا ذکر نہ کیا گیا ہو اور نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ پر درود بھیجا گیا ہو وہ مجلس بروز قیامت نقص اور کمی کا باعث ہوگی، اگر چاہے تو اللہ تعالی اصحابِ مجلس کو معاف کردے اور اگر چاہے تو ان کا مواخذہ کر لے۔

{ رواه أحمد (484/2) وغيره، وصححه محققو «المسند» (10277) ، والألباني كما في «السلسة الصحيحة» (156/1) }

(10) درود شریف محبتِ رسول ﷺ کی پائیداری اور اس میں اضافے کا سبب ہے۔ اور یہ ایمان کے معاہدوں میں سے ایک معاہدہ ہے جو محبت کے ذریعے ہی پورا ہو سکتا ہے۔کیوں کہ کوئی شخص جتنا زیادہ اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے، اس کے محاسن اور اس کی محبت کی طرف مائل کرنے والی خوبیوں کو اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے ، اس کی محبت میں اسی قدر اضافہ ہوتا ہے، محبوب سے ملاقات کا شوق بڑھتا چلا جاتا ہے اور مکمل طور پر اس کے دل پر حاوی ہو جاتا ہے۔

جب وہ اپنے محبوب کو یاد کرنا چھوڑ دیتا ہے،اس کے محاسن کو دل سے نکال دیتا ہے،تو دل میں اس کی محبت بھی کم ہو جاتی ہے۔

ایک محبت کرنے والے شخص کی آنکھوں کو دیدارِ یار سے بڑھ کر کوئی چیز ٹھنڈک نہیں پہنچا سکتی!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے یہ دس فائدے ہیں جو ابن القیم رحمہ اللہ کی کتاب "جلاء الأفهام في فضل الصلاة والسلام على خير الأنام ﷺ" سے ملخص ہیں۔

اللہ مجھے اور آپ کو قرآن پاک کی برکت سے مالامال فرمائے، اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے مجھے اور آپ کو فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لیے اور آپ کے لیے اللہ سے استغفار کرتا ہوں لہذا آپ لوگ بھی اللہ سے مغفرت طلب کیجئے۔ یقیناً وہ توبہ کرنے والوں کو خوب معاف فرماتا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أمابعد!!!

اے مسلمانو! نبی ﷺ پر درود بھیجنے میں آپ کے لئے وسیلہ اور فضیلہ کی دعا کرنا بھی شامل ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالی رسول ﷺ کو اس مقام محمود تک پہنچائے جس کا اللہ نے نبی ﷺ سے وعدہ فرمایا ہے، کیوں کہ یہ نبی کے لئے بلندی اور تعریف کی دعا ہے اور یہی آپ پر درود بھیجنے کے معنی ہیں، اس کی دلیل جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اذان سنتے وقت یہ دعا پڑھے: (اللَّهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلاَةِ القَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الوَسِيلَةَ وَالفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُودًا الَّذِي وَعَدْتَهُ) اے اللہ! اس کامل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب! حضرت محمد ﷺ کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور انہیں اس مقام پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے، تو اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہو گی "۔ (صحیح بخاری:614)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو سنا، آپ فرما رہے تھے:،،جب تم مؤذن کو سنو تو اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ مانگو

کیونکہ وہ جنت میں ایک مقام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے وہ میں ہوں گا، چنانچہ جس نے میرے لیے وسیلہ طلب کیا اس کے لیے (میری) شفاعت واجب ہو گئی ۔(صحیح مسلم:384)

وسیلہ سے مراد جنت کے اندر بلند مقام اور فضیلہ سے مراد عام فضیلت و برکت اور خیر و بھلائی ہے۔ نبی ﷺ کے فرمان (مقاماً محموداً) میں "محمود" سے مراد وہ جگہ ہے جہاں کھڑے رہنے والے کی تعریف کی جائے گی اور "المقام" سے مراد حساب و کتاب کی ابتدا کے لئے اہل موقف کے حق میں شفاعت کبریٰ ہے اور اس مقام پر کھڑے ہونے والے نبی ﷺ ہیں۔اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الشَّفَاعَةُ.　　ترجمہ: " مقام محمود سے مراد شفاعت وسفارش ہے "۔

{رواه أحمد (478/2، وقال محققو «المسند»: حسن لغيره، وكذا رواه ابن جرير في تفسير سورة الإسراء، تفسير قوله تعالى: عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا ،آية 79}

حدیث کے اخیر میں اللہ کے نبی ﷺ کا فرمان: "میری سفارش درود پڑھنے والے کے لئے حلال ہو جائے گی" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بدلہ عمل کے جنس سے ہی ملتا ہے۔ چنانچہ جب دعا کرنے والا اللہ کے نبی ﷺ کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالی رسول ﷺ کو مقام محمود پر فائز کرے تو اس کی وجہ سے دعا کرنے والا اس بات کا مستحق قرار پاتا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے لئے نبی ﷺ گناہوں کی معافی اور بلندئ درجات کی سفارش فرمائیں گے۔

اے اللہ! تو ہمیں ایسے لوگوں میں شامل فرما جن کو تیرے نبی ﷺ کی شفاعت نصیب ہو گی!

آپ جان لیجئے -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک عظیم کام کا حکم دیا ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**
ترجمہ: " اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی ﷺ پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہو "۔
چنانچہ جو بھی مسلمان اللہ کے نبی ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے گا اللہ تعالی اس کے دل کو روشن کر دے گا، اس کے گناہوں کو معاف فرما دے گا، اسے انشراح صدر عطا فرمائے گا اور اس کے معاملات کو آسان کر دے گا۔لہذا زیادہ سے زیادہ درود شریف کا ورد کیا کیجئے۔
اے اللہ تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفائے کرام ،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين

ترجمہ: طارق بدر سنابلی

موضوع: ہجرت نبویہ سے ماخوذ سولہ (١٦) دروس وفوائد

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، یہ جان رکھو کہ اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسولوں کے گزر جانے کے ایک مدت بعد مبعوث فرمایا، جبکہ روئے زمین پر بت پرستی کا رواج ہو چکا تھا، جس میں سب سے بہترین بقعہ ارضی مکہ بھی شامل تھا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دی، ان میں سے بہت کم لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کی، اکثر نے اسے رد کردیا، یہ دعوت چوری چھپے جاری رہی، کفار قریش اس سے بے پرواہ تھے، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا اعلان کیا، کفار کے معبودوں کا نقص بیان کیا اور ان کی مذمت ظاہر کی تو ان کے دلوں میں اپنے معبودوں کی حفاظت اور ان کے تیئں تعصب (کا چراغ روشن ہوگیا) اور ان مشرکوں کی روش یکسر بدل گئی، چنانچہ انہوں نے آپ کو (اپنی دعوت سے باز رکھنے کے لیے) مال کا جھانسا دیا کہ آپ سب سے بڑے مال دار ہو جائیں گے، شادی کے نام پر ورغلایا کہ آپ کی شادی قریش کی سب سے حسین وجمیل عورت سے ہو جائے گی، آپ کو یہ پیش کش کی کہ وہ آپ کو اپنا بادشاہ بنالیں گے، آپ کو یہ اختیار بھی دیا کہ آپ ان کے معبودوں کی ایک سال عبادت کریں اور وہ ایک سال آپ کے معبود کی عبادت کریں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پیش کش کو ٹھکرا دیا، ﴿ وَدُّوا۟ لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ﴿٩﴾ ﴾ (یعنی: وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں)، انہوں

نے آپ کے ایسے پیروکاروں کو ستایا اور سزا دیا جن کا (معاشرے میں) نہ رسوخ تھا اور نہ انہیں خاندان وقبیلے کی پشت پناہی حاصل تھی، انہیں بہت دردناک عذاب سے دوچار کیا، تاکہ وہ مجبور ہو کر شرک کی طرف لوٹ جائیں اور ان کے علاوہ جو لوگ اپنے دلوں میں قبولِ اسلام کا ارادہ رکھتے ہیں، وہ ان کی سزا سے خائف وہراساں ہو جائیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آپ کے صحابہ سخت آزمائش کے شکار ہیں اور آپ ان کی نصرت وحمایت سے بھی قاصر ہیں، تو آپ نے انہیں ملکِ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دی، چنانچہ صحابہ کرام نے دو دفعہ حبشہ کی طرف ہجرت کیا، پہلی دفعہ سن پانچ بعثت نبوی میں اور دوسری دفعہ سن دس بعثت نبوی میں، اس کے بعد صحابہ کرام نے مدینہ کی جانب ہجرت کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ہجرت کرکے ان صحابہ سے جاملے، تاکہ اسلام کی نشر واشاعت اور امن وسکون کے ساتھ اللہ کی عبادت کا مشن کامیاب ہو سکے۔

اے مسلمانو! ہجرت نبویہ میں غور کرنے والے کو اس کے اندر بہت سی حکمتیں نظر آتی ہیں اور وہ اس سے بیش بہا فوائد اور دروس حاصل کرتا ہے، ایسے ہی چند دروس ذیل میں ذکر کئے جارہے ہیں:

۱- **اللہ کی راہ میں مال، وطن اور رشتہ داروں کی قربانی**، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے مکہ کی طرف رخ کرکے فرمایا: قسم اللہ کی! بلا شبہ تو اللہ کی سرزمین میں سب سے بہتر ہے اور اللہ کی زمینوں میں اللہ کے نزدیک سب سے محبوب سرزمین ہے، اگر مجھے تجھ سے نہ نکالا جاتا تو میں نہ نکلتا(1)۔

۲- ہجرت کے واقعہ سے ایک درس یہ بھی حاصل ہوتا ہے **کہ جس شخص کے لیے کسی جگہ پر**

(1) اسے ترمذی (۳۹۲۵) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

دعوت کی راہ بند کردی جائے، اسے چاہئے کہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوجائے جہاں وہ دعوت کا کام جاری رکھ سکے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب قریش کی ہدایت سے مایوس ہوگئے تو آپ نے مدینہ کا رخ کرلیا تاکہ وہاں دعوت الی اللہ کا کام جاری وساری رکھ سکیں۔

۳- ہجرت نبویہ کے واقعہ سے ایک درس یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ **ابتلاء وآزمائش کی جو سنتِ الٰہی رہی ہے، وہ یہاں نمایاں ہے**، کیوں کہ جنت نہایت قیمتی شیء ہے، جو جسمانی راحت سے حاصل نہیں ہوسکتی، بلکہ اطاعتِ الٰہی کی خاطر جدوجہد کرنے اور اس راہ میں آنے والی مشقتوں پر صبر کرنے سے حاصل ہوتی ہے: ﴿ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تَدْخُلُوا۟ ٱلْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ مِنكُمْ وَيَعْلَمَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴿١٤٢﴾ ﴾

ترجمہ: کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالی نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ تم میں سے جہاد کرنے والے کون ہیں اور صبر کرنے والے کون ہیں۔

اللہ عزوجل کے لیے یہ نہایت آسان بات تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر قسم کی تکلیف واذیت کو دور کردیتے اور پل بھر میں آپ کو مکہ سے مدینہ منتقل کردیتے جیسے اللہ نے آپ کو اسراء ومعراج کی رات ایک لمحے میں براق سواری پر مکہ سے بیت المقدس منتقل کردیا، لیکن اللہ نے آپ کو آزمائش سے دوچار کرنا چاہا تاکہ آپ اپنی قوم اور بعد میں آنے والی قوموں کے لیے اسوہ ونمونہ بن سکیں، دین کی پاسداری اور صدق وراستی کی پہچان ہوسکے، اللہ کے نزدیک آپ کا اجر وثواب دوبالا ہوجائے اور دعاۃ الی اللہ کو آپ سے یہ سیکھ مل سکے کہ دعوت کی نشر واشاعت میں جن اذیتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان پر کیسے صبر کرنا ہے۔

۴- ہجرت کے واقعہ سے ہمیں یہ درس بھی حاصل ہوتا ہے کہ **حسی اور ظاہری اسباب بھی اختیار کرنے چاہئے**، یہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے لیے) مکمل طور پر حسی تیاری کی، سب سے اہم بات یہ کہ جب تک اللہ تعالی نے **اجازت** نہ دی، تب تک

آپ نے ہجرت نہیں کی، نیز ایک امانت دار ہم سفر **منتخب کیا** جو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، عبد اللہ بن ابی بکر کا **تعاون حاصل کیا** تاکہ وہ آپ کو قریش کی خبریں پہنچایا کریں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ کی **مدد بھی حاصل کی** کہ وہ آپ دونوں کو دودھ پہنچایا کریں، وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بکریاں چرایا کرتے تھے، اسی طرح آپ نے راستے کی رہنمائی کے لیے عبد اللہ بن اریقط اللیثی کا بھی **تعاون حاصل کیا**، حالانکہ وہ مشرک تھا، لیکن وہ امانت دار اور راستوں کا ماہر تھا۔

اسباب اختیار کرنے کی ایک مثال یہ ہے کہ آپ نے **ایسا راستہ منتخب کیا جو نامانوس تھا** تاکہ مشرکوں کی آنکھ میں دھول ڈال سکیں۔

اسباب اختیار کرنے کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مکہ کے جنوب میں واقع **غار ثور کے اندر آپ تین رات تک روپوش رہے۔**

نیز آپ اس وقت تک **غار سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ نہیں ہوئے** جب تک کہ مشرکوں نے آپ کا پیچھا کرنا چھوڑ نہ دیا۔

اسباب اختیار کرنے کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی ہجرت کا معاملہ **راز میں رکھا** اور صرف ان لوگوں کو ہی اس کی خبر دی جن کو بتانا نہایت ناگزیر تھا، (یہ وہ لوگ ہیں جن سے آپ نے تعاون حاصل کیا) اور ان کا ذکر گزر چکا ہے۔

یہ وہ **دس امور ہیں** جن سے منصوبہ بندی کی اہمیت اور اسباب اختیار کرنے سے متعلق سیرت نبویہ کا اسوہ ونمونہ اجاگر ہوتا ہے۔

۵- ہجرت نبویہ سے ہمیں یہ درس بھی حاصل ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مذکورہ بالا ظاہری اور حسی اسباب پر ہی اعتماد وبھروسہ نہ کیا، بلکہ آپ کے دل میں توکل صرف

اللہ عزوجل پر تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ مشرکین جب غار کے پاس پہنچے تو ابو بکر نے کہا: اللہ کے رسول! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف نظر کی تو وہ نیچے ہمیں دیکھ لے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! تمہارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے "(انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا)(1)۔

اللہ تعالی نے سچ فرمایا: ﴿ إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ ٱللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ثَانِىَ ٱثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِى ٱلْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَٰحِبِهِۦ لَا تَحْزَنْ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَنَا ۖ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ٱلسُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ ٱللَّهِ هِىَ ٱلْعُلْيَا ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤٠﴾ ﴾ **[التوبة: 40]**

ترجمہ: اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جب کہ انہیں کافروں نے نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جناب باری نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے، اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ہجرت کے راستے میں سراقہ بن مالک اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ کا تعاقب کرتا ہوا آپ سے قریب جا پہنچا، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! آخر یہ تلاش ہمیں آ ہی ملی، آپ نے فرمایا: غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے(2)۔

---

(1) اسے بخاری (٣٦٥٣) اور مسلم (٢٣٨١) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے بخاری (٣٦٥٢) نے روایت کیا ہے۔

٦- ہجرت نبویہ سے ہمیں یہ بھی درس ملتا ہے کہ **دعوت کی نشر واشاعت کی راہ میں صبر واستقامت پر قائم رہنا واجب ہے**، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے ذریعہ اپنی امت کو یہ تعلیم دی کہ باطل پرستوں کے سامنے ثابت قدم رہنا چاہیئے خواہ وہ ترش روہی کیوں نہ ہوں، بسا اوقات مومنوں کو آزمائش اور کافروں کو فتنہ میں مبتلا کرنے کے لیے باطل کو غلبہ اور اس کے متبعین کو تسلط حاصل ہوتا ہے، لیکن بہتر انجام قطعی طور پر ان کا ہی ہوتا ہے جو ایمان اور صبر پر قائم رہتے ہیں: ﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ ﴾ **[الروم: 47]**

ترجمہ: ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

٧- ہجرت نبویہ سے ہمیں یہ درس بھی حاصل ہوتا ہے کہ اس بات پر **یقین رکھنا چاہیئے کہ بہتر انجام متقیوں کے لیے ہی ہے**، جو شخص ہجرت نبویہ میں غور کرے گا اسے بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ دعوت انجام کار زوال اور اضمحلال کا شکار ہو جائے گی، کیوں کہ اہل باطل کی مادی قوتیں اہل حق کی مادی قوتوں سے کئی درجہ مختلف تھیں، لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) جس کے ساتھ اللہ ہو وہی در اصل توانا اور مضبوط ہے، ہجرت کے آٹھ سال بعد جب مکہ اسلامی سلطنت میں داخل ہو گیا، اہل مکہ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور وقت گزرنے کے ساتھ پوری روئے زمین پر اللہ کا دین پھیل گیا، ہجرت کے اس انجام پر غور کرنے والے کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جو چیز اس پورے منظر نامے پر اثر انداز ہوئی وہ انسان کی مادی قوت نہ تھی، بلکہ ربانی اور الہی قوت تھی (جس نے یہ سارے کارہائے نمایاں انجام دئے)۔

لا محالہ اللہ کا دین غالب ہو کر رہتا ہے، کیوں کہ دین کی قوت در اصل اللہ کی قوت ہے اور اللہ تعالی کو کوئی زیر اور مغلوب نہیں کر سکتا: ﴿ إِن يَنصُرْكُمُ ٱللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۖ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا ٱلَّذِى يَنصُرُكُم مِّنۢ بَعْدِهِۦ ۗ ﴾ **[آل عمران: 160]**

ترجمہ: اگر اللہ تعالی تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟۔

۸- ہجرت کے واقعہ سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ **جو شخص اللہ کی خاطر کوئی چیز ترک کرتا ہے، اللہ تعالی اسے اس سے بہتر انعام سے نوازتا ہے**، چنانچہ جب مہاجروں نے اپنے گھر بار، اہل وعیال اور مال ودولت کو (اللہ کی خاطر) ترک کیا جو انسانی نفس کو سب سے زیادہ محبوب ہوتے ہیں، تو اللہ تعالی نے انہیں بہتر بدلوں سے نوازا، بایں طور کہ پوری دنیا پر ان کو فتح ونصرت عطا کی، مشرق سے لے کر مغرب تک ان کی ملکیت میں دے دی، شام، فارس اور مصر ان کے زیر نگیں ہوگئے، مسلمانوں نے عہدِ صحابہ کے بعد شمال افریقہ کی طرف رخ کیا اور اندلس کو فتح کرلیا۔

۹- ہجرت نبویہ سے ہمیں یہ درس بھی حاصل ہوتا ہے کہ **جو اللہ (کے احکام وحدود کی) حفاظت کرے، اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے، جو اللہ کا تقوی اختیار کرے، اللہ اسے (ہر بلاء ومصیبت سے) محفوظ رکھتا ہے، اس کے لیے (ہر تنگی سے) نکلنے کا راستہ پیدا کردیتا ہے**، چنانچہ جب قریش کے سربراہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر بند کرنے یا آپ کو قتل کرنے، یا آپ کو ملک بدر کرنے کی سازش رچنی شروع کردی تو اللہ نے آپ کی حفاظت فرمائی، ان کی سازش سے آپ کو بچالیا اور آپ کو عزت واکرام کے ساتھ بغیر کسی اذیت اور گزند کے مکہ سے نکال کر مدینہ پہنچادیا۔

۱۰- ہجرت نبویہ کے واقعے سے **ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی آشکار ہوتی ہے**، بایں طور کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دوران اپنی رفاقت کے لیے آپ کو منتخب فرمایا، ان کو اس کا حق بھی حاصل تھا، کیوں کہ انہوں نے آپ سے رفاقت طلب کی تھی، اور آپ کی رفاقت سے اتنے خوش ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپ کے لیے سواری کا انتظام کیا،

راستے میں جب آپ کو یاد آتا کہ دشمن گھات میں ہے تو آپ (کے بچاؤ کے لیے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلنے لگتے اور جب یاد آتا کہ دشمن تعاقب میں ہے تو آپ کے (بچاؤ کے لیے) آپ کے پیچھے ہو لیتے، انہوں نے اپنے تمام اہل خانہ کو راہ الہی میں لگا دیا، چنانچہ اپنے فرزند عبد اللہ کو خبریں پہنچانے کی ذمہ داری دی، اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ ابو بکر کی بکریاں لے کر صبح کے وقت نکلے اور دن بھر انہیں چرائے اور شام کے وقت ان کے پاس بکریاں لے کر پہنچے تاکہ آپ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان بکریوں کا دودھ نوش کریں، جب عبد اللہ بن ابی بکر صبح کے وقت ان دونوں کے پاس سے نکلتے تو عامر بن فہیرہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نکلتے تاکہ ان کے نقوشِ قدم کو مٹاتے جائیں (اور دشمن کو آپ تک پہنچنے کا نشان نہ مل سکے)۔ خلاصہ یہ کہ ابو بکر صدیق نے اپنے آپ کو، اپنے اہل خانہ کو اور اپنے مال ودولت کو اسلام کی فتح ونصرت کے لیے وقف کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔

۱۱- ہجرت نبویہ سے ہمیں **عورت کے عظیم کارنامے کا بھی پتہ چلتا ہے**، یہ اس کارنامے سے ظاہر ہوتا ہے جو اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نے انجام دیا، بایں طور کہ اپنے کمر بند کے دو ٹکڑے کئے، ایک ٹکڑے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے توشہ سفر کو اونٹنی پر باندھا اور دوسرے ٹکڑے سے آپ کے مشکیزے کو باندھا، اسی وجہ سے آپ کو ذات النطاقین کا لقب ملا(1)۔

ان کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ جب ان کے والد ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کی طرف نکلے تو انہوں نے اپنے ساتھ اپنا سارا مال لے لیا، جس کی مقدار اس وقت تقریباً پانچ یا چھ ہزار درہم تھی، وہ کہتی ہیں: ان کے والد سارا مال لے کر چلے گئے، ان کا بیان ہے

(1) دیکھیں: صحیح البخاری (۳۹۰۵)

کہ: ہمارے پاس ہمارے دادا ابو قحافہ آئے جن کی بینائی جا چکی تھی، انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے لگتا ہے وہ خود تو گیا ہی، ساتھ ہی اپنا سارا مال بھی تمہارے پاس سے لے گیا، وہ کہتی ہیں: میں نے کہا: ہر گز نہیں دادا جان! انہوں نے ہمارے پاس بہت سے خیرات وبرکات چھوڑے ہیں، وہ کہتی ہیں: میں نے پتھر کے کچھ ٹکڑے لئے، انہیں گھر کے اس طاق میں رکھا جس میں میرے والد اپنا مال رکھا کرتے تھے اور اس طاق پر ایک کپڑا ڈال دیا، پھر دادا جان کا ہاتھ پکڑا اور کہا: دادا! اپنا ہاتھ اس مال پر رکھئے، ان کا بیان ہے: انہوں نے اپنا ہاتھ اس جگہ پر رکھا اور کہا: کوئی بات نہیں، اگر انہوں نے تمہارے لئے اتنا مال چھوڑا ہے تو بہت اچھا کیا ہے، یہ تمہاری ضروریات زندگی کے لئے کافی ہو گا، ان کا بیان ہے: اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے لئے کچھ نہیں چھوڑا تھا، لیکن میں اس حیلے کے ذریعہ اپنے معمّر دادا کو تسلی دینا چاہتی تھی (1)۔

۱۲- ہجرت نبویہ سے **مدینہ اور وہاں رہنے والے اوس وخزرج کے لوگوں کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے**، کیوں کہ اسلام سے قبل مدینہ کو دوسرے شہروں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اہل مدینہ نے آپ کی ہر ممکن نصرت ومدد کی تو مدینہ کو (دیگر شہروں پر) یک گونہ فضیلت حاصل ہوئی اور اس سے مدینہ کی خصوصیات نمایاں ہو گئیں۔

۱۳- ہجرت نبویہ سے **ان تمام ملحدوں کی تردید ہوتی ہے جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شہوت، مال ودولت اور حکومت واقتدار کی چاہت رکھتے تھے**، کیوں کہ آپ کو مال ودولت، سیاسی اور اقتصادی جاہ ومنصب کی پیش کش کی گئی لیکن آپ نے سب کو ٹھکرا دیا، اگر آپ ان چیزوں کے خواہش مند ہوتے تو آپ یہ پیش کش ضرور قبول کرتے اور اپنی جگہ پر

---

(1) اسے احمد (۶/ ۳۵۰) نے روایت کیا ہے اور المسند (۲۶۹۷۵) کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

بادشاہ بنے رہتے، مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی مشقتیں نہ برداشت کرتے، اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالتے، گھر بار، ملک و وطن اور اہل و عیال کو نہ چھوڑتے، لیکن (حقیقت یہ ہے کہ) آپ کو صرف اور صرف توحید کی اور لوگوں کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (اسلام کی) روشنی میں لانے کی فکر لاحق تھی۔

۱۴- ہجرت سے ایک عظیم ترین درس یہ بھی حاصل ہوتا ہے **کہ کافر ملک سے اسلامی ملک کی طرف ہجرت کرنا مشروع ہے**، جہاں مسلمان اپنے دینی شعائر کا قیام اور مظاہرہ کر سکے، جو شخص کسی جگہ پر دینی شعائر کو قائم کرنے سے قاصر ہو، اس پر شرعاً یہ واجب ہے کہ ایسی جگہ ہجرت کرے جہاں وہ اپنے دین کو قائم کر سکے، ورنہ وہ ترکِ ہجرت پر گناہ گار ہوگا۔

۱۵- ہجرت نبویہ سے ایک درس یہ بھی حاصل ہوتا ہے کہ اس میں ایسی نشانیاں وارد ہوئیں جو آپ کی **نبوت و رسالت پر** دلالت کرتی ہیں، مثلاً سراقہ بن مالک نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنا چاہا تاکہ وہ اس انعام سے سرفراز ہو سکیں جو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرنے والے کے لئے مقرر کیا تھا، جب ان کی نظر آپ پر پڑی تو ان کے گھوڑے کے پاؤں گھٹنے تک زمین میں دھنس گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ بشارت دی کہ انہیں کسری کے کنگن ہاتھ لگیں گے، آپ نے فرمایا: (گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم کسری کے کنگن پہن رہے ہو)(1)۔ ایسا عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں واقع بھی ہوا۔

۱۶- ہجرت سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ **دعوت الی اللہ کے لئے ہمیں ہر موقع سے فائدہ اٹھانا چاہئے**، ہجرت کے راستے میں (کُراع الغمیم (2)) نامی وادی کے پاس آپ صلی اللہ علیہ

(1) دیکھیں: "دلائل النبوۃ" (۶ / ۳۲۵)، ناشر: دار الکتب العلمیۃ

(2) کُراع کے معنی کنارہ کے ہیں، اور غمیم، عسفان کے سامنے ایک وادی ہے۔

وسلم کا گزر بریدۃ بن الحصیب الاسلمی سے ہوا، وہ اپنے خاندان کے اسی (۸۰) افراد کے ساتھ تھے، آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اوران سب نے اسلام قبول کرلیا، ان کے ساتھ آپ نے عشاء کی نماز ادا کی اور اس رات انہیں سورۃ مریم کی ابتدائی آیات کی تعلیم دی[1]۔

میرے بھائیو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا اِس خوف کے عالم میں کیا کہ کہیں مشرکین آپ کو پکڑ نہ لیں، لیکن آپ کے اندر اعلانِ حق کا جذبہ اور اللہ پر توکلِ صادق اس قدر موجزن تھا کہ آپ نے دعوت کو اپنی جان سے بھی زیادہ اہمیت دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

***

یہ ہجرتِ نبویہ سے ماخوذ سولہ (۱۶) دروس وفوائد ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم او رانبیائے کرام کی سیرت میں (ان کے علاوہ بھی) بہت سے بیش بہا دروس وفوائد مضمر ہیں، اللہ تعالی ہمیں ان سے مستفید ہونے اور انہیں روبہ عمل لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

حمد وصلاۃ کے بعد!

مسلمانو! آپ جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ واقعہ ہجرت کی تعظیم یہ نہیں کہ اس کے لئے محفلیں سجائی جائیں، گرچہ ان کے اندر ہجرت سے ماخوذ فوائد کا ذکر ہی کیوں نہ ہو، بلکہ ہجرت نبویہ کی بالخصوص اور سیرت نبویہ کی بالعموم حقیقی تعظیم یہ ہے کہ آپ

---

(1) "البدایۃ والنہایۃ" احداث سنہ ۶۲، (۱۱/۶۱۱)، طباعت: دار ھجر۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کی جائے اور آپ کی سیرت اور ہجرت میں جو بدعات و انحرافات در آئی ہیں، ان سے اجتناب کیا جائے۔

نیز آپ یہ بھی جان رکھیں- اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفائے کرام، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين

موضوع: نواقضِ اسلام

پہلا ناقض: (اللہ کے ساتھ شرک کرنا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

تمام تر عبادتوں کو صرف ایک اللہ کے لیے انجام دینے پر تمام شریعتوں کا اتفاق ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو، اور اس کی نافرمانی سے گریز کرو، اور جان رکھو کہ جن امور پر تمام آسمانی شریعتوں کا اتفاق ہے ان میں یہ بھی ہے کہ: تمام تر عبادتیں صرف ایک اللہ کے لیے انجام دینا واجب ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيۡهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ [الأنبياء: 25]

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ **میرے سوا کوئی معبود برحق** نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ فَٱعۡبُدِ ٱللَّهَ مُخۡلِصٗا لَّهُ ٱلدِّينَ ﴿٢﴾ ﴾ [الزمر: 2]

ترجمہ: آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو **خالص** کرتے ہوئے۔

شیخ عبد الرحمن السعدی رحمہ اللہ (1) اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: یعنی: اپنے دین کو پورے طور پر اللہ کے لیے خالص رکھو، خواہ ظاہری احکام ہوں یا باطنی احکام، اسلام، ایمان اور احسان (ہر درجہ کو اللہ کے لیے خالص رکھو)، بایں طور کہ ایک اللہ کے لیے تمام تر عبادتوں کو خالص رکھو، ان کے ذریعہ اللہ کی رضا طلب کرو، اس کے علاوہ کسی اور مقصد کو پیش نظر نہ رکھو۔

اللہ کا فرمان: (آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے) یہ **اخلاص** کا حکم اور اس بات کی وضاحت ہے کہ جس طرح اللہ تعالی کے لیے ہر طرح کا کمال ہے اور ہر جہت سے وہ اپنے بندوں کا محسن اور منعم ہے، اسی طرح اس کے لیے خالص دین ہے جو ہر قسم کے شائبہ اور ملاوٹ سے پاک ہے، یہی وہ دین ہے جسے اس نے اپنے لیے پسند فرمایا، اسی دین کو اپنے منتخب بندوں کے لیے پسند فرمایا، ان کو اسی دین کا حکم دیا، کیوں کہ یہ دین اس بات پر مشتمل ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے، اس کی محبت، خوف، امید ورجا اور خشوع وانابت جیسی عبودیت کے ذریعہ، بندوں کو اپنے مقاصد کی حصولیابی کے لیے اسی سے رجوع کرنا چاہئے، یہی وہ عبادت ہے جو دلوں کی اصلاح، تزکیہ اور تطہیر کرتی ہے، اور کسی بھی عبادت میں اس کے ساتھ شرک نہیں کرنے دیتی، کیوں کہ اللہ تعالی شرک سے بری ہے، اللہ تعالی تمام شریکوں سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہے، شرک دل اور روح میں بگاڑ پیدا کر دیتا ہے، دنیا وآخرت برباد کر دیتا ہے اور انسانوں کو حد درجہ شقاوت وبد بختی کا شکار بنا دیتا ہے۔ انتہی

---

(1) آپ علامہ فقیہ مفسر شیخ عبد الرحمن بن ناصر سعدی ہیں، آپ نے بہت سی کتابیں تالیف کی، دینی احکام میں آپ کو گہری بصیرت حاصل تھی، آپ کی وفات ۱۳۷۶ھ میں ہوئی، آپ کی سوانح آپ کے شاگرد شیخ عبد اللہ بن عبد الرحمن البسام کے قلم سے پڑھنے کے لیے رجوع کریں: "علماء نجد خلال ثمانية قرون"، آپ کی سوانح دیگر کتابوں میں بھی ذکر کی گئی ہے۔

جن امور پر تمام شریعتوں کا اتفاق ہے ان میں شرک کی حرمت بھی ہے

اللہ کے بندو! جن امور پر تمام شریعتیں متفق ہیں ان میں یہ بھی ہے: اللہ کی عبادت میں شرک کرنے کی ممانعت، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ بَلِ اللَّهَ فَاعْبُدْ وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ۝ ﴾ [الزمر: 65-66].

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی **اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف** بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔ بلکہ **تو اللہ ہی کی عبادت کر** اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

لغت میں شرک ماخوذ ہے: شَـرَّكَ الشيء المفرد بغيره سے (یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملانا)۔ (یہ اس وقت کہا جاتا ہے) جب اس چیز کو دو یا دو سے زائد افراد کے درمیان مشترک کر دیا جائے، ایسے میں آپ کہتے ہیں: قد اشترك الرجلان وتشاركا [1] (یعنی دو لوگ باہم شریک ہوئے)۔ اس بنا پر جب یہ کہا جائے کہ: (فلان أشرك بالله) (فلاں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا) تو اس کے معنی ہوں گے: اس نے اللہ کے ساتھ اس کی ان بعض خصوصیات میں شریک ٹھہرایا جن میں کسی کو اس کا شریک ٹھہرانا درست نہیں۔ خواہ ان خصوصیات کا تعلق اللہ پاک کے اسماء سے ہو یا صفات سے ہو یا اس کے افعال سے، یا اس کا تعلق اس بات سے ہو کہ اللہ تعالی ہی تمام تر عبادتوں کا تن تنہا مستحق ہے، اس کے علاوہ کوئی اور نہیں، خواہ جس کو شریک ٹھہرایا جائے وہ آدمی ہو یا جن ہو یا جمادات میں سے ہو یا قبر ہو یا کوئی اور چیز۔

(1) دیکھیں: «لسان العرب»، مادة: ش-ر-ک.

سارے لوگ توحید پر قائم تھے، پھر قوم نوح میں نیک لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے شرک واقع ہو گیا

چنانچہ اللہ نے نوح کو رسول بنا کر مبعوث کیا

اللہ کے بندو! آدم علیہ السلام کے عہد سے لے کر دس صدیوں تک لوگ توحید پر قائم رہے، پھر شرک واقع ہو گیا، چنانچہ اللہ نے نوح کو رسول بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کو توحید کی دعوت دیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ كَانَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ ٱللَّهُ ٱلنَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ﴾ **[البقرۃ: 213]**

ترجمہ: دراصل لوگ ایک ہی گروہ تھے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں دینے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نوح اور آدم کے درمیان دس صدیوں کا فاصلہ تھا، اس دوران سارے لوگ شریعت حق پر تھے، پھر ان کے درمیان اختلاف ہو گیا، تو اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا(1)۔

اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَمَا كَانَ ٱلنَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَٱخْتَلَفُوا۟ ﴾ **[یونس: 19]**

ترجمہ: اور تمام لوگ ایک ہی امت کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔

یعنی: جس دین صحیح پر قائم تھے اس سے پھر گئے اور شرک کرنے لگے۔

مومنوں کی جماعت! شرک واقع ہونے کے بعد توحید کی دعوت دینے کے لیے اللہ نے سب سے پہلے جس رسول کو معبوث فرمایا وہ نوح علیہ السلام ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّآ

---

(1) ابن جریر نے یہ قول سورۃ البقرۃ کی آیت: ۲۱۳ کی تفسیر میں روایت کیا ہے۔

أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ كَمَآ أَوۡحَيۡنَآ إِلَىٰ نُوحٖ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعۡدِهِۦۚ ﴾ **[النساء: 163]**

ترجمہ: یقیناً ہم نے آپ کی طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ **نوح**(علیہ السلام) اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سارے لوگ آدم کی ملت پر قائم تھے، یہاں تک کہ وہ بت پرستی کرنے لگے، اس کے بعد اللہ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ سب سے پہلے رسول تھے جن کو اللہ نے روئے زمین پر رہنے والوں کی طرف مبعوث فرمایا (1)۔

نوح علیہ السلام کے زمانے میں شرک کی وجہ نیک لوگوں کی تعظیم تھی، جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں وارد ہے ﴿ وَقَالُواْ لَا تَذَرُنَّ ءَالِهَتَكُمۡ وَلَا تَذَرُنَّ وَدّٗا وَلَا سُوَاعٗا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسۡرٗا ﴿٢٣﴾ ﴾ **[نوح: 23]** فرمایا: یہ پانچوں نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام تھے جب ان کی موت ہوگئی تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اپنی مجلسوں میں جہاں وہ بیٹھے تھے ان کے بت قائم کرلیں اور ان بتوں کے نام اپنے نیک لوگوں کے نام پر رکھ لیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان بتوں کی پوجا نہیں ہوتی تھی لیکن جب وہ لوگ بھی مر گئے جنہوں نے بت قائم کئے تھے اور علم لوگوں میں نہ رہا تو ان کی پوجا ہونے لگی (2)۔

شرک؛ توحید کی تینوں قسموں میں واقع ہوتا ہے

اللہ کے بندو! شرک کی حرمت دین اسلام کے بدیہی امور میں سے ہے، یہ اسلام کے نواقض میں سے ہے، جو شخص شرک کا ارتکاب کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، گرچہ

---

(1) تفسیر ابن کثیر: البقرۃ:۲۱۳، معمولی تصرف کے ساتھ

(2) صحیح بخاری: (۴۹۲۰)

شرک کرنے والا نماز وروزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ گردانتا ہو، یہ تمام نواقض اسلام میں سب سے زیادہ واقع ہونے والا ناقض ہے، کتاب الٰہی میں شرک کی قباحت اور مشرکوں کی سزا بے شمار مقامات پر بیان کی گئی ہے، اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

اے مومنوں کی جماعت! توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات (تینوں قسموں) میں شرک واقع ہوتا ہے۔

توحید ربوبیت میں شرک کی مثال یہ ہے کہ: یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی مدبر، یا رازق، یا خالق، یا زندگی اور موت دینے والا ہے، جو شخص اس طرح کا عقیدہ رکھے تو وہ مشرک ہے، واجب یہ ہے کہ اللہ تعالی کو مذکورہ تمام افعال میں یکتا ومنفرد مانا جائے، اور بندہ کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی فعل کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرے۔

اللہ کے اسماء میں شرک کی مثال: مسیلمہ کذاب کا اپنے آپ کو "رحمن الیمامۃ[1]" کے نام سے موسوم کرنا، یہ وہ شخص ہے جو عہد نبوی میں نمودار ہوا اور نبوت کا دعوی کر بیٹھا اور اپنے آپ کو "الرحمن" سے موسوم کرنے لگا، جو کہ اللہ تعالی کے ان اسماء میں سے ہے جو صرف اسی کے ساتھ خاص ہیں۔

اللہ کی صفات میں شرک کرنے کی مثال یہ ہے کہ: غیر اللہ کے لیے علم غیب کا دعوی کیا جائے بایں طور کہ اس کو اللہ کا شریک مانا جائے، مثلاً وہ شخص جو یہ عقیدہ رکھے کہ جادوگر اور کاہن وغیرہ غیب کا علم جانتے ہیں، یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب قرار دے، جو شخص غیر اللہ

(1) الیمامۃ جزیرۃ العرب کے وسط میں ایک علاقہ کا نام ہے۔

کے لیے علم غیب کا دعوی کرے وہ مشرک ہے۔ واجب یہ ہے کہ علم غیب میں اللہ کو منفرد اور یکتا مانا جائے جیسا کہ اللہ نے اپنی ذات کو اس سے موصوف فرمایا ہے: ﴿ قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ ﴾ **[النمل: 65]**

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے **سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔**

توحید عبادت (الوہیت)- جو کہ بندوں کے کام ہیں- اس میں شرک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی عبادت میں اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو شریک کیا جائے، یہ عبادت جیسی بھی ہو، دعا، سجدہ، ذبح، نذر و نیاز، رغبت و رہبت اور امید و رجاء وغیرہ۔ جس نے ان عبادتوں کا کوئی حصہ غیر اللہ کے لیے انجام دیا اس نے اللہ عظیم و برتر کے ساتھ شرک کیا۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٦٥ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعۡبُدۡ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ٦٦ ﴾ **[الزمر: 65-66]**

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔ بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

اللہ تعالی نے یہ حکم دیا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کی جائے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ فَٱدۡعُواْ ٱللَّهَ مُخۡلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ ﴾ **[غافر: 14]**

ترجمہ: تم اللہ کو پکارتے رہو اس کے لیے دین کو **خالص کر کے۔**

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (دعا ہی عبادت ہے)(1)۔

اللہ نے قرآن میں تین سو مقامات پر اخلاص کے ساتھ اللہ سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے، ذبح کے بارے میں اللہ نے حکم دیا کہ بندہ تقرب کی نیت سے صرف ایک اللہ کے لیے جانور ذبح کرے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ نے ارشاد فرمایا: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَٱنْحَرْ ۝٢ ﴾ [الكوثر: 2]

ترجمہ: تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر۔

نیز آپ سے اللہ نے فرمایا: ﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝١٦٢ لَا شَرِيكَ لَهُۥ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا۠ أَوَّلُ ٱلْمُسْلِمِينَ ۝١٦٣ ﴾ [الأنعام: 162-163]

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔

اس آیت میں نسک سے مراد ذبح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتا ہے)(2)۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص غیر اللہ کے لیے کسی بھی قسم کی عبادت انجام دے وہ شرک کا مرتکب

(1) اس حدیث کو ابوداود (۱۴۷۹) اور ترمذی (۲۹۶۹) وغیرہ نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) صحیح مسلم (۱۹۷۸) بہ روایت: علی رضی اللہ عنہ

ہے، خواہ وہ معبود قبر ہو، یا نبی ہو، یا جادوگر ہو، یا جن ہو یا کوئی اور، خواہ اس معبود کے لیے عبادت انجام دینے کی وجہ یہ ہو کہ اسے اللہ کے قریب کرنے والا واسطہ مانتا ہو، یا سفارشی مانتا ہو یا وسیلہ یا کچھ اور، یہ سب شرک ہے، اور یہ سارے مشرکین کے بے بنیاد دلائل ہیں، اللہ تعالی نے مشرکوں کے تعلق سے فرمایا: ﴿ وَٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِهِۦٓ أَوۡلِيَآءَ مَا نَعۡبُدُهُمۡ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَآ إِلَى ٱللَّهِ زُلۡفَىٰٓ ﴾ [الزمر: 3]

ترجمہ: جن لوگوں نے اس کے سوا اولیا بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ (بزرگ) اللہ کی نزدیکی کے مرتبہ تک **ہماری رسائی کرادیں۔**

نیز فرمایا: ﴿ وَيَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمۡ وَلَا يَنفَعُهُمۡ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِۚ ﴾ [یونس: 18]

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس **ہمارے سفارشی ہیں۔**

نیز ارشاد فرمایا: ﴿ أَمِ ٱتَّخَذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ شُفَعَآءَۚ قُلۡ أَوَلَوۡ كَانُواْ لَا يَمۡلِكُونَ شَيۡـٔٗا وَلَا يَعۡقِلُونَ ٤٣ ﴾ [الزمر: 43]

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اللہ تعالی کے سوا (اوروں) کو **سفارشی** مقرر کر رکھا ہے؟ آپ کہہ دیجئے! کہ گو وہ کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ عقل رکھتے ہوں۔

معلوم ہوا کہ واسطہ اور سفارشی کو دلیل بنا کر غیر اللہ کی عبادت کرنا قرآنی نصوص کی روشنی میں باطل اور بے بنیاد ہے، جنہوں نے ایسا کیا انہوں نے اپنے کام کو دوسرے نام سے موسوم کیا، خالق کو مخلوق پر قیاس کیا، انہوں نے دیکھا کہ دنیا کے بادشاہوں اور سرداروں تک پہنچنے کے لیے واسطے، مقربین اور سفارشیوں کی ضرورت ہوتی ہے، اس لیے کہا کہ اللہ کا معاملہ بھی

ایسا ہی ہے، اس تک رسائی حاصل کرنے کے لیے واسطوں، مقرّبین اور سفارشیوں کی ضرورت ہے، جیسے انبیائے کرام، نیک لوگوں کی قبریں اور فرشتے وغیرہ، یہ اللہ کے ساتھ واضح شرک ہے۔

معلوم ہوا کہ شرک توحید کی تینوں قسموں میں واقع ہو سکتا ہے، توحید ربوبیت، توحید الوہیت اور توحید اسماء وصفات، لیکن اکثر وبیشتر توحید عبادت (الوہیت) میں شرک واقع ہوا کرتا ہے۔

اللہ کے بندو! اخلاص اور شرک کے معنی ومفہوم کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اسے سمجھ لے اس کے لیے لوگوں کی تخلیق کے مقصد اساسی کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ شرک کی قباحت چھ ناحیوں سے واضح ہوتی ہے:

پہلا ناحیہ: **وہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کے ذریعہ اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہے**، کیوں کہ اس سے حقوق اللہ کی پامالی ہوتی ہے، جیسے عبادت، عاجزی وانکساری، خشوع وخضوع، اور اللہ پاک کی تعظیم میں کمی کرنا اس کے تعلق سے بدگمانی کرنے کی دلیل ہے، جو کہ سب سے بڑا گناہ ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدِ ٱفۡتَرَىٰٓ إِثۡمًا عَظِيمًا ۝٤٨ ﴾ **[النساء: 48]**

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔

مزید فرمایا:﴿ إِنَّ ٱلشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيمٞ ١٣ ﴾ [لقمان: 13]

ترجمہ: بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔

ابن مسعود سے مروی ہے کہ: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! **سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟** آپ نے فرمایا: تم اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرو جب کہ اسی نے تم کو پیدا کیا(1)۔

دوسرا ناحیہ: شرک **تمام اعمال کو غارت کر دیتا ہے**، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَوۡ أَشۡرَكُواْ لَحَبِطَ عَنۡهُم مَّا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ ٨٨ ﴾ [الأنعام: 88]

ترجمہ: اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کرتے تھے وہ سب اکارت ہو جاتے۔

اور اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:﴿ وَلَقَدۡ أُوحِيَ إِلَيۡكَ وَإِلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكَ لَئِنۡ أَشۡرَكۡتَ لَيَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٦٥ بَلِ ٱللَّهَ فَٱعۡبُدۡ وَكُن مِّنَ ٱلشَّٰكِرِينَ ٦٦ ﴾ [الزمر: 65-66]

ترجمہ: یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا* بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔

تیسرا ناحیہ: **جو شخص شرک کی حالت میں مرتا ہے، اللہ اس کی مغفرت نہیں کرتا، اور شرک کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا**، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَغۡفِرُ أَن يُشۡرَكَ بِهِۦ وَيَغۡفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَآءُۚ وَمَن يُشۡرِكۡ بِٱللَّهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلَٰلَۢا

(1) صحیح بخاری (٦٨١١) اور صحیح مسلم (٨٦)

بَعِيدًا ﴿١١٦﴾ ﴾ [النساء: 116]

ترجمہ: اسے اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک مقرر کیا جائے، ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِٱللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ ٱللَّهُ عَلَيْهِ ٱلْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ ٱلنَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّـٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ﴿٧٢﴾ ﴾ [المائدة: 72]

ترجمہ: یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے اور گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

چوتھا ناحیہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کی بڑی مذمت بیان کی ہے، اس سے منع کیا ہے، مشرکوں کی قباحت ذکر کی ہے، اور آخرت میں ان کا برا ٹھکانہ بیان کیا ہے۔ قرآن میں شرک اور اس کے مشتقات کا ذکر سو (۱۰۰) سے زائد مرتبہ آیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بہت سی احادیث مطہرہ میں شرک سے ہوشیار و خبردار کیا ہے [1]۔

پانچواں ناحیہ: **انبیائے کرام اور ان کے متبعین شرک سے خائف تھے اور اس میں واقع ہونے سے ڈرتے تھے**، اس کی مثال ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ہے: ﴿ وَٱجْنُبْنِى وَبَنِىَّ أَن نَّعْبُدَ ٱلْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ ﴾ [إبراهيم: 35].

ترجمہ: اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے۔

چھٹا ناحیہ: علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ کی عبادت میں شرک کرنا ایسا عمل ہے جو انسان کو ملت اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص فرشتوں

---

(1) دیکھیں: "المعجم المفہرس لألفاظ القرآن الكريم" مادة: شرک

اور نبیوں کو واسطہ بنا کر انہیں پکارے، ان پر توکل کرے اور ان سے حصول منفعت اور دفع مضرت کی دعا کرے، مثلاً ان سے گناہ کی معافی، دلوں کی ہدایت، مشکل کشائی اور حاجت روائی کی دعا کرے تو وہ بالاجماع کافر ہے[1]۔

خطبہ کا خاتمہ:

اللہ کے بندو! توحید اور اس کی ضد (شرک) کو سمجھنے اور شرک اور اس میں واقع ہونے سے متنبہ کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو زندگی بھر توحید پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا کرے، کیوں کہ جو شخص شریعت پر قائم و دائم رہا اور توحید کی حالت میں وفات پایا تو وہ بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔

نیز آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ۝٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

---

(1) دیکھیں: "مجموع فتاوی ابن تیمیۃ" (۱/ ۱۲۴)

موضوع: نواقض اسلام

دوسرا ناقض: (جو مشرکوں کو کافر نہ مانے، یا ان کے کفر میں شک کرے یا ان کے دین کو درست قرار دے)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد و ثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز (دین میں) ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، دین میں ایجاد کردہ ہر چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اللہ پر ایمان لانا اور معبودان باطلہ کا انکار کرنا واجب ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریز کرو، اور جان رکھو کہ جن امور پر آسمانی شریعتوں کا اتفاق ہے ان میں یہ بھی ہے کہ توحید کی بنیاد دو رکنوں پر ہے: پہلا رکن: غیر اللہ کی عبادت سے براءت، جسے اللہ نے طاغوت کی عبادت سے متصف کیا ہے۔ دوسرا رکن: صرف ایک اللہ کی عبادت کا اقرار، اور یہی توحید ہے، چنانچہ جو شخص مشرکوں کے دین سے براءت نہ کرے اس نے طاغوت سے براءت اور اس کا انکار نہیں کیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ﴾ [البقرة: 256]

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے طاغوت کا انکار نہیں کیا اس نے مضبوط کڑے کو نہیں تھاما جو کہ دین اسلام ہے۔

ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے دین سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ إِنَّنِي بَرَآءٌ مِّمَّا تَعۡبُدُونَ ۝٢٦ إِلَّا ٱلَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُۥ سَيَهۡدِينِ ۝٢٧ وَجَعَلَهَا كَلِمَةَۢ بَاقِيَةٗ فِي عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُونَ ۝٢٨ ﴾ **[الزخرف: 26-28]**

ترجمہ: میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو* بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے ہدایت بھی کرے گا۔ اور (ابراہیم علیہ السلام) اسی کو اپنی اولاد میں بھی باقی رہنے والی بات قائم کر گئے تاکہ لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔

طارق بن اشیم الاشجعی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس نے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" کہا اور اللہ کے سوا جن کی بندگی کی جاتی ہے، ان (سب) کا انکار کیا تو اس کا مال وجان محفوظ ہو گیا اور اس کا حساب اللہ پر ہے[1]۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ: جس نے ان معبودوں کا انکار نہیں کیا جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، تو اس کا مال وجان محفوظ نہیں، اور یہ صرف کافر کے حق ہی میں ہوتا ہے۔

(1) صحیح مسلم (۲۳)

کافروں کو کافر قرار نہ دینا نواقض اسلام میں سے ہے-اس کے اسباب کی وضاحت

اللہ کے بندو! قرآن وحدیث کی مذکورہ وضاحت کی بنا پر معلوم ہوا کہ **جو شخص مشرکوں کو کافر نہ قرار دے، یا ان کے کفر میں شک کرے، یا ان کے مذہب کو درست گردانے،** تو اس نے کفر کیا اور نواقض اسلام میں سے ایک ناقض کا ارتکاب کیا۔

اللہ کے بندو! جو شخص باطل ادیان کے پیروکاروں کو کافر نہ قرار دے تو وہ بھی حقیقت میں کافر ہی ہے، مسلمان نہیں، **کیوں کہ اس نے اس شخص کی تکفیر نہیں کی جسے اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا ہے، اور اس نے نہ تو قرآن کی خبر کی تصدیق کی** اور نہ حکم نبوی کی تعمیل کی، اور جو انسان اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی تصدیق نہ کرے وہ کافر ہے، اللہ کی پناہ۔

نیز یہ کہ جو شخص مشرکوں کو کافر نہ قرار دے، **اس کے نزدیک ایمان اور کفر برابر ہوتے ہیں،** ان دونوں میں تفریق باقی نہیں رہتی، اس لیے وہ کافر ہے [(1)]۔

اللہ کے بندو! جو شخص کافر کو کافر نہیں مانتا **در اصل وہ اسلام اور کفر میں فرق نہیں جانتا،** جب کہ دین کا یہ ایسا حکم ہے جو سب کو معلوم ہے، قرآن کریم میں بے شمار مقامات پر کفر کی نکیر کی گئی ہے اور دنیا و آخرت میں کافروں کو ملنے والی سزاؤں کا ذکر کیا گیا ہے، اور جو شخص کافر کو کافر نہ مانے وہ اس بات کا مستحق نہیں کہ مسلمان کہلائے، یہاں تک کہ اسلام اور کفر کا فرق جان جائے اور اپنے دل اور زبان سے کلی طور پر کفر سے براءت کا اظہار کرے۔

نیز یہ کہ جو انسان اس شخص کو کافر نہ گردانے جسے اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا ہے تو **اس نے اللہ کے حرام کردہ شرک کو حلال قرار دیا،** بایں طور کہ جو شخص مشرک ہے، اسے کافر

---

(1) یہ شیخ صالح الفوزان کا قول ہے جو انہوں نے اپنی کتاب: "شرح نواقض الإسلام" ص۷۹ میں ذکر کیا ہے۔

نہیں مانا، اور یہ اللہ کے حکم شرعی کی خلاف ورزی، بلکہ اس میں اللہ سے نزاع کرنا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ﴾ **[الأنعام: 151]** الآية.

ترجمہ: آپ کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن (کی مخالفت) کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمادیا ہے، وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ۔

ابن سعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: (ہر وہ شخص جس کی شریعت نے تکفیر کی ہے، اس کی تکفیر کرنا واجب ہے، اور جو شخص اسے کافر نہ مانے جسے اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا ہے، تو وہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلانے والا ہے، یہ اس وقت جب اس کے نزدیک شرعی دلیل سے اس کا کفر ثابت ہو جائے)[1]۔

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (جو شخص کافر کو کافر نہ مانے وہ بھی اسی کی طرح ہے، بشرطیکہ اس پر حجت قائم کی جائے اور اس کے سامنے دلیل بیان کی جائے، پھر بھی وہ اسے کافر نہ ماننے پر مصر رہے، مثلاً وہ شخص جو یہود یا نصاری یا کمیونسٹوں کو یا ان جیسے دیگر ایسے کافروں کو کافر نہ مانے جن کا کفر ادنی علم و بصیرت والے کے لیے بھی مشتبہ نہیں ہے)[2]۔

شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں: (جو شخص مشرکوں کو کافر نہ مانے وہ ان کی طرح ہی کافر اور مرتد ہے، کیوں کہ اس کے نزدیک اسلام اور کفر یکساں ہیں، وہ ان دونوں میں تفریق نہیں کرتا، اس لیے وہ کافر ہے)[3]۔

---

(1) الفتاوی السعدیۃ:۹۸

(2) "مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ" (۷/۴۱۸)، دار القاسم-ریاض

(3) "شرح نواقض الإسلام" ص۷۹

طاغوت (معبودان باطلہ) کا انکار کرنے کی اہمیت

اللہ کے بندو! چوں کہ طاغوت کا انکار کرنا بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لیے اللہ پر ایمان لانے سے پہلے طاغوت کے انکار کا ذکر آیا ہے، تاکہ بندہ کے اندر مضبوط کڑے کو تھامنے کا عمل مکمل ہوسکے، یہ اللہ کے اس فرمان میں ہے: ﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ﴾ **[البقرة: 256]**

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔

یہ تخلیہ کو تحلیہ پر مقدم کرنے کے قبیل سے ہے۔ یعنی برائی سے پاک کرنا اور اچھائی سے مزین کرنا۔

طاغوت کا انکار پانچ امور سے بروئے عمل آتا ہے

اللہ کے بندو! ادیان باطلہ کا انکار پانچ امور کے ذریعہ کیا جاتا ہے، ان کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا، ان کی عبادت کو ترک کرنا، ان سے بغض رکھنا، **ان کے ماننے والوں کو کافر قرار دینا**، اور ان سے دشمنی رکھنا، یہ سارے شروط اللہ تعالی کے اس فرمان سے ماخوذ ہیں: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ ﴾ **[الممتحنة: 4]**

ترجمہ: (مسلمانو!) تمہارے لیے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت

کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوگئی۔

یہ آیت تین چیزوں پر دلالت کرتی ہے: کافروں سے براءت کا اظہار، ان کے عمل -شرک کے ارتکاب- سے براءت کا اظہار، اور ان سے بغض وعداوت کا اظہار۔

رہی بات ان کے معبودوں کی پرستش کے باطل ہونے کا عقیدہ رکھنا تو یہ اس آیت کریمہ سے ظاہر وعیاں ہے، کیوں کہ اگر اس کے باطل ہونے کا عقیدہ نہ ہو تو یہ تینوں چیزیں بروئے عمل نہیں آسکتیں۔

رہی بات ان کے معبودوں کی عبادت ترک کرنے اور ان سے قطع تعلق کرنے کی تو یہ اس آیت سے ماخوذ ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَأَدْعُواْ رَبِّي عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ ﴾ **[مریم: 48]**

ترجمہ: میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگ کر محروم نہ رہوں گا۔

کفر سے براءت کا اظہار تمام اعضاء وجوارح سے ہوتا ہے

مذکورہ آیتوں میں ایک لطیف نکتہ مضمر ہے، وہ یہ کہ کفر سے براءت کا اظہار دل، زبان اور اعضاء وجوارح سے ہوتا ہے، **دل سے براءت کا اظہار** ان سے بغض اور ان کے کفر کا عقیدہ رکھ کر ہوتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں ہے: ﴿ كَفَرْنَا بِكُمْ ﴾.

زبان سے براءت کا اظہار ابراہیم علیہ السلام کی اس صراحت ووضاحت میں ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے سامنے کی اور اعضاء وجوارح سے براءت کا اظہار ان کے اس قول میں ہے کہ:

﴿وَأَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [مریم: 48]

ترجمہ: میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی سب کو چھوڑ رہا ہوں۔

براءت کا اظہار ہر قسم کے کفر سے کیا جائے گا، نہ کہ صرف عبادت میں شرک سے براءت کی جائے گی

اللہ کے بندو! **براءت کا اظہار صرف اللہ کی عبادت میں شرک سے براءت کرنے میں محصور نہیں ہے، بلکہ شرک وکفر کی تمام قسموں کو شامل ہے،** جیسے اللہ کو نقائص سے متصف کرنا، یا دین کا مذاق اڑانا، یا صحابہ کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا، یا امہات المؤمنین پر کیچڑ اچھالنا، یا یہ گمان رکھنا کہ جبرئیل نے رسالت میں خیانت کی، یا نصرانیت، یہودیت اور بودھ مذہب کو درست قرار دینا، یا اس طرح کی ایسی کفریات کا ارتکاب کرنا جن کے مرتکبین کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔

اللہ کے بندو! اس مقدمہ سے توحید اور اس کی ضد سے واقفیت کی اہمیت اجاگر ہوگئی، توحید کے باب میں آپسی محبت وتعلق کا معنی واضح ہوگیا، اس کی ضد سے براءت کا مفہوم آشکار ہوگیا، اس کی واقفیت سے دل راہ ہدایت پر قائم اور گامزن رہتا ہے، کیوں کہ ضد کے ذریعہ ہی ضد کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے، جیسا کہ شاعر نے کہا:

فالضِّد يظهر حسنه الضد وبضِدها تتبين الأشياء

یعنی: ضد کا حسن اس کی ضد سے ہی آشکار ہوتا ہے اور چیزیں اپنی ضد سے ہی واضح ہوتی ہیں۔

چنانچہ جو شخص شرک سے ناآشنا ہو وہ توحید سے بھی ناآشنا رہتا ہے، اور جس نے شرک سے براءت کا اظہار نہیں کیا اس نے توحید کو بروئے عمل نہیں لایا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور جان رکھو کہ **جو شخص مشرکوں کے کافر ہونے میں شک کرتا ہے، وہ بھی ان کی ہی طرح ہے**، چنانچہ مثال کے طور پر جو شخص یہ کہے: (مجھے نہیں پتہ، یہودی کافر ہیں یا نہیں)، یا یہ کہے: (مجھے نہیں پتہ، نصاری کافر ہیں یا نہیں)، یا یہ کہے: (مجھے نہیں معلوم کہ غیر اللہ کو پکارنے والا مسلمان ہے یا نہیں) یا یہ کہے: (مجھے نہیں معلوم کہ فرعون کافر ہے یا نہیں) تو ایسا کہنے والا شخص بھی کافر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس بات میں متردد ہے کہ **کفر بذات خود حق ہے یا باطل ہے**۔ لہذا وہ کفر کے بطلان کا یقینی بیان نہیں دیتا، اور نہ طاغوت کا انکار کرتا ہے، جب کہ اللہ نے اس مسئلہ کو قرآن میں فیصلہ کن طریقہ سے بیان کر دیا ہے، اور یہ واضح کر دیا ہے کہ کفر باطل ہے، اب جو شخص اس وضاحت کے باوجود شک کرے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں موجود حکم الہی پر اس کا ایمان نہیں ہے۔

نیز یہ کہ شک کرنے والا دین اسلام سے حقیقی طور پر نا آشنا ہے، اگر وہ دین اسلام سے واقف ہوتا تو اس کے سامنے اسلام کی ضد یعنی کفر واضح ہوتا، اور جو شخص دین اسلام سے واقف نہ ہو اس پر مسلمان ہونے کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے ؟!

شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب (1) رحمہم اللہ جمیعا اپنی کتاب: "أوثق عری الاِیمان" میں فرماتے ہیں:

اگر وہ ان کے کفر کے بارے میں شک کرے یا ان کے کفر سے نا آشنا ہو ، تو اس کے سامنے قرآن وسنت کے وہ دلائل بیان کیے جائیں گے جن سے ان کا کفر واضح ہوتا ہے، اس کے بعد بھی اگر شک کرے یا تردد کرے تو وہ کافر ہے کیوں کہ علمائے کرام کا اجماع ہے کہ جو شخص کافر کے کفر میں شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔ (2)

جو شخص کافروں کے مذہب اور ان کے دین کو درست قرار دے، اس کا حکم

اللہ کے بندو! جو شخص کافروں کے مذہب اور دین کو درست قرار دے، تو وہ اس شخص سے بھی زیادہ گمراہ ہے جو ان کے دین کے باطل ہونے پر شک کرتا ہے، اس کا کفر شک کرنے والے کے کفر سے زیادہ بڑا ہے، کیوں کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دین اسلام کو غلط قرار دیتا ہے جس نے کافروں کے دین کو باطل قرار دیا ہے، وہ کفر کا دفاع کرتا ہے، اس کی دعوت دیتا اور اس کی نصرت ومدد کرتا ہے، بلکہ کفر کی نشر واشاعت کے لیے میدان ہموار کرتا ہے، اللہ کی

---

(1) شیخ سلیمان نجد کے کبار علماء میں شمار کیے جاتے ہیں، ان کی ولادت سنہ ۱۲۰۰ھ میں ہوئی، انہوں نے مختلف مشائخ سے شرف تلمذ حاصل کیا، ان کو کتب ستہ میں اجازہ حاصل تھا، انہوں نے درس وتدریس اور قضاء کا فریضہ انجام دیا، ان کی وفات جوانی کے عالم میں سنہ ۱۲۳۴ھ کو اذن الہی سے شہادت کی شکل میں ہوئی، ان کی بہت سی تالیفات ہیں، ان کی مشہور ترین کتابوں میں "تیسیر العزیز الحمید" ہے، تین صدیوں سے علماء اور طلاب علم اب تک مستفید ہو رہے ہیں، توحید عبادت کے باب میں وہ سند مانے جاتے ہیں، ان کے بعد آنے والے سارے لوگ ان سے اور ان کے طلبہ سے استفادہ کرتے آئے ہیں، اللہ ان پر اپنی کشادہ رحمت برسائے۔

(2) ص: ۱۳۵، ماخوذ از: مجموع رسائل الشیخ، ترتیب: ڈاکٹر ولید بن الرحمن آل فریان حفظہ اللہ، ناشر: دار عالم الفوائد

پناہ، مثلاً وہ شخص جو دین اسلام کے منافی عقائد میں سے کسی عقیدہ کو درست سمجھے، جیسے یہودیت، یا نصرانیت، یا سوشلزم، یا سیکولزم جیسے کافرانہ فرقوں کو درست سمجھے، یا بزعم خویش تینوں ادیان کے درمیان وحدت کی دعوت دے، یعنی یہودیت، نصرانیت اور اسلام کے درمیان، اور ان ادیان کو ابراہیمی ادیان سے موسوم کرے، اور باطل کلام کے ذریعہ لوگوں کو شک وشبہ میں مبتلا کرے اور کہے کہ یہود ونصاری موسی اور عیسی کے پیروکار ہیں، یہ حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کرنا ہے، کیوں کہ اللہ نے دین اسلام کے ذریعہ تمام ادیان کو منسوخ کر دیا، اور اگر موسی اور عیسی بھی زندہ ہوتے تو وہ بھی دین اسلام کی پیروی کرتے، یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ صحیح دین پر قائم ہوتے، لیکن اب حالت یہ ہے کہ ان کے لائے ہوئے دین میں تحریف ہو چکی ہے اور وہ اپنی درست حالت سے یکسر بدل چکے ہیں، چنانچہ تورات کے ضائع ہونے کے بعد موسی کے دین میں تحریف آگئی، اور (یہودیوں نے) عزیر کی پرستش شروع کر دی، اور کہنے لگے: وہ اللہ کے بیٹا ہیں۔ مسیح کو جب آسمان کی طرف اٹھالیا گیا تو ان کے دین میں بھی تحریف آگئی اور ان کے پیروکار صلیب کی پرستش کرنے لگے، اور کہنے لگے کہ وہ اللہ کے بیٹا ہیں، اور اللہ تین معبودوں میں سے ایک ہے، کیا اس کے بعد بھی یہ کہنا درست ہو گا کہ یہودیت اور نصرانیت درست ادیان ہیں، جن کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرنا لوگوں کے لیے جائز ہے؟! ہر گز نہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ يَـٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَـٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَيَعْفُوا۟ عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ ٱللَّهِ نُورٌ وَكِتَـٰبٌ مُّبِينٌ ﴿١٥﴾ ﴾ [المائدة: 15]

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی بکثرت ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے، تمہارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔

نیز فرمایا:﴿ يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ فَتۡرَةٖ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٖ وَلَا نَذِيرٖۖ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٞ وَنَذِيرٞۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ١٩ ﴾ [المائدة: 19]

ترجمہ: اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے۔ جو تمہارے لئے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں، اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے: ﴿ وَمَن يَبۡتَغِ غَيۡرَ ٱلۡإِسۡلَٰمِ دِينٗا فَلَن يُقۡبَلَ مِنۡهُ وَهُوَ فِي ٱلۡأٓخِرَةِ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ ٨٥ ﴾ [آل عمران: 85]

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے، اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص کافروں کے دین کو درست قرار دے جیسے یہودیت یا نصرانیت کو، تو وہ کافر ہے، اللہ کی پناہ(1)۔

روافض سے قریب ہونے کی دعوت مشرکوں کے دین کو بہتر سمجھنے میں داخل ہے

اللہ کی پناہ، اسی کے مثل یہ بھی ہے کہ روافض سے قریب ہونے کی دعوت دی جائے، وہ روافض جن کے دین کی بنیاد ہی قبر پرستی، آل بیت کی پرستش، سنت نبویہ کے انکار، صحابہ کی تکفیر، دو امینوں پر طعن و تشنیع، یعنی فرشتوں کے امین جبریل اور امت کے امین محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن پر طعن و تشنیع اور ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن و تشنیع کرنے پر

(1) دیکھیں: "الإبطال لنظرية الخلط بين دين الإسلام وغيره من الأديان" تالیف: شیخ ابو بکر زید، رحمہ اللہ، "شرح نواقض الإسلام" ص ۸۱، تالیف: شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ

ہے، چنانچہ جو شخص ان سے قربت بڑھانے کی دعوت دے، اور ان کے دین کو خوبصورت بنا کر پیش کرے تو وہ حقیقت میں ان سے بری نہیں ہے، اس لیے وہ بھی ان کی طرح ہی کافر ہے، کیوں کہ اس نے کفر اور نفاق کو درست سمجھا، گرچہ اسے قبول نہیں کیا، اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

خطبہ کا خاتمہ:

اللہ کے بندو! توحید اور اس کی ضد کو سمجھنے اور شرک اور اس میں واقع ہونے سے متنبہ کرنے کے لیے اور یہ بیان کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے کہ مسلمان پر واجب ہے کہ مشرکوں کو کافر نہ ماننے یا ان کے کفر میں شک کرنے یا ان کے مذہب کو درست قرار دینے سے ہوشیار رہیں، کیوں کہ یہ تینوں اسلام کے نواقض میں سے ہیں، مسلمان پر واجب ہے کہ جس شخص کو اللہ اور اس کے رسول نے کافر قرار دیا ہے اس کے کفر پر یقین رکھے اور اس کے دل میں اس بابت کسی طرح کا تردد اور شک نہ داخل ہو۔

اللہ تعالی تمام لوگوں کو زندگی بھر توحید پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا کرے، کیوں کہ جو شخص شریعت پر قائم ودائم رہا اور توحید کی حالت میں وفات پایا تو وہ بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہو گا۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

موضوع: نواقض اسلام

تیسرا ناقض: (جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا طریقہ آپ کے طریقہ سے بہتر ہے، تو اس نے کفر کیا، اسی طرح وہ شخص (بھی کافر ہے جو) یہ عقیدہ رکھے کہ غیر اللہ کا حکم (فیصلہ) اللہ کے حکم (فیصلہ) سے بہتر ہے، جیسے وہ لوگ جو طواغیت کے فیصلے اور خود ساختہ قوانین کو اللہ کے فیصلے پر فوقیت دیتے ہیں)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه إلا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل اور اکمل طریقہ ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریز کرتے رہو، اور جان رکھو کہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینے سے اس بات پر ایمان لانا لازم آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل اور اکمل طریقہ ہے، اس سے مراد وہ طریقہ اور منہج ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیدہ، عبادات، معاملات، اخلاقیات، قضاء وفیصلہ اور سیاست وغیرہ میں اختیار کیا، جس کا ذکر قرآن یا سنت نبویہ کے نصوص میں آیا ہے۔

اللہ کے بندو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہی سب سے افضل طریقہ ہے، کیوں کہ آپ نے یہ طریقہ اللہ عزیز وبرتر سے حاصل کیا، اور یہ منہج زندگی کے تمام شعبوں کو شامل ہے، عبادات، اخلاقیات، سیاسیات، قضاء وفیصلہ، سماجی، تعلیمی وتربیتی وغیرہ تمام گوشے اس میں داخل ہیں۔

اس کی دلیل کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے بہتر طریقہ ہے، اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب: 21]

ترجمہ: یقیناتمہارے لیے رسول اللہ میں **عمدہ نمونہ** (موجود) ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے: (سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے عمدہ طریقہ **محمد کا طریقہ** ہے)۔

عقیدہ کے باب میں سب سے عمدہ طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے

اللہ کے بندو! سیرت نبوی کا مطالعہ کرنے والے کو پتہ چل جاتا ہے کہ آپ کا طریقہ و منہج ہی سب سے افضل منہج ہے، چنانچہ عقیدہ کے باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اسلامی عقیدہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اور جس کی تعلیم دی وہ ان تمام ابواب اور مسائل کو محیط ہے جن کی اللہ پر، اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، آخرت کے دن اور تقدیر کے خیر و شر پر ایمان لانے کے باب میں انسان کو ضرورت پڑتی ہے، یہ عقیدہ سابقہ انبیائے کرام کے عقائد میں عقل صحیح کے مطابق جدت لاتا ہے اور افراط و تفریط سے روکتا ہے۔

عبادت کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

عبادات کے باب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے، اس میں نہ کوئی افراط ہے نہ کوئی تفریط، نہ رہبانیت ہے اور نہ سستی وکاہلی، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: بے شک دین اسلام بہت آسان ہے۔ اور جو شخص دین میں سختی کرے گا تو دین اس پر غالب آجائے گا، اس لیے میانہ روی اختیار کرو اور (اعتدال کے ساتھ)

قریب رہو اور خوش ہو جاؤ(1)۔

آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا جو عبادت میں اپنے نفس کو تھکا دینا چاہتے تھے: (تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے)(2)۔ اور جب کسی صحابی نے کہا کہ وہ گوشت نہیں کھائیں گے، کسی نے کہا کہ: میں عورتوں سے علیحدگی اختیار کروں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا، تیسرے نے کہا: میں روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا، چوتھے نے کہا: میں رات بھر قیام کروں گا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عرض کیا: لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اس کے علاوہ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے(3)۔

اخلاقیات کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

اخلاقیات کے باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق سب سے کامل اخلاق ہے، اس میں کوئی تعجب کی بات بھی نہیں، کیوں کہ جس نے آپ کی تربیت وتعلیم کا فریضہ انجام دیا وہ اللہ تعالی ہے، اور اللہ نے ہی آپ کے حسن اخلاق کی گواہی بھی دی، اللہ نے آپ سے فرمایا:﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٤﴾ ﴾ **[القلم: 4]**

---

(1) اس حدیث کو بخاری (۳۹) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو احمد (۲۶۸/۶) وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور "المسند" (۲۶۴۰۸) کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے، اس حدیث کی اصل صحیحین میں ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے۔

(3) اس حدیث کو بخاری (۵۰۶۳) اور مسلم (۱۴۰۱) نے تقریبا مذکورہ الفاظ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: اور بے شک تو بہت بڑے (عمدہ) اخلاق پر ہے۔

اہل خانہ، صحابہ کرام اور پڑوسیوں کے تئیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اخلاق وبرتاؤ تھا، اس پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ ملتے تھے، عفوودرگزر سے کام لیتے، یہاں تک کہ آپ نے اس یہودی عورت کو بھی معاف کردیا جس نے آپ کے کھانے میں زہر ملادیا اور اس کا اثر آپ نے اپنی وفات تک محسوس کیا، آپ لوگوں کے تئیں مشفق ومہربان تھے، یہاں تک کہ جنگ وجدال اور معرکہ جہاد میں دشمنوں کے ساتھ بھی شفقت سے پیش آتے، چنانچہ ایسے شخص کو قتل کرنے سے آپ منع کرتے جو جنگ میں شریک نہ ہو، جیسے بوڑھے، عورتیں اور بچے، مال لوٹنے سے روکتے، غلول (خیانت) سے منع کرتے، یعنی مال غنیمت کی تقسیم سے قبل کچھ لینے سے منع کرتے، اور حکم الٰہی کے مطابق آپ مال غنیمت تقسیم کیا کرتے تھے، مقتول کا مثلہ کرنے سے منع فرماتے، یعنی مردہ حالت میں اس کی شکل وشباہت بگاڑنے اور اس سے انتقام لینے سے منع فرماتے، عہد شکنی اور غداری سے روکتے، اور بغیر کسی عوض کے قیدیوں کو رہا کردیتے، ان میں سے کچھ کو بطور انتقام قتل کردیتے، کچھ کو فدیہ کے عوض رہا کردیتے اور کچھ کو مسلمان قیدیوں کی رہائی کے بدلے میں رہا کردیتے، یہ سب آپ مصلحت کے حساب سے کیا کرتے تھے۔

اللہ کے بندو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کا تذکرہ توریت اور انجیل میں بھی آیا ہے، چنانچہ عطاء بن یسار کا بیان ہے: میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ملا اور عرض کیا کہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی جو صفت تورات میں ہے، مجھے اس سے مطلع کیجئے۔ انھوں نے فرمایا: "اللہ کی قسم! آپ کی بعض صفات تورات میں وہی ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں۔ (اے نبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! یقیناً ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا، ڈرانے والا بنا کر

بھیجا) اور اُمِّیِّینَ [1] کی نگہبانی کرنے والا بنا کر مبعوث کیا ہے۔ تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، نہ تو بد خلق ہے اور نہ سنگ دل، نہ تو بازاروں میں شور و شغب کرنے والا ہے اور نہ برائی کا بدلہ برائی ہی سے دیتا ہے بلکہ درگزر اور مہربانی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک ہرگز موت سے دوچار نہیں کرے گا جب تک کہ اس کے ذریعے سے ایک کج رو (ٹیڑھی) قوم کو سیدھا نہ کر دے بایں طور کہ وہ لا إلہ إلا اللہ کہنے لگیں اور اس کے ذریعے سے نابینے بینے ہو جائیں اور بہرے کان کھول دیے جائیں اور بستہ دل آگاہ کیے جائیں [2]۔

معاملات کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

تجارتی معاملات میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہر قسم کے معاملات کو شامل اور محیط ہے، جیسے بیع و شراء، اجرت، وکالت اور ادھار لین دین وغیرہ۔ اسی طرح آپ کی سیرت طیبہ بیع و شرا کی ان تمام قسموں کی وضاحت میں بھی کامل ہے جو معیشت اور اقتصاد کے لیے ضرر رساں ہیں، جیسے سود، فریب اور رشوت وغیرہ، ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں تقریبا اسی (۸۰) صفحات پر محیط مختلف ابواب قائم کیے ہیں جن میں بیع و شرا سے متعلق نبوی طریقہ بیان کیا ہے۔

سیاست کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

سیاست کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے اکمل طریقہ ہے، خاص اور امانت

---

(1) یعنی عربوں کی نگہبانی کرنے والا، عربوں کو اُمّی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کے زمانے میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا۔ دیکھیں: النہایۃ لابن الاثیر

(2) اس حدیث کو بخاری (۲۱۲۵) نے روایت کیا ہے۔

دار لوگوں سے آپ دینی امور میں مشورہ لیا کرتے تھے، بسا اوقات اپنی بیویوں سے بھی مشورہ طلب کرتے، جس طرح آپ نے بدر، خندق اور حدیبیہ وغیرہ کے موقع سے کیا، اس سے آپ کو درست رائے جاننے میں مدد ملتی اور فتح ونصرت سے ہمکنار ہوتے، آپ کافروں کے ساتھ صلح وآشتی کا معاہدہ طے کرتے، ان کے سفیروں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھتے، جو کافر آپ کے پاس آتا آپ اسے امان عطا کرتے یہاں تک کہ وہ اپنی پناہ گاہ کی طرف لوٹ جاتا، ان کے ساتھ جو پختہ عہد وپیمان کرتے اسے پورا کرتے، آپ عہد شکنی اور خیانت سے اپنی کامل براءت میں شہرت رکھتے تھے، اگرچہ کفار خیانت کیوں نہ کر دیں (پھر بھی آپ ایسا نہیں کرتے)، جنگ کے میدانوں میں ظلم کرنے والوں کو درگزر کر دیتے، جب مکہ فتح ہوا اور آپ کو وہاں کے باشندوں پر غلبہ حاصل ہوا اور قوت وسرداری آپ کے ہاتھ میں آگئی، تو آپ نے تمام لوگوں کو معافی کا پروانہ عطا کر دیا، جب کہ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے آپ سے جنگ کیا اور آپ کو مکہ سے نکال باہر کیا، آپ کے ساتھ اور آپ کے صحابہ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا، لیکن آپ نے ان سب کو معاف کر دیا، حالاں کہ آپ ان سے انتقام لینا چاہتے تو بہ آسانی لے سکتے تھے، آپ پر نہ کوئی ملامت ہوتی اور نہ آپ کا کوئی مؤاخذہ۔

فیصلہ اور قضا کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

فیصلہ اور قضا کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے زیادہ منصفانہ اور کامل ترین طریقہ ہے، ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد في هدي خير العباد" میں تقریباً پانچ سو (۵۰۰) صفحات پر محیط مختلف ابواب قائم کیے ہیں جن میں قضا سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ومنہج بیان کیا ہے۔

طب و معالجہ کے باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے افضل طریقہ ہے

طب و معالجہ کے باب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے کامل اور شامل طریقہ ہے، ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "زاد المعاد" میں تقریبا چار سو (۴۰۰) صفحات کے اندر دِلی اور جسمانی علاج کا نبوی طریقہ بیان کیا ہے۔

اللہ کے بندو! بہت سے دانشمند کافروں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے بارے میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ سب سے عمدہ طریقہ ہے، ان میں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول بھی کیا، کیوں کہ ان کو یقین ہو گیا کہ ایسا جامع ومانع منہج کوئی انسان اپنی جانب سے نہیں پیش کر سکتا، الا یہ کہ وہ نبی ہو جسے اپنے رب کی تائید و نصرت حاصل ہو۔

اللہ کے بندو! یہ وضاحت کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ و منہج ہی سب سے کامل اور عمدہ منہج ہے، جو شخص اسے سمجھ لے اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے منہج کی پاسداری کا دروازہ کھل جائے گا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منہج وطریقہ ہر زمان و مکان کے لیے موزوں اور مناسب ہے

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہر زمان ومکان کے لیے موزوں اور مناسب ہے، وہ ایک محکم نظام ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، کیوں کہ وہ اللہ عزیز وبرتر کی جانب سے نازل کردہ وحی پر مبنی ہے، وہ اللہ جو اپنے علم وحکمت اور رحمت میں کامل ہے، جو لوگوں کے لیے بھلائی کے ارادہ میں بھی کامل ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کو لوگوں تک منتقل کیا، یہی اللہ کا سیدھا راستہ اور اس کا معتدل دین ہے جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا اور اس کے علاوہ کوئی دین اللہ کو پسند نہیں۔

جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا طریقہ نبوی طریقہ ومنہج سے افضل ہے تو وہ کافر ہے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا فیصلہ اور حکم اللہ کے فیصلہ اور حکم سے بہتر ہے تو وہ بھی کافر ہے، جیسے وہ لوگ جو طواغیت کے حکم اور خود ساختہ قوانین کو اللہ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں

سابقہ تفصیلات کے مطابق جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا طریقہ نبوی طریقہ ومنہج سے افضل ہے تو وہ کافر ہے، کیوں کہ ایسا شخص در حقیقت اللہ کی حکمت اور شریعت میں طعن وتشنیع کرتا ہے، مثلاً وہ شخص جو سیکولزم، لیبرلزم اور جمہوریت جیسے انسان کے وضع کردہ نظامہائے حیات کو اسلامی شریعت پر ترجیح دے، یا یہ عقیدہ رکھے کہ انسان کے وضع کردہ نظام وقوانین اسلامی شریعت سے زیادہ افضل ہیں، یا یہ کہ اسلامی نظام بیسویں صدی میں نافذ ہونے کے قابل نہیں، یا یہ کہ اسلامی نظام مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب ہے، یا اس نظام کو رب اور بندہ کے باہمی تعلق میں محصور کرکے زندگی کے دیگر شعبوں سے اسے خارج کردے، یا یہ رائے رکھے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے یا شادی شدہ زانی کو سنگسار کرنے جیسے احکام الٰہی عہد حاضر کے لیے موزوں اور مناسب نہیں ہیں، یا یہ عقیدہ رکھے کہ معاملات یا حدود وغیرہ میں اسلامی شریعت کے علاوہ دیگر نظام کے ذریعہ فیصلہ کرنا جائز ہے، تو ایسا شخص کافر ہے، کیوں کہ وہ اس رائے کے ذریعہ مخلوق کے فیصلہ کو خالق کے فیصلہ پر برتری دیتا ہے اور

جاہلیت کے فیصلہ سے راضی ہوتا ہے اور اس بات سے راضی ہوتا ہے کہ طواغیت اور اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ سے افضل ہے، اور اللہ نے جس طرح اس کی نکیر اور تکفیر کرنے کا حکم دیا ہے، اس پر عمل نہیں کرتا: ﴿ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا ﴾ **[البقرة: 256]**

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالی کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کر کے اللہ تعالی پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا، جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔

نیز وہ اس چیز کو مباح قرار دیتا ہے جسے اللہ نے اجماعی طور پر حرام قرار دیا ہے اور جو شخص اللہ کی حرام کردہ محرمات کو مباح ٹھہرائے وہ اللہ سے عداوت رکھنے والا اور بالاجماع کافر ہے (1)۔

اللہ کے بندو! جو شخص رسول کی اطاعت سے پہلو تہی کرے اور آپ کے فیصلہ سے منہ چرائے وہ منافق ہے مومن نہیں۔ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ ﴾ **[النساء: 61]**

ترجمہ: ان سے جب بھی کہا جائے کہ اللہ تعالی کے نازل کردہ کلام کی اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر کے جاتے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ پاک نے یہ واضح کر دیا کہ جو شخص رسول کی اطاعت سے پہلو تہی کرے اور آپ کے فیصلہ سے منہ چرائے تو وہ منافق ہے، مومن نہیں۔ اور مومن وہ ہے جو کہے: (ہم نے سنا اور اطاعت کی)، محض رسول کے فیصلہ سے منہ چرانے اور کسی اور کا فیصلہ طلب کرنے سے ایمان زائل ہو جاتا اور منافقت ثابت ہو جاتی ہے (2)۔

---

(1) دیکھیں: (مجموع فتاوی مقالات متنوعة) (۱/ ۱۳۲) للشیخ ابن باز رحمہ اللہ

(2) الصارم المسلول، ص ۳۸، تحقیق: محمد محی الدین عبد الحمید

خطبہ کا خاتمہ:

نیز آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: نواقض اسلام

چوتھا ناقض: (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے کسی حصہ سے بغض ونفرت رکھنا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَه إِلا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز (دین میں) ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، دین میں ایجاد کردہ ہر چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

دین سے محبت رکھنا ایمان کے لوازمات میں شامل ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈریں اور اس کی تعظیم بجالائیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہیں، اور **جان رکھیں کہ لاالہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی سے اللہ** اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی لازم آتی ہے۔ شہادتین کو صدق دلی سے بروئے عمل لانے کی یہ علامت ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ﴾ **[آل عمران: 31]**

ترجمہ: کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

اللہ کے بندو! دین اسلام سے سچی محبت رکھنے والے مومنین اس کی تعلیمات کی پیروی کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے، بلکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام وفرامین پر عمل پیرا ہوتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ ٱلْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُواْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَاۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ۝٥١ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَخْشَ ٱللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ۝٥٢ ﴾ **[النور: 51-52]**

ترجمہ: ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب انہیں اس لئے بلایا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان میں فیصلہ کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ **ہم نے سنا اور مان لیا**۔ یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں* جو بھی **اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسول کی فرماں برداری کریں**، خوف الٰہی رکھیں اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں جو فیصلہ کر دیا اور جس چیز کا حکم دیا ہے اس سے مومنوں کو اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں ہوتی، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ۝٦٥ ﴾ **[النساء: 65]**

ترجمہ: قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہوسکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں اور کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔

مومنین وہ ہیں جو ظاہری طور اپنے اعضاء وجوارح سے اور باطنی طور پر اپنے دل سے شریعت کی پاسداری وتابعداری کرتے ہیں، بایں طور کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اپنی رضامندی ظاہر کرتے ہیں۔

عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب، اسلام کے دین اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر (دل سے) راضی ہو گیا(1)۔

انسان پر واجب ہے کہ شریعت مطہرہ کے لیے اپنے دل میں کشادگی اور انشراح رکھے، اس سے راضی ہو اور محبت کرے، کیوں کہ وہ اس پالنہار کی طرف سے ہے جو اپنی شریعت میں حکیم ہے، اپنی مخلوق کے مفادات سے باخبر ہے، ان پر مہربان اور مشفق ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ ﴾ [الملك: 14]

ترجمہ: کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔

دین کی محبت حاصل کرنے کے اسباب وعوامل

اللہ کے بندو! جن امور سے دل میں دین کی محبت پیدا ہوتی ہے، ان میں یہ معرفت وآگہی بھی شامل ہے کہ اللہ نے اس دین کو مشروع قرار دیا، وہ اپنے بندوں کے مفادات سے باخبر ہے، جن اوامر کا حکم دیتا ہے، ان میں وہ حکیم اور اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

دین کی محبت حاصل کرنے کا ایک سبب اس کی ان خصوصیات سے واقفیت ہے جن کے ذریعہ سابقہ ادیان سے یہ دین ممتاز ہے، جن کی تعداد چالیس سے بھی زائد ہے(2)۔

دین کی محبت حاصل کرنے کا ایک طریقہ یہ جاننا بھی ہے کہ جو شخص اس دین سے محبت رکھتا اور

(1) اس حدیث کو مسلم (۳۴) نے روایت کیا ہے۔

(2) اللہ تعالی کی توفیق سے سلسلہ وار خطبہ بعنوان: "اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات" دینے کا موقع ملا، یہ خطبات انٹرنٹ پر اسی عنوان سے منشور ہیں۔

اس پر عمل کرتا ہے، وہ نجات سے سرفراز ہوگا اور جو شخص اس سے اعراض کرتا ہے، وہ ہلاک وبرباد ہوگا۔

دین کی محبت حاصل کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ اس دین کو قبول کرنے والے بہت سے غیر مسلموں کے احوال پر غور کیا جائے جو اپنے علمی معیار، رنگ ونسل، ملک وطن اور دین ومذہب میں ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، یہاں تک کہ -سوشل میڈیا کے اس زمانے میں- دین اسلام ہی وہ دین ہے جس کی طرف لوگ سب سے زیادہ منتقل ہورہے ہیں اور اسے اپنا رہے ہیں۔

اللہ کے بندو! دین کی محبت حاصل کرنے کا ایک سبب یہ ہے کہ اس کی عمدہ تعلیمات سے انسان آشنا ہو جو خیر وبھلائی کی دعوت دیتی ہیں، یہ شریعت ہر اس چیز کی دعوت دیتی ہے جس کی بہتری اور عمدگی پر درست عقل اور صحیح سالم فطرت دلالت کرتی ہے، اور ہر اس چیز سے روکتی ہے جس کی شناعت وقباحت پر صحیح عقل اور درست فطرت دلالت کرتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ﴾ **[المائدة: 50]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ وَٱلْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝٩٠﴾ **[النحل: 90]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کررہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: شریعت کی تعلیمات اچھے اور عمدہ اعمال، حسن اخلاق اور بندوں کے مفاد پر مبنی امور کا حکم دیتی ہیں، عدل وانصاف، فضل واحسان،

شفقت و مہربانی اور خیر و بھلائی پر آمادہ کرتی ہیں، ظلم و جور، فحاشی و عریانی اور بد اخلاقی سے منع کرتی ہیں، کمال و جلال کی ہر وہ خصلت جسے انبیاء ورسل نے ثابت کیا، اسے اسلامی شریعت نے بھی ثابت کیا، اور دینی و دنیوی مصلحت پر مبنی جن احکام کی دعوت دیگر شریعتوں نے دی، ان پر اسلام نے بھی آمادہ کیا، اور ہر فساد انگیز عمل سے اسلام نے روکا اور اس سے بچنے کا حکم دیا(1)۔

دین سے بغض و نفرت رکھنا نواقض اسلام میں سے ہے

اللہ کے بندو! ایمان کے منافی امور میں سے یہ بھی ہے کہ دین سے یا اس کے کسی حصہ سے بغض و نفرت رکھی جائے، خواہ یہ بغض و نفرت کسی عقیدہ سے متعلق ہو یا عبادات سے یا معاملات سے یا سلوکیات اور اخلاق سے، کیوں کہ اس سے بغض رکھنے سے اسے نازل کرنے والے سے بغض رکھنا لازم آتا ہے جو کہ اللہ تعالی ہے، یا اسے نقل کرنے والے سے بغض رکھنا لازم آتا ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یا یہ اعتقاد رکھے کہ یہ تعلیمات حق پر مبنی نہیں ہیں، یا یہ عقیدہ رکھے کہ دین میں سعادت و کامرانی نہیں ہے، یہ سب کے سب اللہ کی حکمت، اس کے افعال اور اقوال میں طعن و تشنیع کرنے کے مظاہر ہیں۔ نیز یہ کہ دین سے بغض و نفرت اسلام اور ایمان کی حقیقت کے منافی ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے اللہ عزوجل کے سامنے توحید کے ذریعہ خود سپردگی کرنا، اطاعت کے ذریعہ اس کی تابعداری کرنا اور اس کی مقرر کردہ شریعت پر راضی ہونا۔

دین سے بغض و نفرت رکھنا کافروں اور منافقوں کی صفت ہے

اللہ کے بندو! حق سے بغض و نفرت رکھنا کافروں اور منافقوں کی صفت ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

---

(1) معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ از: "الدرة المختصرة في محاسن الدين الإسلامي" ص ۱۵، ناشر: دار العاصمة، ریاض

﴿وَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ فَتَعۡسًا لَّهُمۡ وَأَضَلَّ أَعۡمَٰلَهُمۡ ۝٨ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمۡ كَرِهُوا۟ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأَحۡبَطَ أَعۡمَٰلَهُمۡ ۝٩﴾ [محمد: 8-9]

ترجمہ: اور جو لوگ کافر ہوئے انہیں ہلاکی ہو اللہ ان کے اعمال غارت کر دے گا* یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے، پس اللہ تعالیٰ نے (بھی) ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔

نیز اللہ تعالی نے جہنمیوں کے تعلق سے فرمایا:﴿ وَنَادَوۡا۟ يَٰمَٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّٰكِثُونَ ۝٧٧ لَقَدۡ جِئۡنَٰكُم بِٱلۡحَقِّ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كَٰرِهُونَ ۝٧٨﴾ [الزخرف: 77-78]

ترجمہ: اور پکار پکار کر کہیں گے کہ اے مالک! تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کردے، وہ کہے گا کہ تمہیں تو (ہمیشہ) رہنا ہے* ہم تو تمہارے پاس حق لے آئے لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھنے والے تھے؟

اللہ کے بندو! شریعت سے بغض و نفرت اسی وقت ہوتی ہے جب پوری شریعت سے، یا اس کے اکثر حصے سے، یا اس کے کسی معمولی حصے سے انسان بغض رکھتا ہے، یہ سب نفاق اور کفر ہے، کیوں کہ شریعت کا مکمل حصہ ہو یا بعض حصہ، وہ سب اللہ کی جانب سے ہے۔

اللہ کے بندو! یہ وضاحت کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے کہ شریعت سے محبت رکھنا واجب ہے، اس کی محبت اسے نازل کرنے والے کی محبت سے حاصل ہوتی ہے، جو کہ اللہ تعالی ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے عمل اور سیرت نبوی کی پاسداری کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ دین سے بغض رکھنے کی ایک قسم یہ ہے کہ سنت نبویہ سے بغض و نفرت رکھی جائے، یا صحابہ کرام سے، یا امہات المؤمنین سے، یا حجاب و پردہ کے حکم سے بغض و نفرت رکھی جائے، یا اس بات کی طرف دعوت دی جائے کہ زندگی کے تمام گوشوں سے دین کو الگ کرکے اسے صرف نماز وروزہ اور حج جیسی عبادتوں میں محصور کر دیا جائے، معاملات اور سیاسیات سے دین کو بے دخل کر دیا جائے، یہ سب دین سے بغض و نفرت رکھنے کی مختلف صورتیں ہیں، جو کہ کفر اکبر ہے۔ اللہ کی پناہ۔

اللہ کے بندو! ہمارے زمانے میں جو لوگ دین سے بغض و نفرت میں مبتلا ہیں ان میں سیکولزم اور لیبرلزم اور ان جیسے دیگر نظامہائے زندگی کے تابعدار بھی شامل ہیں۔ یہ اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ دین کو زندگی کے تمام گوشوں سے الگ کرکے نماز وروزہ اور حج جیسی عبادتوں میں محصور کر دیا جائے، معاملات اور سیاسیات سے دین کو بے دخل کر دیا جائے، بے شک ان کی یہ دعوت دین سے ان کی نفرت اور اس سے عدم قناعت کی غماز ہے، کیوں کہ اگر وہ دین الہی سے محبت رکھتے تو اس تفریق کی دعوت نہ دیتے، ان میں سے کچھ لوگ علانیہ طور پر اس کی دعوت دیتے ہیں تو کچھ لوگ اپنی نفرت وعداوت کو مخفی رکھتے ہیں، وہ اپنے اس رویہ کی وجہ سے منافق ہیں، ایمان تو ظاہر کرتے ہیں، لیکن باطن میں رحمن کی شریعت سے بغض و نفرت پوشیدہ رکھتے ہیں، اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

ان کے انحراف اور گمراہی کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ حجاب سے اپنی دشمنی ظاہر کرتے ہیں، اور جو لوگ منصب قضا اور حکومت و سرداری کی ذمہ داری عورت کو دینے کو حرام کہتے ہیں، ان سے یہ برملا عداوت کا اظہار کرتے ہیں، اپنے ملکوں میں ایک سے زائد شادی کو روکنے کے لیے

قوانین و آئین بناتے ہیں، اور ان معاملات میں مرد وعورت کے درمیان برابری کی گہار لگاتے ہیں جن میں اللہ نے اپنی کتاب کے اندر ان کے درمیان تفریق کی ہے۔مثال کے طور پر میراث، بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے سے عداوت کا مظاہرہ کرتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فحاشی وعریانیت سے محبت کرتے اور اچھے عادات واطوار سے نفرت رکھتے ہیں۔

دین سے بغض ونفرت ایک ایسا عمل ہے جو دل میں مخفی رہتا ہے

اللہ کے بندو! یہ ایسا ناقض (اسلام منافی عمل) ہے جو دلوں میں مضمر رہتا ہے، زندہ دل انسان کو چاہئے کہ اپنے نفس کا جائزہ لیتا رہے تاکہ اس کے دل میں شریعت کے تئیں تنگی، یا اس کے کسی حکم سے بغض ونفرت نہ رہے، اس سے قبل کہ وہ دن آئے جس دن قبروں سے مردے زندہ اٹھائے جائیں گے، دلوں کے بھید فاش کردیے جائیں گے اور وہی محفوظ رہے گا جسے اللہ عزیز وبرتر محفوظ رکھے۔

خطبہ کا خاتمہ:

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَـٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِىِّ ۚ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: نواقض اسلام

پانچواں ناقض: (دین کے کسی حکم کا مذاق اڑانا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَٰه إِلا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کریں اور اس کی تعظیم بجالائیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہیں، اور جان رکھیں کہ **لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی گواہی دینے سے یہ لازم آتا ہے** کہ اللہ تعالی کی توقیر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کا احترام کیا جائے، خواہ عقائد کا معاملہ ہو یا عبادات کا یا معاملات کا یا سلوکیات کا۔ شہادتین کو بروئے عمل لانے اور ایمان میں سچے ہونے کی یہ علامت ہے، اللہ تعالی نے اپنے اوپر اور رسول کے اوپر ایمان لانے کو اپنی توقیر، اپنے رسول اور اپنے دین کے احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ۝٨ لِّتُؤۡمِنُواْ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكۡرَةٗ وَأَصِيلًا ۝٩ ﴾ **[الفتح: 8-9]**

ترجمہ: یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، آگاہ کرنے والا بھیجا ہے * تاکہ (اے مسلمانو)، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور **اس کا ادب کرو** اور اللہ کی پاکی بیان کرو صبح وشام۔

یعنی: تاکہ تم دین اسلام کی نصرت ومدد کے ذریعہ اللہ کی نصرت کرو، **اس کی تعظیم بجالاؤ** اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

دین کا مذاق اڑانا نواقض اسلام میں سے ہے

اللہ کے بندو! دین کی توقیر واحترام کی ضد یہ ہے کہ دین الہی کے کسی حکم اور شعار کا، یا اللہ کے رسول کا، یا اس کے ثواب یا عقاب کا مذاق اڑایا جائے، جس نے ایسا کیا اس نے کفر کیا، دین کا مذاق اڑانا اس لیے کفر ہے کہ اس سے دین کو مشروع قرار دینے والے کا استہزاء لازم آتا ہے، جو کہ اللہ تعالی ہے، اور یہ صریح کفر ہے، کیوں کہ ہمارے اوپر واجب ہے کہ اللہ کی تعظیم بجا لائیں، نہ کہ اس کی تنقیص کریں، اور استہزاء اس شخص سے سرزد نہیں ہوتا جو اللہ کی کما حقہ تعظیم کرتا ہو، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لائے ہوئے دین کا احترام کرتا ہو، بلکہ استہزاء وہی شخص کرتا ہے جس کے دل میں نفاق ہوتا ہے۔ اللہ کی پناہ۔ یہ بات معلوم بھی ہے کہ منافقت کی ایک مشہور ترین علامت یہ ہے کہ دین کا مذاق اڑائے۔ ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ اور اس کے رسول کا مذاق اڑانا ایسا کفر ہے جو دین سے خارج کردیتا ہے، کیوں کہ دین کی بنیاد اللہ، اس کے دین اور اس کے رسول کی تعظیم پر مبنی ہے، اور ان میں سے کسی ایک کا بھی مذاق اڑانا اس بنیاد کے منافی اور اس کے شدید مخالف ہے(1)۔

دین کا مذاق اڑانے والا کافر ہے، اس کی شرعی دلیلیں

اللہ کے بندو! قرآن کریم نے یہ صراحت کردی ہے کہ دین کے کسی بھی حکم کا مذاق اڑانے والا کافر ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۚ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ﴾ [التوبة: 65-66]

ترجمہ: اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے

---

(1) "تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان" تفسير سورة التوبة: ٦٥

تھے۔ کہہ دیجئے کہ اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟ تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ دین کے کسی بھی حکم کا مذاق اڑانے والا کافر ہے، خواہ استہزاء کا تعلق اللہ سے ہو یا اس کی آیتوں یعنی قرآن سے، یا اس کے رسول سے، اور خواہ استہزاء کرنے والا سنجیدہ ہو یا غیر سنجیدہ۔

ابن ابی حاتم نے اس آیت کی تفسیر میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ: ایک شخص نے غزوہ تبوک کے موقع سے کسی مجلس میں کہا: (میں نے اپنے ان قاریوں کی طرح (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرح) شکم پرور، دروغ گو اور دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت بزدلی کرنے والا نہیں دیکھا)۔ اس پر مجلس میں موجود ایک شخص نے کہا: (تم نے جھوٹ کہا، بلکہ تم منافق ہو، میں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا)، چنانچہ یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور قرآن کا نزول ہوا، عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے اس شخص کو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی رسی سے لٹکا ہوا تھا، پتھروں کی ٹھوکر کھائے جا رہا تھا اور کہے جا رہا تھا: (اے اللہ کے رسول! ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب دیے جا رہے تھے: (کیا اللہ، اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں؟)(1)۔

علمائے کرام کا اس پر اجماع ہے کہ دین کا مذاق اڑانے والا کافر ہے

اے مومنو! دین کا مذاق اڑانے والا کافر ہے، **یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر علمائے اسلام کا اجماع ہے**، وہ شخص جو کسی ایسی چیز کا مذاق اڑائے جس میں اللہ کا یا قرآن کا یا رسول کا ذکر ہو، اس کے بارے میں شیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اس عمل کی وجہ

(1) اس حدیث کو شیخ مقبل وادعی رحمہ اللہ نے "الصحیح المسند من أسباب النزول" ص ۱۲۶ میں حسن قرار دیا ہے۔

سے کافر ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ ربوبیت اور رسالت کی شان میں گستاخی کرتا ہے، جو کہ توحید کے منافی ہے، **اس لیے علمائے کرام کا اجماع ہے** کہ اس طرح کا عمل کرنے والا انسان کافر ہے۔ چنانچہ جو شخص اللہ، یا اس کی کتاب، یا اس کے رسول، یا اس کے دین کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے، گرچہ وہ ہنسی مذاق میں ہی ایسا کر رہا ہو، اور استہزاء کا قصد وارادہ نہ رکھتا ہو، اس پر اجماع ہے[1]۔

دین کا استہزاء کرنے کی ترہیب وممانعت

اے مومنوں کی جماعت! ہمارے اوپر واجب ہے کہ ہم زبان کی لغزشوں سے ہوشیار رہیں، کیوں کہ زبان ہی سب سے زیادہ انسان کے لیے دخول جہنم کا باعث بنتی ہے۔ جیسا کہ معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا ہم جو بولتے ہیں، اس پر بھی ہماری گرفت ہونے والی ہے؟ آپ نے فرمایا: اے معاذ! تیری ماں تجھے گم پائے، لوگوں کو جہنم میں ان کی زبانوں کی وجہ سے ہی منہ کے بل -یا فرمایا: نتھنوں کے بل- پھینکا جائے گا[2]۔

دوسری حدیث ہے کہ: بندہ ایک ایسا کلمہ زبان سے نکالتا ہے جو اللہ کی ناراضی کا باعث ہوتا ہے اس کے ہاں اس کی کوئی اہمیت بھی نہیں ہوتی لیکن اس کی وجہ سے وہ جہنم میں چلا جاتا ہے[3]۔

قرآن میں آیا ہے: ﴿ وَيۡلٞ لِّكُلِّ هُمَزَةٖ لُّمَزَةٍ ۝١ ﴾ **[الهمزة: 1]**

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔

---

(1) "تيسير العزيز الحميد في شرح كتاب التوحيد" شرح باب: من هزل بشيء فيه ذكر الله أو القرآن أو الرسول

(2) اس حدیث کو احمد (۵/۲۳۱) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے شواہد کی بنیاد پر اسے صحیح قرار دیا ہے، حدیث نمبر: (۲۲۰۱۶)

(3) اس حدیث کو بخاری (۶۴۷۸) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿ مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ﴿١٨﴾ ﴾ [ق: 18]

ترجمہ:(انسان) منھ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔

دین کے استہزاء کی عملی مثالیں

اللہ کے بندو! علماء و مصلحین اور دعاۃ الی اللہ کا مذاق اڑانا بھی دین کے استہزاء کی ایک قسم ہے، کیوں کہ علمائے کرام انبیاء کے وارث ہیں، وہ دین کے علمبر دار ہیں، چنانچہ جو شخص کسی عالم کا مذاق اڑائے صرف اس لیے کہ وہ عالم ہے تو اس نے کفر کیا، یا جو شخص کسی داعی کا مذاق اڑائے اس لیے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتا یا برائی سے روکتا ہے تو اس نے کفر کیا، واجب ہے کہ علماء اور دعاۃ کا احترام کیا جائے، کیوں کہ اللہ نے قرآن میں ان کی رفعت شان کو بیان کیا ہے، اس لیے مومن پر واجب ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے محترم بتایا ہے، وہ بھی اس کا احترام کریں، فرمان باری تعالی ہے:﴿ يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ﴾ [المجادلة: 11]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور **جو علم دیئے گئے ہیں درجے بلند کر دے گا۔**

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "…. صاحب علم کے لیے آسمانوں میں بسنے والے، زمین میں رہنے والے اور پانی کے اندر مچھلیاں بھی مغفرت طلب کرتی ہیں۔ اور بلاشبہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے کہ چودھویں کے چاند کی سب ستاروں پر ہوتی ہے، بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے کوئی درہم و دینار ورثے میں نہیں چھوڑے ہیں۔ انہوں نے

علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ جس نے اسے حاصل کر لیا اس نے بڑا نصیبہ (وافر حصہ) پایا"[1]۔

اے مومنوں کی جماعت! دین کے استہزاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مذاق اڑانا بھی شامل ہے، داڑھی رکھنے کا مذاق اڑانا، ٹخنے تک ازار پہننے کا مذاق اڑانا، یا مسواک کرنے کا مذاق اڑانا، یا حجاب اور نقاب کا مذاق اڑانا وغیرہ۔

بعض غیبی امور کا استہزاء کرنا اور ان کی تحقیر کرنا بھی استہزاء میں داخل ہے، مثلاً جنت یا جہنم کا مذاق اڑانا، جیسے یہ کہنا: جنت کیا چیز ہے؟ جہنم کیا چیز ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

بعض اعتقادی امور کا مذاق اڑانا بھی استہزاء میں شامل ہے، جیسے صحابہ کی عدالت، عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی، یہ کفر ہے، کیوں کہ اس سے قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے، کیوں کہ اللہ تعالی نے آپ کے صحابہ کی تعریف کی ہے اور ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے، جیسا کہ سورۃ التوبہ [2]، سورۃ الفتح [3] اور سورۃ الحشر [4] میں آیا ہے۔ اسی طرح اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت و پاکدامنی اور منافقوں کی تہمت سے ان کی براءت کی گواہی بھی دی ہے، کیا اس کے بعد بھی یہ جائز ہے کہ کوئی آئے اور صحابہ کا مذاق اڑائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر کیچڑ اچھالے، گویا کہ اللہ نے اپنے نبی کے لیے ایسے صحابہ اور ایسی بیوی کو منتخب کیا ہو جو نیک اور صالح نہیں تھے؟ ہر گز نہیں!

---

(1) اس حدیث کو احمد (۵/۱۹۶) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

(2) آیت: ۱۰۰

(3) یت: ۲۹

(4) آیت: ۸-۹

اے لوگو! استہزاء میں صریح قول و فعل یا کسی مجلہ یا دیگر ذرائع ابلاغ میں واضح تحریر نشر کرنا بھی شامل ہے، نیز غیر صریح استہزاء بھی اس میں داخل ہے جیسے آنکھ اور ہاتھ سے اشارہ کرنا اور زبان نکالنا وغیرہ[1]۔

معلوم ہوا کہ استہزاء کا کوئی ادنی حصہ بھی قابل معافی نہیں، بلکہ اس کا ادنی حصہ بھی اس کے بڑے حصے کی طرح ہی ہے، اللہ کی پناہ، جس قسم کا بھی استہزاء ہو سب کا حکم یکساں ہے۔

دین کا مذاق اڑانے والوں کے تئیں حاکموں اور مسلمانوں کی ذمہ داری

اے لوگو! اللہ تعالی یا اس کے نبی کا استہزاء کرنے سے اس کے فاعل کا قتل ولی امر (حاکم) کے لیے واجب ہو جاتا ہے۔

اللہ کے بندو! جو شخص کسی کو اللہ یا رسول یا دین کا مذاق اڑاتا ہوا دیکھے، اس پر واجب ہے کہ اس کی نکیر کرے اور خاموش نہ رہے، کم از کم اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے کیوں کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں رضامندی کے ساتھ بیٹھنے سے کفر اور اسلام سے خروج لازم آتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾﴾ **[النساء: 140]**

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو **تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو!** جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، (ورنہ) تم بھی اس وقت

---

(1) یہ شیخ حمد بن عتیق رحمہ اللہ نے اپنی کتاب: "سبیل النجاۃ والفکاک" میں ذکر کیا ہے۔

انہی جیسے ہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

اے صاحب بصیرت انسان! اس آیت پر غور کریں! جس طرح وہ دنیا کی مجلسوں میں دین کا مذاق اڑانے والوں کے ساتھ بیٹھے رہے، اسی طرح آخرت میں جہنم کے اندر بھی **ان کے ساتھ وہ بھی** سزا وعقاب سے دوچار ہوں گے، اللہ کی پناہ۔

اے اللہ کے بندو! شریعت کی توقیر، اسے نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی توقیر، اسے نقل کرنے والے یعنی انبیائے کرام کی توقیر اور اس کی تبلیغ والے یعنی علماء ومصلحین کی توقیر کے وجوب کو بیان کرنے سے متعلق یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس طریقہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ بڑے خطرے کا سامنا کرے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ دین کا مذاق اڑانا یہودیوں کی صفت ہے، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:﴿ يَدُ ٱللَّهِ مَغْلُولَةٌ ﴾ **[المائدة: 64]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔

اور کہا: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَآءُ ﴾ **[آل عمران: 181]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم تونگر ہیں۔

اسی طرح مومنوں کا مذاق اڑانا کافروں کی صفات میں سے ہے، اللہ تعالی نے ان کے استہزاء کو جرم سے تعبیر کیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ أَجۡرَمُواْ كَانُواْ مِنَ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ يَضۡحَكُونَ ﴿٢٩﴾ وَإِذَا مَرُّواْ بِهِمۡ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا ٱنقَلَبُوٓاْ إِلَىٰٓ أَهۡلِهِمُ ٱنقَلَبُواْ فَكِهِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذَا رَأَوۡهُمۡ قَالُوٓاْ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّونَ ﴿٣٢﴾ ﴾ **[المطففين: 29-32]**

ترجمہ: **گنہگار لوگ** ایمان والوں کی **ہنسی اڑایا کرتے تھے** * اور ان کے پاس سے گزرتے ہوئے آپس میں **آنکھ کے اشارے کرتے تھے** * اور جب اپنے والوں کی طرف لوٹتے تو **دل لگیاں کرتے تھے** * اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے یقیناً یہ لوگ گمراہ **(بے راہ) ہیں**۔

اسی طرح مومنوں کا مذاق اڑانا منافقت کی علامت اور منافقوں کی صفت ہے، جو ایمان تو ظاہر کرتے ہیں، لیکن اپنے باطن میں رحمن کی شریعت سے بغض ونفرت چھپائے رکھتے ہیں، ان میں سیکولرزم اور لیبرلزم کے علمبرداران اور ان جیسے دیگر لوگ بھی شامل ہیں، وہ بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والوں کا مذاق اڑاتے ہیں، حجاب کا استہزاء کرتے ہیں، احادیث نبویہ میں وارد بعض طب وعلاج کا مذاق اڑاتے ہیں مثلاً اونٹ کے پیشاب سے علاج کرنا۔ الحمد للہ، اللہ تعالی نے ان کی سازش کو ناکام کر دیا اور وہ کسی بھی خیر سے بہرہ ور نہیں ہوئے، چنانچہ یورپ میں غیر مسلموں کی طبی مراکز سے معتمد طبی ریسرچز منظر عام پر آچکے ہیں جو یہ گواہی دیتے ہیں کہ اونٹ کے پیشاب سے علاج کرنا درست ہے، جیسا کہ سنت نبویہ میں وارد ہوا ہے۔

خطبہ کا خاتمہ:

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع:نواقض اسلام
چھٹا ناقض:(جادوگری)

پہلا خطبہ:

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَه إلا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أما بعد، فإن أصدق الحديث كتاب الله، وأحسن الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة، وكل ضلالة في النار.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز (دین میں) ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، دین میں ایجاد کردہ ہر چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈریں اور اس کی تعظیم بجالائیں، اس کی اطاعت کریں اور نافرمانی سے گریز کرتے رہیں، اور جان رکھیں کہ انبیائے کرام کی دعوت کی حقیقت ہی ہے ایک اللہ کی عبادت اور اس کے منافی امور سے اجتناب۔ توحید کے منافی جتنے بھی امور ہیں ان میں سب سے زیادہ واقع ہونے والی چیز ہے اللہ کی عبادت میں شرک، یعنی مختلف قسم کی عبادتوں کو غیر اللہ کے لیے انجام دینا، جیسے غیر اللہ کو پکارنا، غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا، غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز ماننا، کعبہ کے علاوہ کسی اور جگہ کا طواف کرنا، جیسے قبروں اور مزاروں کا طواف، توحید کے منافی امور میں سے جادو کا ارتکاب کرنا بھی ہے، اور یہی آج کے خطبہ کا موضوع ہے۔

جادو کی تعریف، اس کی قسمیں اور مثالیں

اللہ کے بندو! جادو عبارت ہے ان تعویذ گنڈوں، گرہوں، یا ایسی دواؤں اور جھاڑ پھونک سے جو دلوں یا جسموں یا نگاہوں پر اثر ڈالتی ہیں اور انہیں بیماری کر دیتی یا قتل کر دیتی ہیں، یا فکر و تخیل پر اثر انداز ہوتی ہیں، یا میاں بیوی میں جدائی پیدا کرتی ہیں، یا تجارت وغیرہ میں مشترک کام کرنے والے دو فریقین میں جدائی ڈال دیتی ہیں[1]۔

اللہ کے بندو! جادو کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور تخیلاتی، حقیقی جادو کی تین قسمیں ہیں: ایک ایسی قسم جو جسموں پر اثر انداز ہوتی ہے اور اسے بیمار کر دیتی یا موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ دوسری قسم جو دلوں پر محبت یا نفرت کے ذریعہ اثر ڈال دیتی ہے۔ مثلاً شوہر کے دل میں بیوی کی محبت ڈال دیتی ہے جس سے وہ نفرت کر رہا ہوتا ہے، یا اس کے برعکس، چنانچہ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو خوبصورت نظر آنے لگتی ہے، اسے (عطف) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یا بیوی کو شوہر کی نگاہ میں مبغوض بنا دیتی ہے جس سے وہ محبت کر رہا ہوتا ہے، یا اس کے برعکس، چنانچہ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو بدصورت نظر آنے لگتی ہے، اسے (صرف) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حقیقی جادو کی تیسری قسم وہ ہے جو فکر اور تصور پر اثر انداز ہوتی ہے، چنانچہ جادو کیا ہوا شخص یہ گمان کرتا ہے اس نے کوئی کام کیا ہے حالانکہ وہ نہیں کیا ہوتا ہے، اس جادو کی مثال وہ ہے جو لبید بن الاعصم یہودی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا، چنانچہ آپ کو خیال آتا کہ آپ نے کوئی کام کر لیا ہے حالانکہ آپ وہ نہیں کیے ہوتے، کئی مہینے تک آپ پر جادو کا اثر باقی رہا[2]۔

---

(1) دیکھیں: "المغنی" کتاب المرتد، فصل فی السحر (٩/ ٢٩٩)

(2) یہ قصہ صحیح بخاری (٥٧٦٦) اور صحیح مسلم (٢١٨٩) میں موجود ہے۔

اللہ کے بندو! جادوگر اپنی جادوگری کے لیے شیطان سے مدد لیتا ہے، وہ اس طرح کہ جادوگر جب جادو کرنا چاہتا ہے تو اس کے نفس پر اس خباثت اور شر کی کیفیت طاری ہوتی ہے جس میں وہ مسحور کو مبتلا کرنا چاہتا ہے، اس کے لیے وہ خبیث شیطانوں کی روح سے مدد لیتا ہے، پھر کچھ گرہیں لگاتا اور ان میں تھوک کے ساتھ پھونک مارتا ہے، جسے (نفث) کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کا ذکر اللہ تعالی کے اس فرمان میں آیا ہے: ﴿ وَمِن شَرِّ ٱلنَّفَّٰثَٰتِ فِى ٱلْعُقَدِ ۝٤ ﴾ [الفلق: 4]

ترجمہ: اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے (بھی) (میں پناہ طلب کرتا ہوں)۔

پھونکنے والیوں سے مراد وہ ارواح اور نفوس ہیں جو گرہوں میں پھونک مارتے ہیں، کیوں کہ جادو کی تاثیر خبیث نفوس اور شریر ارواح کی جانب سے ہی ہوتی ہے، اور ان سے ہی جادو کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے، چنانچہ ان خبیث نفوس سے ایسی سانس خارج ہوتی ہے جو شر اور اذیت سے ہم آہنگ ہوتی ہے، اور اس میں اس سے ہم آہنگ تھوک ملا ہوتا ہے، چنانچہ شیطانی روح کی باہمی مدد سے مسحور کو تکلیف دی جاتی ہے، اور اللہ تعالی کی کونی اور تقدیری اجازت (اذن) سے جادو واقع ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَمَا هُم بِضَآرِّينَ بِهِۦ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ ﴾ [البقرة: 102]

ترجمہ: وہ اس کے ساتھ ہر گز کسی کو نقصان پہنچانے والے نہ تھے مگر اللہ کے اذن کے ساتھ۔

اللہ کے بندو! کچھ لوگ جادوگر کے پاس جاتے ہیں تاکہ وہ اسے اس کی بیوی اور بال بچے سے علیحدہ کر دے، چنانچہ وہ ایک عرصہ تک بیوی اور بچوں سے بے فکر ہو جاتا ہے، تاکہ ایک متعین مدت کے لیے بیوی بچوں سے جدا رہنے پر قادر ہو سکے اور ان سے دور کام کاج کے لیے سفر کر سکے اور جب واپسی کا وقت قریب ہو تو جادو ختم ہو جائے!

اللہ کے بندو! جادوگر لوگوں کو دھوکہ میں رکھتے ہیں، چنانچہ جب ان کے پاس کوئی جاتا ہے تو

اس کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تاکہ اسے فریب میں ڈال سکے اور وہ ان کے تعلق سے حسن ظن رکھے اور سمجھے کہ یہ جادوگر اولیاء الرحمن میں سے ہیں، ایسے لوگ اپنے جادو کو خوارق عادات سے متصف کرتے ہیں، جب کہ حقیقت میں وہ جادو ہے، جسے حاصل کرنا بلکہ اس کے پاس جانا بھی جائز نہیں، بلکہ اس سے دور رہنا اور اس کی نکیر کرنا واجب ہے۔

اللہ کے بندو! **تخیلاتی جادو** کا ایک ہی دروازہ ہے، وہ ہے **نگاہوں** پر اثر ڈالنا، جسم، دل اور فکر پر نہیں، چنانچہ مسحور چیز کو اس کی غیر حقیقی صورت میں دیکھنے لگتا ہے، جب کہ حقیقت میں وہ چیز ذرا بھی نہیں بدلتی، یہ وہی جادو ہے جو فرعون کے جادوگروں نے موسی علیہ السلام کے ساتھ کیا، یہ ایک شیطانی عمل ہے۔

اے لوگو! اس قسم کا جادو-یعنی تخیلاتی جادو- حقیقت میں واقع ہوتا ہے، چنانچہ **دیکھنے والے کی آنکھ** میں اس کی حقیقی اور حسی تاثیر واقع ہوتی ہے، لیکن یہ تاثیر اس چیز پر نہیں واقع ہوتی جسے وہ دیکھ رہا ہوتا ہے، بلکہ اس شے کی حقیقت ہوبہو باقی رہتی ہے، اس کی ہیئت اللہ کے اذن کے بغیر نہیں بدلتی، کیوں کہ کسی چیز کی خلقت کو بدل کر دوسری خلقت میں ظاہر کرنا صرف ایک اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں۔

عہد حاضر میں تخیلاتی جادو میں وہ بھی شامل ہے جسے سرکس یا پہلوانی کھیل سے موسوم کیا جاتا ہے، جس کے ذریعہ جادوگر لوگوں کے تخیل پر اثر انداز ہوتے ہیں چنانچہ ان کو چیزیں اپنی حقیقت سے مختلف نظر آنے لگتی ہیں، وہ اپنے کام کو جادو نہیں کہتے تاکہ لوگ متنفر نہ ہوں، بلکہ پہلوانی کھیل وغیرہ سے موسوم کرتے ہیں، لیکن اس سے حکم نہیں بدلتا، کیوں کہ اعتبار حقائق کا ہوتا ہے ناموں کا نہیں، ان کی تخیلاتی جادو کی مثال یہ ہے کہ کوئی اپنے بال سے کار کھینچتا ہے، کوئی آگ کو کھاتا ہوا نظر آتا ہے، کوئی آہنی ہتھیار یا خنجر سے اپنے آپ پر وار کرتا ہے، یا اپنی زبان کاٹ لیتا ہے، کوئی جانور کے سرین سے داخل ہوتا ہے اور اس کے منہ سے باہر نکلتا ہے، یا

اپنے کپڑے کے اندر سے پرندہ نکالتا ہے، کسی کے سینے پر لوگوں کی نگاہوں کے سامنے کار چل جاتی ہے، یہ اور ان جیسے دیگر کرتب جو انسان کی قدرت سے بالاتر ہیں، یہ یا تو شیطان کی مدد سے واقع ہوتا ہے جو اس بوجھ کو برداشت کرتا ہے، یا ناظرین کی نگاہوں میں اس کا تصور پیدا کیا جاتا ہے، اور یہ دونوں ہی طریقے شیطان کی مدد سے پورے ہوتے ہیں۔

جادوگر کے کفر اور جادو کروانے کی حرمت کے دلائل

اللہ کے بندو! جادوگروں کی مذمت قرآن کی ایک دوسری آیت میں بھی آئی ہے:

﴿وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ۝٦٩﴾ **[طه: 69]**

ترجمہ: جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہوتا۔

نیز یہ آیت: ﴿ وَلَا يُفْلِحُ ٱلسَّٰحِرُونَ ۝٧٧﴾ **[یونس: 77]**

ترجمہ: جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

یہ دونوں آیتیں جادوگر سے عمومی فوز و فلاح کی نفی کرتی ہیں، جو کہ صرف اس شخص کے حق میں ہوتا ہے جو کفر میں مبتلا ہو چکا ہو[1]۔

موسی علیہ السلام کی زبانی اللہ کے اس فرمان میں بھی جادوگروں کی مذمت آئی ہے: ﴿ مَا جِئْتُم بِهِ ٱلسِّحْرُ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ سَيُبْطِلُهُۥٓ ۖ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ ٱلْمُفْسِدِينَ ۝٨١﴾ **[یونس: 81]**

ترجمہ: یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ اس کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے،

(1) دیکھیں علامہ شنقیطی رحمہ اللہ کا قول، فرمان باری تعالی کے فرمان: ﴿ولا يفلح الساحر حيث أتى﴾ تفسیر میں انہوں نے اس آیت سے جادوگر کے کفر کو ثابت کیا ہے۔

اللہ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جادوگر روئے زمین پر **فساد برپا کرنے والا** ہے۔

مذکورہ بالا آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جادوگر کافر ہے اور جادو کرانا حرام ہے اور مخلوق پر اس کا بڑا بھاری نقصان ہوتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے آخرت کے ہلاکت خیز امور میں شمار کیا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات ہلاکت خیز گناہوں سے احتراز کرو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: اللہ کے رسول اللہ ﷺ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا... الحدیث[1]۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بدفالی لی یا جس کے لیے بدفال لی گئی، یا جس نے کہانت کی یا اس کے لیے کہانت کی گئی، یا جس نے خود جادو کیا یا اس کے لیے جادو کیا گیا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ شریعت کا انکار (کفر) کیا[2]۔

---

(1) اس حدیث کو بخاری (٢٧٦٦) اور مسلم (٨٩) نے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے: مسند البزار: (9/52) (3578)، نیز طبرانی نے "الکبیر" (١٨/ ١٦٢) میں اسے روایت کیا ہے، ان کے روایت کردہ الفاظ یوں ہیں: عمران بن حصین سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سے ہاتھ کا درد دور ہو جاتا ہے، فرمایا: اگر تم اسی حالت میں فوت ہو گئے تو تم اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بدفالی لے یا جس کے لیے بدفالی لی جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے... الحدیث. ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں،

بیہقی نے قتادہ سے روایت کیا ہے کہ کعب نے کہا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرا (سچا) بندہ وہ نہیں ہے جو جادو کرے یا جس کے لیے جادو کیا جائے، یا جو کہانت کرے یا جس کے لیے کہانت کی جائے، یا جو بدفالی لے یا جس کے لیے بدفالی لی جائے، لیکن میرا (سچا) بندہ وہ ہے جو میرے اوپر ایمان لائے اور توکل کرے (1)۔

اے مومنوں کی جماعت! جادو کرانے کے لیے جادوگر کے پاس جانا کفر ہے، اللہ کی پناہ۔ اس کے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جانے والا اس جادو سے راضی ہوا، یا اسے لوگوں پر یا اپنے اوپر نافذ کرنے سے راضی ہوا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ جادو سے محض راضی ہونا بھی کفر ہے اگرچہ اسے اختیار نہ کرے، کیوں کہ کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص بت پرستی سے راضی ہو، یا صلیب کا سجدہ کرنے سے راضی ہو، تو ایسا شخص کافر ہے اگرچہ بت کی پرستش اور صلیب کا سجدہ نہ کرے، چنانچہ جو شخص یہ کہے کہ: (میں نہ جادو کرتا ہوں، نہ جادو کی ترغیب دیتا ہوں اور نہ جادو سیکھتا ہوں، لیکن میں اپنے گھر میں اور سماج میں جادو کا عمل دل سے پسند کرتا ہوں اور اس کی نکیر نہیں کرتا) تو یہ شخص بھی کافر ہے، کیوں کہ کفر سے راضی ہونا بھی کفر ہے، اور جو شخص کم از کم اپنے دل سے کفر کی نکیر نہ کرے تو اس کے دل میں ایمان نام کی کوئی چیز نہیں، اللہ کی پناہ۔

سوائے اسحاق بن الربیع کے، وہ بھی ثقہ ہیں۔ دیکھیں: "مجمع الزوائد" (٥/ ١١٧)، اس حدیث کو بزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جیسا کہ "کشف الأستار" (٣٠٤٣) میں ہے، اور اس حدیث کو البانی نے "صحیح الجامع الصغیر" (٥٤٣٥) میں اور "السلسلۃ الصحیحۃ" (٢١٩٥) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(1) دیکھیں: "شعب الإیمان" (١١٧٦)

جادوگر ایک ساتھ توحید ربوبیت اور توحید الوہیت دونوں میں اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے

اللہ کے بندو! یہ جادوگر جو تخیلاتی جادو کرتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ ان کے اندر حقائق کو بدلنے کی صلاحیت ہے تو ایسے لوگ اپنے اس عمل کے ذریعہ کائنات میں تصرف کرنے کا دعوی اور غیر اللہ سے مدد طلبی دونوں کا ایک ساتھ ارتکاب کرتے ہیں، پہلی چیز ربوبیت میں شرک ہے اور دوسری چیز الوہیت میں شرک ہے۔ اور شرک اور گمراہی کے لیے یہ دونوں اعمال کافی ہیں، ربوبیت میں شرک کی وجہ یہ ہے کہ وہ حقائق کو بدلنے کا دعوی کرتے ہیں، جبکہ حق یہ ہے کہ حقائق کو بدلنا اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ہاتھ میں ہے، کیوں کہ اللہ ہی تن تنہا کائنات میں تدبیر کرنے والا ہے، وہی خالق ہے، وہی کسی چیز کو ایک جنس سے دوسری جنس میں تبدیل کرتا ہے، جب کہ یہ جادوگر دعوی کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں وہ اللہ کے شریک ہیں، اس امر میں وہ جھوٹے ہیں، کیوں کہ جن چیزوں کو بدلنے کا وہ دعوی کرتے ہیں در اصل ان کی حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، بلکہ جادو کا اثر ختم ہوتے ہی آنکھوں سے اس کی تاثیر بھی ختم ہو جاتی ہے، پھر لوگوں کے سامنے واضح ہو جاتا ہے اور حقائق اپنی اصل ہیئت میں لوٹ جاتی ہیں۔

الوہیت میں ان کے شرک کی وجہ یہ ہے کہ وہ شیطان سے مدد لیتے ہیں اور ان کا سجدہ کرکے ان کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں، بسا اوقات تو ان کی رضاجوئی کے لیے قرآن کی توہین بھی کر بیٹھتے ہیں، کیوں کہ شیطان ان سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا سوائے یہ کہ وہ کفر کریں اور زمین میں فساد پھیلائیں، چنانچہ جادوگر اس شیطان کی عبادت کرتا ہے جو اس کی خدمت کرتا ہے، یہ اس کے کفر کی وجہ ہے، اور شیطان کو یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جادوگر اس کی عبادت کرتا ہے، کیوں کہ بنی آدم سے شیطان کا مطلوب و مقصود یہی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَٰبَنِيٓ ءَادَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا۟ ٱلشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٠﴾ وَأَنِ ٱعْبُدُونِى ۚ هَٰذَا صِرَٰطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦١﴾ ﴾ [یس: 60-61]

ترجمہ: اے اولاد آدم! کیا میں نے تم سے قول قرار نہیں لیا تھا کہ **تم شیطان کی عبادت نہ کرنا**، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور میری ہی عبادت کرنا، سیدھی راہ یہی ہے۔

سابقہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کتاب وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں جادو حرام ہے[1]۔

جادو گر کو اس شیطان سے کیا فائدہ ملتا ہے جو جادو گری میں اس کی مدد کرتا ہے اور لوگوں سے اسے کیا فائدہ ملتا ہے؟

اللہ کے بندو! جادو گر شیطان سے بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے، مثلاً یہ کہ شیطان اسے دور دراز جگہ پر نہایت سرعت کے ساتھ لے جاتا ہے اور اس طرح کے دیگر فوائد۔

جادو گر لوگوں کی کمزوری کا غلط فائدہ اٹھاتا ہے تاکہ اس جادو کے بدلے ان سے مادی اجرت حاصل کرے، یہ تینوں فریق - شیطان، جادو گر اور جو جادو کراتا ہے - اپنی دنیا وآخرت برباد کرتے ہیں۔

جادو گروں کے تئیں مسلمانوں اور حکمرانوں کی ذمہ داری

اللہ کے بندو! جادو کرنے اور جادو گروں کے پاس جانے سے بچنا واجب ہے، نیز دعوت واحتساب سے متعلق جو خصوصی ادارے ہیں، جادو گروں کے بارے میں انہیں خبر دینا بھی لازم ہے، بشرطیکہ اس ملک میں شریعت پر عمل ہوتا ہو، صرف یہ کافی نہیں ہے کہ انسان جادو گر کے پاس نہیں جائے، مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ جادو گروں کی مجلسوں میں حاضر ہو

(1) دیکھیں: مجموع الفتاوی:(۳۵/ ۱۷۱)

اور ان کی تعداد بڑھائے اور ان کا بازار چمکائے، خواہ ٹیلیویزن، چینل اور اپلیکیشن کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو، خواہ دل لگی یا معرفت وآگہی یا ان کے کرتب سے واقفیت یا دیگر مقاصد کی بنا پر ہی کیوں نہ ہو۔

اللہ کے بندو! جادو گروں اور ان جیسے دیگر کفریہ اعمال کرنے والوں پر حدود الہی کا نفاذ افضل ترین عبادات اور عظیم ترین قربات میں سے ہے، کیوں کہ یہ لوگ روئے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین میں ایک (مجرم کو) حد لگانا زمین والوں کے لیے چالیس دن بارش برسنے سے بہتر ہے(1)۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اسی طرح یہ بھی واجب ہے کہ ان کے عمل (جادو گری) پر جن چیزوں سے انہیں مدد ملتی ہوں، ان تمام چیزوں کو زائل کر دیا جائے، انہیں عام راستوں میں بیٹھنے سے روکا جائے، گھر کا مالک انہیں اپنا گھر اجرت پر نہ دے، یہ اللہ کی راہ میں جہاد کی ایک افضل ترین شکل ہے(2)۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

---

(1) اس حدیث کو ابن ماجہ (۲۵۳۸) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ان کے ہی روایت کردہ ہیں، نیز اسے نسائی (۴۹۱۹)، ابن حبان (۴۳۹۸)، اور احمد (۲/ ۳۶۲) نے بھی روایت کیا ہے اور البانی نے "السلسلۃ الصحیحۃ" (۲۳۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

(2) دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۳۵/ ۹۴-۹۷) مع اختصار وتصرف

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ جادو سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ صبح وشام کے شرعی اذکار کا اہتمام کیا جائے، البتہ جادو کے واقع ہونے کے بعد اس کا علاج کرنے کے تین طریقے ہیں: پہلا طریقہ: یہ سب سے اہم ہے، صبح وشام کے اذکار کا اہتمام ۔دوسرا طریقہ: یہ ایک نافع ترین علاج ہے، وہ یہ کہ جادو کی جگہ کا پتہ چلانے کی کوشش کی جائے کہ وہ زمین کے اندر ہے یا پہاڑ کے اوپر ہے، یا کہاں ہے، جب جگہ کا پتہ چل جائے اور اسے وہاں سے نکال کر ضائع کر دیا جائے تو جادو زائل ہو جاتا ہے۔ تیسرا طریقہ: یہ اس شخص کے لیے ایک مفید علاج ہے جو اپنی اہلیہ سے ہمبستری میں رکاوٹ محسوس کرتا ہو، سبز بیری کے سات پتے لے، انہیں پتھر وغیرہ سے کوٹ کر (باریک) کرلے، پھر اسے برتن میں رکھے اور اس پر اتنا پانی ڈالے کہ غسل کے لیے کافی ہو، اس پانی میں آیت الکرسی، ﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡكَٰفِرُونَ ۝١ ﴾ **[الكافرون: 1]**، ﴿ قُلۡ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝١ ﴾ **[الإخلاص: 1]** ﴿ قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلۡفَلَقِ ۝١ ﴾ **[الفلق: 1]**،﴿ قُلۡ أَعُوذُ بِرَبِّ ٱلنَّاسِ ۝١ ﴾ **[الناس: 1]** اور جادو کی وہ آیتیں پڑھے جو سورۃ الاعراف، سورۃ یونس اور سورۃ طہ میں آئی ہیں[1]۔اس کے بعد اس پانی کا کچھ حصہ تین دفعہ پی لے جس میں یہ آیتیں پڑھا ہو، اور باقی ماندہ پانی سے غسل کرلے، اس طرح بیماری دور ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ، اگر دو یا دو سے زائد مرتبہ بھی

---

(1) یعنی سورۃ الاعراف کی آیات:(١١٧-١٢٠)، سورۃ یونس کی آیات:(٧٩-٨٢) اور سورۃ طہ کی آیات: (٦٥-٦٩)

اسے استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو اس میں کوئی حرج نہیں، تا آنکہ بیماری دور نہ ہو جائے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اے اللہ! ہمارے دلوں کو نفاق سے، ہمارے اعمال کو ریا و نمود سے اور ہماری نگاہوں کو خیانت سے پاک کر دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے پر امن زندگی، کشادہ رزق اور نیک عمل کی دعا کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تجھ سے دنیا و آخرت کی ساری بھلائی کی دعا مانگتے ہیں جو ہم کو معلوم ہے اور جو نہیں معلوم، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں دنیا اور آخرت کی تمام برائیوں سے جو ہم کو معلوم ہیں اور جو معلوم نہیں۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: نواقض اسلام

ساتواں ناقض: (کہانت)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِله إِلا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہو، اور جان رکھو کہ اللہ کی توحید میں یہ بھی شامل ہے کہ اسماء وصفات میں اللہ کو ایک جانا جائے، ان صفات میں اللہ کا علم غیب بھی ہے، علم غیب کا اللہ تعالی کے لیے خاص ہونا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، قرآن کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ٱلْغَيْبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿٦٥﴾﴾ **[النمل: 65]**

ترجمہ: کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔

رہی بات حدیث کی تو خالد بن ذکوان نے ربیع بنت معوذ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لڑکی کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہمارے اندر ایک نبی ہے جو جانتا ہے کل کیا ہونے والا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ بات نہ کہو۔ کل کی باتیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا[1]۔

---

(1) اس حدیث کو ابن ماجہ (۱۸۹۷) نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے اور اس کی اصل صحیح بخاری (۵۱۴۷) میں موجود ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خزانہ غیب کی چابیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ عورتوں کے رحم میں کیا کمی بیشی (1) ہوتی ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب برسے گی۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ اس کی موت کہاں واقع ہو گی۔ اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہو گی (2)۔

معلوم ہوا کہ علم غیب کا اللہ کے لیے خاص ہونا اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ایک ثابت شدہ صفت ہے، اس میں کوئی اس کا شریک وساجھی نہیں، نہ کوئی قریبی فرشتہ اور نہ کوئی مبعوث کردہ رسول، چنانچہ جس نے اپنے لیے یا کسی اور کے لیے علم غیب کا دعوی کیا اس نے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان ایسی چیز میں شریک مقرر کیا جو صرف اللہ کی خصوصیات میں سے ہے، اسے اللہ کے ہم مثل قرار دیا اور شرک اکبر کا مرتکب ہوا، اپنے عہد کے امام اہل السنۃ نُعیم بن حماد الخزاعی کہتے ہیں: جس نے اللہ کو اس کی مخلوق کے مثل قرار دیا اس نے کفر کیا۔

کاہن اور شعبدہ باز (عرّاف) کا تعارف

اللہ کے بندو! کچھ لوگوں نے علم غیب کی صفت میں اللہ کے شریک ہونے کا دعوی کیا، اللہ تعالی اس دعوی سے بری وبرتر ہے، یہ کاہن اور شعبدہ باز لوگ ہیں، کاہن وہ ہے جو مستقبل کے غیبی

---

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ: عورت کے رحم میں نو ماہ سے کتنا کم اور نو ماہ سے کتنا زیادہ حمل ٹھہرتا ہے، اس کا علم صرف اللہ تعالی کو ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: (مادہ اپنے شکم میں جو کچھ رکھتی ہے اسے اللہ بخوبی جانتا ہے اور پیٹ کا گھٹنا بڑھنا بھی)۔ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم: میں سورۃ الرعد کی مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ کریں۔

(2) اس حدیث کو بخاری (۴۶۹۷) نے روایت کیا ہے۔

امور سے واقفیت کا دعوی کرتا ہے، اور شعبدہ باز ایک ایسانام ہے جس میں کاہن، نجومی اور جوتشی وغیرہ سب داخل ہیں، جو علم غیب کا دعوی کرتے ہیں، شعبدہ باز کو عربی میں عرّاف کہا جاتا ہے جو کہ (عَرَفَ) سے مبالغہ کا صیغہ ہے، شیخ محمد بن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہانۃ: فعالۃ کے وزن پر ہے، جو کہ الکُھن سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہوتے ہیں: اندازہ لگانا اور بے بنیاد چیزوں سے حقیقت کا پتہ چلانا، زمانہ جاہلیت میں یہ ان لوگوں کا پیشہ تھا جن سے شیطان آکر ملتے تھے اور آسمان سے چرائی ہوئی باتیں انہیں بتاتے تھے، ان شیطانوں کے ذریعہ آسمان کی جو بات ان تک پہنچتی، اس میں باطل اور من گھڑت باتیں ملاتے اور لوگوں کو بیان کرتے تھے، اگر ان کی بتائی ہوئی بات کے مطابق کچھ ہوتا تو لوگ ان کے فریب میں آجاتے اور انہیں اپنے درمیان فیصلہ کرنے اور مستقبل کی باتیں معلوم کرنے کے لیے مرجع وماوی بنالیتے، اسی لیے ہم کہتے ہیں: کاہن وہ ہے جو مستقبل کے غیبی امور کی خبر دے۔ انتہی کلامہ رحمہ اللہ

اے مومنو! کاہن علم غیب کا دعوی کرنے کے لیے دو میں سے کوئی ایک طریقہ اختیار کرتا ہے، **پہلا طریقہ:** ان شیطانوں سے باتیں لینا جو فرشتے کی کچھ بات آسمان سے اچک لیتے ہیں، اس کی دلیل صحیح بخاری میں مروی عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ مرفوع روایت ہے کہ: فرشتے اَبر (بادلوں) میں آتے ہیں اور اس کام کا ذکر کرتے ہیں جس کا فیصلہ آسمانوں میں ہوچکا ہوتا ہے **تو شیاطین چپکے سے فرشتوں کی باتیں اڑا لیتے ہیں اور کاہنوں کو بتادیتے ہیں** اور وہ سچی بات میں اپنی طرف سے جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (پھر اسے اپنے مریدوں میں بیان کرتے ہیں)(1)۔

(1) صحیح بخاری (۳۲۱۰)

اللہ کے بندو! معلوم ہوا کہ کاہن لوگوں کو اسی جھوٹ کی خبر دیتا ہے، اگر اس کی بات میں کوئی سچائی بھی ہوتی ہے تو وہ شیطان کی چوری کی ہوئی باتوں میں سے ہوتی ہے نہ کہ اس کے علم غیب کا اس میں کوئی دخل ہوتا ہے، بسا اوقات کچھ لوگ اس سچی بات کی وجہ سے فتنہ کے شکار ہو جاتے ہیں اور اس میں جو جھوٹی باتیں ملی ہوتی ہیں، ان کا اعتبار نہیں کرتے، اور اگر اس کی ساری بات جھوٹ ہوئی تو بسا اوقات سائل ساری بات کے فریب میں آجاتا ہے۔

دوسرا طریقہ: جنوں سے مدد طلب کرنا، خواہ یہ جن انسان کا مصاحب ہو یا کوئی اور، اس لیے کہ ہر انسان کے ساتھ ایک جن لگا ہوا ہے جو اسے برائی کا حکم دیتا ہے، چنانچہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”وہ کوئی شے نہیں۔ انہوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بعض اوقات یہ کاہن ایسی باتیں بتاتے ہیں جو صحیح ثابت ہوتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”وہ باتیں جو صحیح ثابت ہوتی ہیں انہیں کوئی جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے۔ پھر اپنے دوست کے کان میں مرغ کی آواز کی طرح ڈالتا ہے، پھر اس سچی بات میں کاہن سو جھوٹ ملا دیتا ہے“[1]۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے ساتھ رہنے والے جن سے کاہنوں کا تعلق ہوتا ہے، کیوں کہ ہر انسان کے ساتھ ایک جن لگا ہوتا ہے جو اسے برائی کا حکم دیتا رہتا ہے، یہ جن انسان کے ان تمام رازوں سے آگاہ ہوتا ہے جن سے دوسرے لوگ واقف نہیں ہوتے، چنانچہ مثال کے طور پر اگر انسان کی کوئی چیز کھو جائے تو اس مصاحب جن کو کھوئی ہوئی چیز کی جگہ کا علم ہوتا ہے کیوں کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے، اگر یہ انسان کاہن سے رابطہ کرے اور مفقود شے کے بارے

(1) صحیح بخاری (۶۲۱۳) اور صحیح مسلم (۲۲۲۸)، مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

میں اس سے سوال کرے تو یہ جن اس کاہن کو گمشدہ چیز کی جگہ کے بارے میں بتا دیتا ہے، پھر کاہن انسان کو اس جگہ کی خبر دیتا ہے اور اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا کر بولتا ہے، چنانچہ اگر انسان کو اس سچی بات میں یہ کاہن سچا نظر آتا ہے تو وہ اس کی تمام باتوں کو سچ جاننے لگتا ہے اور یہ گمان کر بیٹھتا ہے کہ وہ علم غیب جانتا ہے، جبکہ حقیقت میں اس نے اس کے خاص معاملات میں سے صرف اس چیز کی خبر دی جس کے بارے اس کے مصاحب جن نے اسے بتایا، مثلاً وہ بات جو اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان ہوتی ہے، اس کی جائے عمل کے بارے میں، اس کی ماں کا نام، شہر کا نام اور گھر کا پتہ وغیرہ، اور ان کے علاوہ وہ معلومات جو اس جن کو پتہ ہوتی ہیں۔

اللہ کے بندو! کاہن جس شیطان سے رابطہ رکھتا ہے، وہ اس سے جو خدمت حاصل کرتا ہے اس کے بدلے اس کی عبادت کرتا ہے، اور شیطان کا یہی مقصد وہدف ہے، وہ بنی آدم کے پیچھے صرف اس لیے پڑا ہوا ہے کہ اسے گمراہ کر دے، یہی اس کا کام اور یہی اس کا پیغام ہے، اس کے دام فریب میں جادوگر، کاہن اور شعبدہ باز پھنس جاتے ہیں، یہ انسانوں میں سے شیطان ہیں، جب کہ وہ جنوں میں سے شیطان ہیں، ان تمام شیطانوں سے ہم اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

اللہ کے بندو! ایک باریک نکتہ یہ ہے کہ جو لوگ شرعی رقیہ سے علاج و معالجہ کرتے ہیں اور جادوگروں اور کاہنوں کے کرتب سے واقف ہیں، ان میں سے کسی کا کہنا ہے کہ: اگر آپ کاہن کا راز فاش کرنا چاہتے ہیں تو اس سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھیں جس سے آپ ناواقف ہیں، کیوں کہ اگر آپ اس سے ناواقف ہوں گے تو آپ کا مصاحب جن بھی اس سے ناواقف ہوگا، لہذا کاہن کچھ پتہ نہیں چلا پائے گا، مثال کے طور پر زمین سے کچھ کنکڑی اٹھا لیجیے اور اپنی مٹھی میں بند کر لیجیے، پھر کاہن سے پوچھیے کہ: میرے ہاتھ میں کتنے کنکڑ ہیں؟ وہ اس کا جواب نہیں دے

پائے گا اور دامن چھڑانے کی کوشش کرے گا، کیوں کہ آپ کا مصاحب جن بھی یہ نہیں جانتا تو کاہن کو جواب کہاں سے ملے گا؟!

خلاصہ یہ کہ کاہن اپنے تمام معاملات میں جنوں سے مدد لیتا ہے، تمام تر حوادث اور واقعات کی جانکاری کے لیے اسی سے رجوع کرتا ہے، چنانچہ وہ کچھ باتیں اس کے کان میں ڈال دیتے ہیں اور اس بنیاد پر کاہن اپنے اندازے سے جو خبر دیتا ہے، اگر وہ خبر صحیح ثابت ہوئی تو انسان گمان کرنے لگتا ہے کہ کاہن کو غیب کا کچھ نہ کچھ علم حاصل ہے، چنانچہ اس کے فتنہ کا شکار ہو جاتا ہے، جاہل اسے کشف و کرامات پر محمول کر بیٹھتا ہے، اور یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ کاہن اللہ کے اولیاء میں سے ہے، جبکہ وہ شیطان کے اولیاء میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے سورۃ الشعراء میں کاہنوں کے تعلق سے فرمایا:﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾﴾ [الشعراء: 221-223].

ترجمہ: کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں* وہ ہر ایک جھوٹے گنہگار پر اترتے ہیں* **(اچٹتی) ہوئی سنی سنائی پہنچا دیتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔**

موحدوں کی جماعت! نجومی بھی علم غیب کا دعوی کرتے ہیں، نجومی وہ ہے جو بزعم خویش ستاروں کی حرمت سے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی معرفت حاصل کرتے ہیں، جیسے ہوا بہنے کے اوقات، بارش آنے کے اوقات، ٹھنڈی و گرمی کے موسم اور قیمتوں میں تبدیلی وغیرہ کی جانکاری۔ ان کا دعوی ہے کہ ستاروں کا اپنے افلاک میں گردش کرنے اور ان کا آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کا مشاہدہ کر کے وہ ان سب باتوں کا پتہ چلاتے ہیں، اور یہ کہ عالم سفلی میں اس کا اثر ہوتا ہے، اسے علم تاثیر سے موسوم کیا جاتا ہے، اس کا دعوی کرنے والے کو حازی

(جوتشی) بھی کہا جاتا ہے، ایسی صورت میں نجومی ستاروں سے مخاطب ہوتا ہے اور شیطان اسے وہ تصویر دکھاتا ہے جس کے ذریعہ وہ مذکورہ باتوں کا پتہ چلاتا ہے، یہ سب کے سب خرافات ہے۔

اللہ کے بندو! علم نجوم میں یہ بھی شامل ہے کہ مستقبل کے واقعات کا پتہ چلانے کے لیے ستاروں کی گردش کے ساتھ ساتھ حروف ابجد (اباجاد) کا استعمال کیا جائے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہی مراد ہے: ایک قوم (ابوجاد) کا استعمال کرتی ہے اور ستاروں پر نظر رکھتی ہے اور جو شخص ایسا کرتا ہے میرے خیال سے اس کے لیے (آخرت میں) کوئی حصہ نہ ہوگا[1]۔

علم نجوم کا ایک مظہر وہ بھی ہے جس کا دعوی بعض ماہرین فلکیات کرتے ہیں کہ انسان کے مستقبل میں جو کچھ رونما ہونے والا ہے، اس سے وہ واقف ہیں، اور اس دعوی کو اخبارات اور جرائد میں نشر کرتے پھرتے ہیں، ان کا دعوی ہے کہ جو شخص فلاں برج (ستارہ کے طلوع کے وقت) پیدا ہوا جیسے برج عقرب کے وقت پیدا ہوا تو اس کی قسمت منحوس ہوگی اور مثلاً جو برجِ میزان کے وقت پیدا ہوا تو وہ خوش قسمت ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ کے بندو! علم نجوم کا حکم بھی جادو کے حکم میں داخل ہے، ان دونوں کے درمیان یکسانیت کی وجہ ہے: شیطان سے ربط و تعلق، اس کی دلیل ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے نجوم کا کوئی علم سیکھا اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا، چنانچہ جو اس میں اپنا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بڑھالے[2]۔

---

(1) اس قول کو عبد الرزاق نے اپنے "مصنف" (۱۹۸۰۵) میں روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ان کے ہی روایت کردہ ہیں، نیز بیہقی نے "السنن الکبری" (۸/۱۳۹) میں اسے روایت کیا ہے۔

(2) صحیح مسلم (۲۲۳۰)

علم نجوم کو علم تاثیر بھی کہا جاتا ہے، یعنی زمینی حوادث پر ستاروں کی گردش کے اثرات، ان کے قول: (اس نے جادو کا ایک حصہ سیکھا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ جادو کی ایک قسم کا شکار ہو گیا۔ آپ کے قول: (چنانچہ جو اس میں اپنا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بڑھالے) کا مطلب ہے: ایسا کرنے والا جس قدر نجوم کا علم سیکھے گا اسی قدر جادو کے علوم سیکھنے میں بھی گویا اس نے اضافہ کیا۔

کاہنوں، شعبدہ بازوں اور نجومیوں کے پاس جانے کی ممانعت کے دلائل

اللہ کے بندو! اسلامی شریعت کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ نیک فال لینے کا حکم دیتی ہے، انسان کو ایسے اعمال کی رہنمائی کرتی ہے جن میں اس کی دنیا و آخرت کی سعادت مضمر ہے، شرک، خرافات اور مکر و فریب سے روکتی ہے، اسی لیے اسلام نے شیطانی دروازے کی بنیاد ہی بند کر دی ہے، چنانچہ کاہنوں کے پاس جانے کو حرام قرار دیا اور شعبدہ باز یا کاہن کے پاس جانے والے کے حق میں سخت وعید سنائی، گرچہ صرف سوال کرنے کے لیے ہی کیوں نہ جائے، مسلم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جو شخص کسی غیب کی خبریں سنا نے والے (شعبدہ باز) کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں پوچھے تو چالیس راتوں تک اس شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی "(1)۔

اس حدیث میں جو وعید آئی ہے وہ اس شخص پر نافذ ہوتی ہے جو غیب کی خبر دینے والے شعبدہ باز کے پاس جائے اور اس سے صرف سوال کرے، گرچہ وہ اس کی تصدیق نہ کرے، تو بھی چالیس دنوں تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، لیکن وہ کافر نہیں ہوتا، اس لیے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو گا۔

لیکن جو شخص کاہن اور غیب کی خبر دینے والے شعبدہ باز سے سوال کرے اور اس کی بات کی تصدیق

---

(1) صحیح مسلم (۲۲۳۰)

کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیوں کہ جب وہ تصدیق کرتا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نے علم غیب کی صفت میں انہیں اللہ کا شریک ٹھہرایا جب کہ یہ اللہ کے ساتھ خاص ہے، اس طرح وہ قرآن کی تکذیب بھی کر بیٹھتا ہے اور کفر کا مرتکب قرار پاتا ہے، اللہ کی پناہ۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو شخص کاہن یا علم غیب کا دعوی کرنے والے شعبدہ باز کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ **شریعت کا انکار** کیا)(1)۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے بدفالی لی یا جس کے لیے بدفالی لی گئی، یا جس نے کہانت کی یا اس کے لیے کہانت کی گئی، یا جس نے خود جادو کیا یا اس کے لیے جادو کیا گیا وہ ہم میں سے نہیں ہے **اور جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ شریعت کا انکار (کفر) کیا**(2)۔

---

(1) اس حدیث کو احمد (۲/۴۲۹) وغیرہ نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(2) اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے: مسند البزار: (52/9) (3578)، نیز طبرانی نے "الکبیر" (۱۸/۱۶۲) میں اسے روایت کیا ہے، ان کے روایت کردہ الفاظ یوں ہیں: عمران بن حصین سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا ایک کڑا دیکھا تو اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا: مجھے بتایا گیا ہے کہ اس سے ہاتھ کا درد دور ہو جاتا ہے، فرمایا: اگر تم اسی حالت میں فوت ہو گئے تو تم اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بدفالی لے یا جس کے لیے بدفالی لی جائے وہ ہم میں سے نہیں ہے... الحدیث. ہیثمی کہتے ہیں: اس حدیث کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے رواۃ صحیح کے رواۃ ہیں، سوائے اسحاق بن الربیع کے، وہ بھی ثقہ ہیں۔ دیکھیں: "مجمع الزوائد" (۵/۱۱۷)، اس حدیث کو بزار نے ابن

اللہ کے بندو! سب سے زیادہ جن کے درمیان کہانت رائج اور منتشر ہے وہ صوفیاء ہیں، ان کے اکثر مشائخ یا تو کاہن ہیں یا عراف (شعبدہ باز) ہیں، کیوں کہ وہ اپنے مشائخ کے لیے ولایت اور کرامت کا دعوی کرتے ہیں، علم غیب کا دعوی ان کے نزدیک ولایت اور کرامت کے لوازمات میں سے ہے، جسے وہ "کشف" سے موسوم کرتے ہیں، اسے علم غیب کے دعوی سے موسوم نہیں کرتے تاکہ ان کی رسوائی اور فضیحت نہ ہو۔

اللہ کے بندو! کہانت کی ممانعت کے وجوب کو بیان کرنے کے لیے اور کاہن وشعبدہ باز اور ان کے پاس جانے والوں کے کفر کو واضح کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، خواہ عملی طور پر ہو یا اسے اپنا کر ہو یا صرف دل سے اس عمل پر رضامندی ظاہر کر کے ہو، یہ سارے کفریہ اعمال ہیں۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ کہانت میں "طَرق" بھی داخل

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے جیسا کہ "کشف الأستار" (۳۰۴۳) میں ہے، اور اس حدیث کو البانی نے "صحیح الجامع الصغیر" (۵۴۳۵) میں اور "السلسلۃ الصحیحۃ" (۲۱۹۵) میں صحیح قرار دیا ہے۔

ہے، جو کہ اس کہانت کی ایک قسم ہے جس کے ذریعہ عرب بزعم خویش غیبی امور کی معرفت حاصل کیا کرتے تھے، طرق طریق سے ماخوذ ہے، طرَق الأرض یطرُقھا اس وقت کہتے ہیں جب زمین پر چلے، وہ زمین پر کچھ لکیریں کھینچتے ہیں گویا وہ اس پر چل رہے ہوں، پھر اس کے بعد زمین پر کشید کی گئی ان لکیروں سے جو علم غیب ظاہر ہوتا ہے وہ اس کی خبر دیتے ہیں۔

رمال (جوتشی) بھی کہانت کے حکم میں داخل ہے، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ رمال اپنے ہاتھ سے ریت پر خط کھینچتا ہے، پھر اس کے ذریعہ علم غیب کا دعوی کرتا ہے، اسے رمال سے موسوم کیا جاتا ہے۔

کہانت میں **کنکڑ بازی** بھی داخل ہے، چنانچہ جب سائل کاہن سے کسی حادثہ کے بارے میں سوال کرتا ہے تو وہ چند کنکڑیاں نکالتا ہے، اور ایک خاص طریقہ سے اس پر مارتا ہے، اس کے بعد- اپنے جھوٹے دعوی کی بنیاد پر- اسے سائل کا جواب معلوم ہو جاتا ہے۔

کہانت کی ایک قسم فنجان پڑھنا بھی ہے، یعنی کافی کا فنجان (کپ یا پیالہ)، چنانچہ فنجان میں جو باقی ماندہ کافی ہوتا ہے، اس پر کاہن توجہ مرکوز کرتا ہے، اس کے ذریعہ فنجان کے ارد گرد کچھ خطوط کھینچتا ہے، پھر اس کے بارے میں خبر دیتا ہے، اور دعوی کرتا ہے کہ ایسا ایسا ہونے والا ہے۔

کہانت کی ایک قسم آگ کو پڑھنا بھی ہے، کاہن بسا اوقات شعلوں کی شکل اور آگ کی لو کے ذریعہ بزعم خویش مستقبل کا علم حاصل کرتا ہے۔

ہتھیلی پڑھنا بھی کہانت کی ایک قسم ہے، جس میں کاہن ہتھیلی کی لکیروں اور ان لکیروں کی کجی اور باہمی ربط و تعلق و وصال پر اعتماد کرتا ہے، پھر یہ دعوی کرتا ہے کہ ایسا اور ایسا ہونے والا ہے۔

کہانت میں عیافہ (پرندوں کے اڑنے سے شگون لینے کا طریقہ) بھی داخل ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ پرندہ کو اڑایا جاتا ہے، اگر وہ دائیں جانب اڑے تو کہتے ہیں کہ نیک فال لو اور بائیں جانب

اڑے تو کہتے ہیں کہ بدفالی لو، یہ کہانت ہے۔

بے شک عیافہ ایک باطل عمل ہے، کیوں کہ پرندہ اللہ کی ایک مخلوق ہے، اس کے اندر تاثیر اور تدبیر کی کوئی صلاحیت نہیں، بلکہ اللہ تعالی اس کے تمام امور کی تدبیر کرتا اور اس کی پرورش وپرداخت کا انتظام فرماتا ہے:

﴿ أَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَى ٱلطَّيْرِ مُسَخَّرَٰتٍ فِى جَوِّ ٱلسَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا ٱللَّهُ ۗ ﴿٧٩﴾ ﴾ **[النحل: 79]**

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو تابع فرمان ہو کر فضا میں ہیں، جنہیں بجز اللہ تعالی کے کوئی اور تھامے ہوئے نہیں۔

نیز اللہ عزیز وبرتر کا فرمان ہے: ﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ إِلَى ٱلطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَٰٓفَّٰتٍ وَيَقْبِضْنَ ۚ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا ٱلرَّحْمَٰنُ ۚ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَىْءٍۭ بَصِيرٌ ﴿١٩﴾ ﴾ **[الملك: 19]**

ترجمہ: کیا یہ اپنے اوپر پر کھولے ہوئے اور (کبھی کبھی) سمیٹے ہوئے (اڑنے والے) پرندوں کو نہیں دیکھتے، انہیں (اللہ) رحمن ہی (ہوا وفضا میں) تھامے ہوئے ہے، بے شک ہر چیز اس کی نگاہ میں ہے۔

کہانت میں بدشگونی لینا بھی داخل ہے، اس میں عام بدشگونی شامل ہے، خواہ مرئی شے سے ہو یا سنی ہوئی بات سے، اس کا مطلب ہے پرندہ کو اڑا کر اس کے اڑنے کی سمت سے بدشگونی لینا، چنانچہ اگر دائیں جانب اڑے تو نیک فال لینا، اور اگر بائیں جانب اڑے تو بدشگونی لینا، بدشگونی (طیرۃ) لغوی اعتبار سے عیافہ کے ہم معنی ہے۔ لیکن اس میں وسعت ہے اس لیے بدشگونی کی تمام قسمیں اس میں داخل ہیں، جیسے الو اور کوا کو دیکھ کر بدشگونی لینا، ۱۳ نمبر سے بدشگونی لینا، کانا، بھینگا اور لنگڑا کو دیکھ کر بدشگونی لینا، جب کوئی کانا انسان کو دیکھے تو کہے کہ آج کا دن برا ہے، چنانچہ اپنی دکان بند کرلے اور اس دن خرید وفروخت نہ کرے، گویا اسے یہ یقین ہو گیا ہو کہ اس دن اس پر

مصیبت آنے والی ہے، اگر انسان کو دائیں ہاتھ میں کھجلاہٹ ہو تو کہے کہ ایسا ہو گا، اور اگر بائیں ہاتھ میں ہو تو کہے کہ ویسا ہو گا، یہ اور ان جیسے دیگر وہ تمام امور جن میں اللہ نے بدشگونی نہیں رکھی ہے، لیکن لوگوں نے انہیں بدشگونی بنالیا، اور اس دن کو اپنے لیے منحوس قرار دے دیا۔ جبکہ اللہ نے اسے نحوست والا دن نہیں بنایا، گویا انہوں نے یہ دعوی کیا کہ اس دن جو کچھ ہونے والا ہے اس کے علم میں وہ اللہ کے شریک ہیں، بایں طور کہ انہوں نے ایسی چیزوں پر اعتماد کیا جن کو انہوں نے اسباب قرار دیا جو کہ حقیقت میں اس ناگوار چیز کے اسباب نہیں ہیں جن کے وقوع کی وہ توقع کرتے ہیں۔

بدشگونی حرام ہے، بلکہ شرک ہے، اس کی دلیل عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کو بدشگونی نے اپنی ضرورت پوری کرنے سے روک دیا اس نے شرک کیا، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہنا کہ: یعنی: اللهم لا خير إلا خيرك، ولا **طير إلا طيرك**، ولا إلٰــــه غيرك. تیرے عطا کردہ خیر کے سوا کوئی خیر نہیں، **تیری مقدر کردہ بدشگونی کے سوا کوئی بدشگونی نہیں** اور تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں (1)۔

بدشگونی کی حرمت کی ایک دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ہے: "چھوت لگ جانا، بدشگونی لینا اور الو یا ماہ صفر کی نحوست کوئی شے نہیں "(2)۔

آپ کا یہ کہنا کہ: (بدشگونی لینا کوئی شے نہیں ہے) بدشگونی کی واضح طور پر نفی کرتا ہے۔

(1) اس حدیث کو احمد (۲/ ۲۲۰) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(2) اس حدیث کو بخاری (۵۷۰۷) اور مسلم (۲۲۲۰) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ کہانت کی بہت سی قسمیں ہیں، لیکن تمام کاہنوں میں جو چیز مشترک ہے وہ ہے علم غیب کا دعوی، لیکن ان کے طریقے مختلف ہیں، ان میں سے کچھ کا شیطانوں سے ربط و تعلق ہوتا ہے، اور کچھ لوگ محض اس کا دعوی کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو اپنے دام فریب کا شکار بنا سکیں، اللہ تعالی ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اے اللہ! ہمارے دلوں کو نفاق سے، ہمارے اعمال کو ریا و نمود سے اور ہماری نگاہوں کو خیانت سے پاک کر دے۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: نواقض اسلام

آٹھواں ناقض: (مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ پر ایمان لانے سے مومنوں سے دوستی رکھنا لازم آتا ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس کا خوف ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریز کرو، اور جان رکھو کہ اللہ پر ایمان لانے سے مومنوں سے دوستی رکھنا بھی لازم آتا ہے، یعنی ان سے محبت کرنا اور ان کا تعاون کرنا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤْتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَيُطِيعُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓۚ أُوْلَٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ ٱللَّهُۗ إِنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٧١﴾ ﴾ **[التوبة: 71]**

ترجمہ: مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ کی اور اس کے رسول کی بات مانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بے شک اللہ غلبے والا حکمت والا ہے۔

اللہ پر ایمان لانے سے کفر اور کافروں سے بغض ونفرت رکھنا لازم آتا ہے

اور یہ وضاحت کہ کافروں سے موالات اور دوستی کے کیا معنی ومطلب ہیں

مومنوں کی جماعت! اللہ پر ایمان لانے سے کفر اور کافروں سے بغض وعداوت رکھنا اور ان سے براءت کا اظہار کرنا بھی لازم آتا ہے، کیوں کہ سچا مومن وہ ہے جو اللہ اور رسول کے محبوبوں سے محبت رکھتا ہے، اور جس سے اللہ ورسول بغض ونفرت رکھتے ہیں، اس سے وہ بھی بغض ونفرت رکھتا ہے، اس کی ضد کافروں سے دوستی رکھنا ہے، یعنی دنیاوی غرض وغایت کی خاطر ان سے محبت رکھی جائے، یہ فسق اور نافرمانی ہے، بلکہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن یہ ایسا کفر نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان ملت سے خارج ہو جائے، اللہ تعالی نے کافروں سے دوستی رکھنے سے قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں منع فرمایا ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ لَّا يَتَّخِذِ ٱلْمُؤْمِنُونَ ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ ٱللَّهِ فِى شَىْءٍ ﴿٢٨﴾ ﴾ [آل عمران: 28]

ترجمہ: مومنوں کو چاہئے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں۔

نیز فرمان باری تعالی ہے:﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّى وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ ﴾ [الممتحنة: 1].

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! میرے اور (خود) اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ تم تو دوستی سے ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو اور وہ اس حق کے ساتھ جو تمہارے پاس آچکا ہے کفر کرتے ہیں۔

کافروں سے دوستی کرنے کا معنی و مطلب اور اس کا حکم

اللہ کے بندو! کافروں سے دوستی کرنا ان سے تعلق رکھنے سے کہیں بڑا گناہ ہے، کافروں سے دوستی کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کی جائے، بایں طور کہ اگر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان جنگ برپا ہو تو کافروں کی صف میں کھڑا ہو کر اسلحہ، مال و دولت، رائے اور مشورہ اور منصوبہ بندی کے ذریعہ ان کی مدد کرے، اس کے پیچھے مقصد یہ ہو کہ کافروں کا دین اسلام پر غالب ہو جائے، ایسا کرنا نواقض اسلام میں سے ہے، اللہ کی پناہ، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾ ﴾ [المائدة: 51]

ترجمہ: تم میں سے جو بھی ان میں کسی سے دوستی کرے وہ بے شک انہی میں سے ہے، ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔

کافروں کی دوستی اس لیے کفر ہے کہ اس سے اسلام اور مسلمانوں کی نفرت اور بغض و عداوت لازم آتی ہے، جو کہ کفر ہے، کیوں کہ اللہ نے خود سے، اپنے رسول سے، اپنے دین سے اور مسلمانوں سے محبت رکھنے کا حکم دیا ہے، رہی بات مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کی تو اس سے مذکورہ تمام امور (احکامِ محبت) کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔ شنقیطی رحمہ اللہ فرمان باری تعالی: ﴿ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ ﴾ [المائدة: 51] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ ذکر کیا ہے کہ جو شخص یہود و نصاری سے دوستی رکھتا ہے وہ ان سے دوستی رکھنے کی وجہ سے ان میں سے ہی ہو جاتا ہے، ایک دوسرے مقام پر بیان فرمایا کہ ان سے دوستی رکھنے سے اللہ کا غیظ و غضب اور ہمیشگی کا عذاب لازم آتا ہے، اور ان سے دوستی رکھنے والا اگر مومن ہوتا تو ان سے دوستی نہیں رکھتا۔ معمولی تصرف کے ساتھ قول ختم ہوا۔

اے مومنو! یہ ناقابل تصور بات ہے کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کے خلاف کافر کی مدد کرے، یہ صرف منافقین یا ان کی خصلت رکھنے والے لوگ ہی کر سکتے ہیں، جیسے روافض اور بعض ایسے لوگ جو کافروں کے ملک میں جا کر بس گئے، ان کے درمیان قیام پذیر ہو گئے اور ان کی فوج میں کام کرنے لگے، ایسے لوگ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی جنگ میں شریک ہوتے ہیں، کیوں کہ یہ ان کی ملازمت کا تقاضہ ہوتا ہے جیسا کہ ان کا گمان اور دعوی ہے، اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے [1]۔

اللہ کے بندو! مومنوں سے دوستی رکھنے اور کفر اور کافروں سے براءت کا اظہار کرنے کے وجوب اور اسلامی عقیدہ میں ولاء وبراء کے معنی ومطلب کی وضاحت کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

---

(1) ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ کریں: الفتاوی: (۲۸/ ۵۳۰-۵۳۱)

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ کافروں سے بغض و نفرت رکھنے کا مطلب یہ نہیں کہ معاملات میں ان پر ظلم کیا جائے، یا یہ کہ ان کے ساتھ بیع وشرا، اجرت اور صلح ومعاہدہ وغیرہ کرنا حرام ہے، یہ ایک چیز ہے اور موالات دوسری چیز۔ معاملات میں عدل وانصاف مطلوب ہے اور اخلاق وبرتاؤ میں حسن تعامل بھی مطلوب ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے ساتھ معاملات کیا کرتے تھے جب کہ آپ ان سے اور ان کے دین سے بغض ونفرت رکھتے تھے، لیکن آپ ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے، اگرچہ وہ جنگ کے میدان میں قیدی کیوں نہ بنائے گئے ہوں، اللہ تعالی کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ:

﴿وَيُطْعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝٨﴾ **[الإنسان: 8]**

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

موضوع: نواقض اسلام

نواں ناقض: (اسلامی شریعت سے نکلنے کے جواز کا عقیدہ)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد و ثنا کے بعد!

اسلامی شریعت انس و جن سب کے لیے عام ہے

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہو، اور جان رکھو کہ اسلامی شریعت انس و جن سب کے لیے **عام ہے**، تا آنکہ **قیامت قائم ہو جائے**، اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: ﴿ قُلۡ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ﴾ **[الأعراف: 158]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں **تم سب کی طرف** اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں۔

لوگوں میں انسان اور جنات سب داخل ہیں۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں، ان میں آپ نے یہ بھی ذکر کیا کہ: پہلے نبی خاص اپنی قوم کے لیے مبعوث ہوا کرتا تھا، مگر میں **تمام لوگوں کی طرف** (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہوں[1]۔

(1) اس حدیث کو بخاری (۳۳۵) اور مسلم (۵۲۱) نے روایت کیا ہے اور اس باب میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے جسے مسلم (۵۲۳) نے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالی نے تمام نبیوں سے یہ عہد وپیان لیا کہ اگر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے تو آپ کی اتباع کریں گے اور آپ کی شریعت پر عمل کریں گے

اے مومنوں کی جماعت! اللہ تعالی نے تمام نبیوں سے یہ عہد وپیان لیا ہے کہ اگر وہ نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں گے تو آپ کی شریعت کی پیروی کریں گے اور آپ کی نصرت ومدد کریں، اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِۦ وَلَتَنصُرُنَّهُۥ ۚ قَالَ ءَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِى ۖ قَالُوٓا۟ أَقْرَرْنَا ۚ قَالَ فَٱشْهَدُوا۟ وَأَنَا۠ مَعَكُم مِّنَ ٱلشَّٰهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٨٢﴾ أَفَغَيْرَ دِينِ ٱللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُۥٓ أَسْلَمَ مَن فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾﴾ [آل عمران: 81-83]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اس کے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں * پس اس کے بعد بھی جو پلٹ جائیں وہ یقیناً پورے نافرمان ہیں * کیا وہ اللہ تعالیٰ کے دین کے سوا اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ تمام آسمانوں والے اور سب زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اہل کتاب کے صحیفوں کے چند صفحات دیکھے تو غصہ ہوگئے اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے،

اگر موسی بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری ہی پیروی کرنی پڑتی[1]۔
صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ عیسی ابن مریم جب آخری زمانہ میں نازل ہوں گے تو اسلامی شریعت کی پیروی کریں گے اور اسی کی روشنی میں فیصلہ گے[2]۔

اسلامی شریعت اپنے ماقبل کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی شریعت ہے

اللہ کے بندو! اسلامی شریعت اپنے ماقبل کی تمام شریعتوں کو **منسوخ کرنے والی** شریعت ہے، یعنی اسلامی شریعت سے قبل کی شریعتوں میں جو بھی احکام تھے، ان سب کو کالعدم کرنے والی ہے، سوائے ان احکام کے جو قرآن میں نازل ہوئے، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَـٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ **[المائدة: 48]** .

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور **ان کی محافظ** ہے۔

یعنی: اے رسول! ہم نے آپ کی طرف قرآن نازل فرمایا، اس میں جو کچھ بھی ہے وہ حق ہے، جو اپنے ماقبل کی کتابوں کی صداقت پر گواہ ہے، اور اس بات پر بھی گواہ ہے کہ وہ ساری کتابیں اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہیں، ان کتابوں میں جو احکام ہیں، ان کی تصدیق کرتا ہے، ان میں

(1) اس حدیث کو احمد (۳/۳۸۷) نے جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور البانی نے "إرواء الغليل" (۶/۳۴) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(2) مسیح کے نزول اور ان کا دجال کو قتل کرنے کا قصہ صحیح مسلم (۲۸۹۷) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اسی طرح (۱۵۶) جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے، نیز (۲۹۳۷) نواس بن سمعان الکلابی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

جو تحریف در آئی ہے، اس کی وضاحت کرتا ہے، اور **ان کے بعض احکام کو منسوخ قرار دیتا ہے۔**

اسلامی شریعت قیامت تک قائم ودائم رہے گی

اللہ کے بندو! اسلامی شریعت بعثت نبوی سے لے کر قیامت تک قائم ودائم رہے گی، بر خلاف سابقہ شریعتوں کے، کیوں کہ وہ وقتی ہوا کرتی تھی اور جب اس کے بعد آنے والی شریعت ظاہر ہوتی تو وہ منسوخ قرار پاتی اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کے ذریعہ تمام شریعتوں کا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام نبیوں کا اور قرآن کے ذریعہ تمام کتابوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا

خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کے ذریعہ تمام شریعتوں کا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام نبیوں کا، قرآن کے ذریعہ تمام کتابوں کا اور امت مسلمہ کے ذریعہ تمام امتِ اجابت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

اسلامی شریعت سے نکلنے کے جواز کا عقیدہ رکھنا اسلام کے نواقض میں سے ہے

اللہ کے بندو! مذکورہ بالا دلائل کی بنا پر یہ ظاہر ہو گیا کہ اسلام میں داخل ہونا اور اس کی پیروی کرنا دین کے بدیہی امور میں سے ہے، کسی انسان کے لیے اس سے ناواقف رہنے کی گنجائش نہیں، چنانچہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اسلامی شریعت سے نکلنے کی گنجائش ہے تو وہ کافر ہے، اگر چہ نماز وروزہ کا پابند اور مسلمان ہونے کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ جو شخص یہ کہے کہ انسان کے لیے یہودیت، یا نصرانیت یا دیگر دین ومذہب کے مطابق اللہ کی عبادت کرنا جائز ہے تو اس نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، اللہ کی پناہ۔ کیوں کہ اس نے امر الہی کی خلاف ورزی اور قرآنی خبر کی تردید کی، اس ناقض کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے: ﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾﴾ **[آل عمران: 85]**

ترجمہ: جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے **اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا** اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہو گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب** تمام انس و جن، عرب و عجم، قریب و بعید، شاہ و گدا اور زاہد و غیر زاہد کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں، بلکہ آپ سب سے آخری نبی ہیں، اور جو کتاب آپ پر نازل کی گئی وہ تمام سابقہ کتابوں کی تصدیق کرنے والی اور ان کی محافظ ہے، **چنانچہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ کسی بھی مخلوق (انس و جن) کے لیے آپ کی اتباع اور اطاعت اور جس کتاب و حکمت کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے، اس کی پیروی سے نکلنے کا اختیار ہے تو وہ کافر ہے** (1)۔

آپ رحمہ اللہ مزید رقم طراز ہیں: اگر یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کا طریقہ آپ کے طریقہ سے زیادہ کامل ہے، اور کسی ولی کے لیے شریعت محمدیہ سے نکلنے کی گنجائش ہے، تو وہ کافر ہے، توبہ کرانے کے بعد بھی اگر وہ اپنے قول پر مصر رہے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔ اختصار کے ساتھ منقول (2)۔

ایسے بعض فرقوں کا بیان جو انحراف کا شکار ہوئے اور اس ناقض میں واقع ہو گئے

اللہ کے بندو! اس عقیدہ میں بعض صوفی فرقے واقع ہو گئے کہ کسی کے لیے اسلامی شریعت سے نکلنے کی گنجائش ہے، یہ وہ فرقے ہیں جنہیں شیطان نے گمراہ کر دیا چنانچہ وہ اپنے بعض کبار شخصیات کے تعلق سے یہ عقیدہ رکھنے لگے کہ -بزعم خویش- اگر وہ معرفت باللہ کے ایک

---

(1) دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۲۷/ ۵۹)

(2) دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۲۷/ ۵۸-۵۹) مزید دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۱۱/ ۴۰۱) اور اس کے بعد

متعین مرحلہ کو پہنچ جائیں تو ان کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو ترک کرنا جائز ہے۔ بے شک ان کا یہ قول باطل اور بے بنیاد ہے، کیوں کہ انبیائے کرام تمام مخلوق سے زیادہ اللہ سے آشنا تھے، اس کے بعد صحابہ کرام، لیکن اس کے باوجود وہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ موت آگئی، ان میں سے کسی نے کبھی بھی فرائض کو ترک نہیں کیا، نہ محرمات کو جائز ٹھہرایا، بلکہ ان میں سے بعض کی موت رکوع کی حالت میں، یا سجدہ کرتے ہوئے، یا روزہ کی حالت میں، یا ذکر اور تلاوت قرآن کی حالت میں ہوئی، وہ اللہ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتے تھے، یہ اسی دعا کا نتیجہ ہے، ہم بھی اللہ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔

ان کے قول کے بطلان کی ایک دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان بھی ہے: ﴿وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ۝٩٩﴾ [الحجر: 99]

ترجمہ: اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ **آپ کو موت آجائے۔**

اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے، مفسرین نے اس کی یہی تفسیر بیان کی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے گئے تھے، اس کے باوجود آپ نے احکام الہی پر عمل کرنا نہیں چھوڑا، بلکہ آپ کثرت سے عبادت واطاعت میں منہمک رہتے، آپ تمام لوگوں سے زیادہ متقی اور عبادت گزار تھے، آپ نماز پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آپ کے پائے مبارک میں ورم آجاتا، آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بن جاؤں[1]۔

اللہ کے بندو! یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس ناقض میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو کہتے ہیں کہ: (شریعت عہد قدیم کے لیے ہی موزوں ہے، عہد حاضر کے لیے شریعت موزوں نہیں ہے، کیوں کہ

(1) دیکھیں: صحیح البخاری (۱۱۳۰) اور صحیح مسلم (۲۸۱۹) بہ روایت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ

ایسے معاملات اور نت نئے امور رونما ہو چکے ہیں جن پر شریعت بحث نہیں کرتی)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک شریعت میں کمی اور کوتاہی پائی جاتی ہے، جو کہ ایک بے بنیاد بات ہے، کیوں کہ اسلامی شریعت ہر زمان ومکان کے لیے مناسب اور موزوں ہے، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے، اس میں نہ کوئی کوتاہی ہے، نہ کمی اور نہ غلطی، اس لیے کہ وہ اس پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے جو حکیم ہے، اپنی مخلوق کے مفادات سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے۔ اللہ پاک وبرتر نے اسلامی شریعت کو کمال سے متصف کیا ہے، فرمایا: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ﴾ **[المائدة: 3]**

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے دین کو **کامل** کردیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

اسلام کے کمال کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ ہر زمان ومکان کے لیے مناسب اور موزوں ہے، جو شخص اسلام پر ناقص ہونے کی تہمت لگاتا ہے وہ دراصل اسلامی شریعت کو مشروع قرار دینے والے پاک پروردگار (اللہ) پر نقص کی تہمت لگاتا ہے، اللہ تعالی اس سے بری وبرتر ہے، اسی طرح جو شخص شریعت پر نقص کی تہمت لگاتا ہے وہ مذکورہ آیت کے معنی ومفہوم پر ایمان نہیں رکھتا، کیوں کہ آیت کہتی ہے کہ شریعت کامل ہے اور وہ کہتا ہے کہ شریعت ناقص ہے، اس لیے وہ کافر ہے، اللہ کی پناہ[1]۔

اللہ کے بندو! اسلامی شریعت کے التزام کے وجوب اور اس سے نکلنے کے جواز کے بطلان کو واضح کرنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے۔

(1) یہ شیخ صالح بن فوزان الفوزان کا قول ہے جو انہوں نے "شرح نواقض الإسلام" ص ۱۸۳ میں ذکر کیا ہے، ناشر: مکتبۃ الرشد - ریاض

دوسرا خطبہ:

بعض احکام پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا بھی اسلامی شریعت سے نکلنے میں داخل ہے

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ **قرآن کے بعض احکام پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا**، یا بعض رسولوں پر ایمان لانا اور بعض کا انکار کرنا، اسلامی شریعت سے نکلنے کے ہم معنی ہے۔ اگرچہ ایسا کرنے والا اس گمان میں رہے کہ وہ پوری شریعت سے خارج نہیں ہوا، کیوں کہ اللہ تعالی نے کتابیں نازل کی اور رسولوں کو مبعوث فرمایا تاکہ لوگ اپنے دلوں سے ان تمام پر ایمان لائیں، چنانچہ جس نے ان میں سے کسی بھی کتاب یا رسول کا انکار کیا اس نے کفر کیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡفُرُونَ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُواْ بَيۡنَ ٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦ وَيَقُولُونَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٖ وَنَكۡفُرُ بِبَعۡضٖ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُواْ بَيۡنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ١٥٠ أُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡكَٰفِرُونَ حَقّٗاۚ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابٗا مُّهِينٗا ١٥١﴾ **[النساء: 150-151]**

ترجمہ: جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ **بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں** اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں * یقین مانو کہ **یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں**، اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔

اللہ کے بندو! اس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں قرآن پر ایمان لاتا ہوں لیکن حدیث نبوی پر نہیں، یہ نواقض اسلام میں سے ہے، کیوں کہ دونوں وحی کا انکار کرے یا کسی ایک وحی کا، ہر دو صورت میں وہ کافر ہے، یا یہ کہے کہ وہ قرآن پر ایمان لاتا ہے لیکن اس میں جو صحابہ کرام کی عدالت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی پاکدامنی بیان کی گئی ہے اس پر ایمان نہیں رکھتا، یا سیکولزم کے علمبرداروں کی یہ ندا بلند کرے کہ دین کو زندگی کے تمام شعبوں سے جدا کرنا واجب ہے،

اور یہ کہے کہ لوگوں کے لیے سیاست اور معاملات کے باب میں دین سے نکلنے کی گنجائش ہے، صرف پنج وقتہ نمازیں ہی کافی ہیں، تو یہ بھی بعض احکام پر عمل کرنے اور بعض کا انکار کرنے کی شکل ہے، چنانچہ جو شخص اس میں واقع ہوا اس کا ایمان ختم ہو گیا اور وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو گیا، اللہ کی پناہ۔ اگرچہ نماز وروزہ کا پابند اور مسلمان ہونے کا دعویدار ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس کے عقیدہ کی حقیقت اسلامی شریعت سے تصادم اور رب العالمین سے عداوت پر مبنی ہے، اگرچہ وہ اپنی زبان سے اس کی وضاحت نہ کرتا ہو، اعتبار اس عقیدہ کا ہوتا ہے جو دل میں جاگزیں ہو۔

جہالت اور کبر وغرور دو ایسی بیماریاں ہیں جنہوں نے ان دو فرقوں کو اس عقیدہ میں مبتلا کر دیا کہ اسلامی شریعت سے نکلنا جائز ہے

اللہ کے بندو! ان صوفیاء اور سیکولزم کے علمبرداروں کو اس گمراہ کن عقیدہ میں جس چیز نے مبتلا کیا وہ یا تو جہالت و نادانی ہے یا کبر وغرور ہے، جہالت کا علاج علم و معرفت ہے اور کبر وغرور کا علاج عظمت الٰہی کو یاد کرنا اور یہ احساس پیدا کرنا ہے کہ انسان کو ہر حال میں اللہ کے روبرو ہونا ہے اور اسلامی شریعت سے روگردانی پر اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

موضوع: نواقض اسلام

دسواں ناقض: (دین اسلام سے اعراض برتنا، نہ اس کا علم حاصل کرنا اور نہ اس پر عمل کرنا)

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَه إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد و ثنا کے بعد!

اسلامی شریعت کی پیروی کرنا واجب ہے

اللہ کے بندو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور ہمہ وقت اس کا خوف اپنے دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرتے رہو اور اس کی نافرمانی سے گریزاں رہو، اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا حکم قرآن مجید میں ۳۳ مقامات پر دیا ہے(1)، مثلاً اللہ کا یہ فرمان: ﴿ وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟ ﴾ **[الحشر: 7]**

ترجمہ: اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ۔

نیز یہ فرمان: ﴿ قُلْ أَطِيعُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ ٱلْكَـٰفِرِينَ ﴿٣٢﴾ ﴾ **[آل عمران: 32]**

---

(1) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ نے تیس سے زائد مقام پر قرآن میں اپنے رسول کی اطاعت کا حکم دیا ہے، آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ ذکر کیا ہے، آپ کی خلاف ورزی کو اپنی معصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے، اسی طرح آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ذکر کیا ہے، چنانچہ جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ کا بھی ذکر آتا ہے۔ "مجموع الفتاوی" (۱۹/ ۱۰۳)، اسی طرح آجری نے "الشریعۃ" ص۴۹ میں یہ بات ذکر کی ہے۔

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالی کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اور یہ فرمان: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَلَا تَوَلَّوْاْ عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ۝٢٠﴾ [الأنفال: 20]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو اور اس (کا کہنا ماننے) سے روگردانی مت کرو سنتے جانتے ہوئے۔

مزید یہ فرمان باری تعالی: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْ﴾ [النساء: 59]

ترجمہ: اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالی کی اور فرمانبرداری کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اور تم میں سے اختیار والوں کی۔

اسی طرح کثرت سے احادیث نبویہ آئی ہیں جو آپ کی اتباع اور اطاعت کرنے، آپ کے نقش قدم کی پیروی کرنے اور آپ کے طریقہ پر چلنے اور آپ کے اوامر ونواہی کی تعظیم کرنے پر ابھارتی ہیں، مثال کے طور پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر جو انکار کرے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا: اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے یقیناً انکار کیا[1]۔

آپ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری

(1) صحیح بخاری (۷۲۸۰)

اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی[1]۔

نیز آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو رک جاؤ اور جب میں تمہیں کسی چیز کی بجا آوری (تعمیل) کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اسے بجالاؤ[2]۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم سب کے سب جنت میں ضرور داخل ہوگے سوائے اس کے جس نے انکار کیا اور اللہ کی اطاعت سے اسی طرح متنفر ہوا جس طرح اونٹ (اپنے مالک سے متنفر ہوکر) بدک جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جنت میں داخل ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے؟

آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا[3]۔

---

(1) صحیح بخاری (۷۱۳۷) صحیح مسلم (۱۸۳۵)

(2) صحیح بخاری (۷۲۸۸) صحیح مسلم (۱۳۳۷)

(3) اس حدیث کو ابن حبان (۱/۱۹۶-۱۹۷) نے حدیث نمبر (۱۷) کے تحت روایت کیا ہے، اس کے رواۃ مسلم کے رواۃ ہیں، اس حدیث کے کچھ شواہد بھی ہیں جو اسے تقویت پہنچاتے ہیں جیسے ابو ہریرہ کی مذکورہ حدیث اور ابو ہریرہ کی وہ حدیث جسے احمد (۲/۳۶۱) وغیرہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے جیسا کہ حافظ نے الفتح میں حدیث نمبر (۷۲۸۰) کی شرح میں ذکر کیا ہے، مذکورہ حدیث پر شیخ شعیب کی تعلیق سے اختصار کے ساتھ منقول

دین الہی سے اعراض برتنے کا معنی و مطلب اور یہ وضاحت کہ وہ نواقض اسلام میں سے ہے

اللہ کے بندو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ضد ہے: دین الہی سے اعراض برتنا، نہ اسے سیکھنا اور نہ اس پر عمل کرنا، اور دین کے ایسے اصول ومبادی کو سیکھنے اور ان پر عمل کرنے سے بندۂ مکلَّف کو روکنا جن کے بغیر اسلام درست نہیں ہوتا۔ اپنے کان اور دل کے ذریعہ دین اسلام سے اعراض برتنا، نہ اس کی تصدیق کرنا، نہ اسے جھٹلانا، نہ اس سے دوستی رکھنا اور نہ عداوت ظاہر کرنا، اور نہ اس کی تعلیمات پر کان دھرنا[1]۔ مثلا ایمان کے ارکان اور اس کے متعلقات کو سیکھنے، اور ان عبادات کا طریقہ جاننے (سے اعراض برتنا) جو اللہ پر ایمان لانے سے لازم آتے ہیں، جیسے نماز، زکاۃ، اور اللہ ورسول کی محبت وغیرہ، تو یہ نواقض اسلام میں سے ہے۔ اللہ تعالی ہمیں اس سے محفوظ رکھے، اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے:

﴿ وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعۡرَضَ عَنۡهَآۚ إِنَّا مِنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ [السجدة: 22]

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالی کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا، (یقین مانو) کہ ہم بھی گناہ گاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔

یعنی اس شخص سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو اللہ کی آیتوں سے منہ پھیر لے، اللہ نے اسے مجرم سے موسوم کیا ہے، چنانچہ جو شخص اپنے اعضاء وجوراح سے کوئی عمل نہیں کرتا، صرف زبان سے شہادتین کا اقرار کرنے پر اکتفا کرتا ہے، تو وہ کافر ہے، اسے اہل علم (جنس عمل کو ترک کرنے والے) سے موسوم کرتے ہیں، کچھ لوگ اسے دین سے بیزار کہتے ہیں، حقیقت یہی ہے کہ شریعت سے منہ پھیرنے والے کا دل فاسد ہوتا ہے، کیوں کہ اگر اس کے دل میں ایمان کی

(1) یہ ابن القیم کا قول ہے جو "مدارج السالکین" (۱/۳۳۸) میں مذکور ہے۔

صالحیت ہوتی تو اس کے اعضاء وجوارح عمل کے تابع ہوتے، اس لیے کہ دل بادشاہ ہے اور اعضاء وجوارح اس کے لشکر ہیں، جو اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے، لیکن جب دل ہی فاسد ہو جائے تو اعضاء وجوارح بھی ناکارہ ہو جاتے ہیں، ہم اللہ سے عافیت کی دعا کرتے ہیں (1)۔

دین الہی سے اعراض برتنے کی شدید ممانعت

اللہ کے بندو! بہت سی آیتوں میں دین الہی سے اعراض برتنے سے منع کیا گیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُۥ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَعْمَىٰ ﴿١٢٤﴾ ﴾ **[طه: 124]**

ترجمہ: اور جو میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور ہم اسے بروز قیامت اندھا کر کے اٹھائیں گے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَآ ۚ إِنَّا مِنَ ٱلْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ **[السجدة: 22]**

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اللہ تعالی کی آیتوں سے وعظ کیا گیا پھر بھی اس نے ان سے منہ پھیر لیا، (یقین مانو) کہ ہم بھی گناہ گاروں سے انتقام لینے والے ہیں۔

مزید اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ ۚ ﴾ **[الكهف: 57]**

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے وہ پھر بھی

---

(1) دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۷/ ۲۰۴ اور اس کے بعد) انہوں نے اس باب میں ائمہ سلف رحمہم اللہ کے اقوال نقل کیے ہیں۔

منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے۔
اللہ کے فرمان (اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے) کا مطلب ہے: کوئی شخص اس سے بڑا ظالم نہیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿١٣﴾﴾ **[فصلت: 13]**

ترجمہ: اب بھی یہ روگرداں ہوں تو کہہ دیجئے کہ میں تمہیں اس کڑک (عذاب آسمانی) سے ڈراتا ہوں جو مثل عادیوں اور ثمودیوں کی کڑک ہوگی۔

نیز فرمایا: ﴿وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾﴾ **[الجن: 17]**

ترجمہ: اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ پھیر لے گا تو اللہ تعالی اسے سخت عذاب میں مبتلا کر دے گا۔

یعنی: سخت دشوار، تکلیف دہ اور المناک عذاب سے دوچار کرے گا۔

اور اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾﴾ **[آل عمران: 32]**

ترجمہ: کہہ دیجیے کہ اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت کرو، اگر یہ منہ پھیر لیں تو بے شک اللہ تعالی کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

دین الہی سے اعراض کرنے والے کی عقل اور فکر پر شیطان حاوی ہوتا ہے

اللہ کے بندو! دین الہی سے اعراض کرنے کی وجہ سے شیطان ابن آدم کے دل اور فکر پر حاوی ہوجاتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ ﴿٣٦﴾ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٣٧﴾﴾ **[الزخرف: 36-37]**

ترجمہ: اور جو شخص رحمٰن کی یاد سے غفلت کرے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں وہی اس کا ساتھی رہتا ہے * اور وہ انہیں راہ سے روکتے ہیں اور یہ اسی خیال میں رہتے ہیں کہ یہ ہدایت یافتہ ہیں۔

اللہ کے دین سے منہ پھیرنا کافروں اور منافقوں کی صفت ہے

اللہ کے بندو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت سے منہ پھیرنا کافروں اور منافقوں کی صفت ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَٱلَّذِينَ كَفَرُواْ عَمَّآ أُنذِرُواْ مُعۡرِضُونَ ۝٣ ﴾ **[الأحقاف: 3]**

ترجمہ: اور کافر لوگ جس چیز سے ڈرائے جاتے ہیں منہ موڑ لیتے ہیں۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ دین الہی کی پیروی اور اتباع واجب ہے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا علم حاصل کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، مسلمان کو چاہئے کہ دین کے اصول ومبادی کا علم حاصل کرے اور ان پر عمل پیرا ہو، ان اصول میں اسلام کے ارکان خمسہ اور ایمان کے ارکان ستہ سر فہرست ہیں، دین کے منافی اعمال میں واقع ہونے سے ہوشیار رہے، جن میں اسلام کے دس نواقض سر فہرست ہیں، اس کے بعد ان کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کا مرتبہ آتا ہے جن سے ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے، ان گناہوں سے بھی

خبر دار رہے، کیوں کہ یہ گناہ اگر چہ دین سے خارج نہیں کرتے لیکن کمال دین کے منافی ضرور ہیں اور انسان کو اخروی سزا کا مستحق بنا دیتے ہیں۔

علم و عمل کا اجر و ثواب

اللہ تعالی نے اس شخص سے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ کیا ہے جو شریعت کی طرف متوجہ ہوتے، اسے سیکھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، علم کی فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں وارد ہوئی ہے: جو شخص اس راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگوں کا کوئی گروہ اکٹھا نہیں ہوتا، وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور اس کا درس و تدریس کرتے ہیں مگر ان پر سکینت (اطمینان و سکون قلب) کا نزول ہوتا ہے اور (اللہ کی) رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مقرّبین میں جو اس کے پاس ہوتے ہیں ان کا ذکر کرتا ہے[1]۔

رہی بات عمل کی فضیلت کی تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:.... میرا بندہ جن جن عبادتوں کے ذریعے سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھے اتنی پسند نہیں جس قدر وہ عبادت پسند ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے سے بھی مجھ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا

---

(1) اس حدیث کو مسلم (۲۶۹۹) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے دیتا ہوں۔ میں کسی چیز میں تردد نہیں کرتا جس کو میں کرنے والا ہوتا ہوں، جو تردد مجھے مومن کی جان نکالتے وقت ہوتا ہے، وہ موت کی بوجہ تکلیف پسند نہیں کرتا اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا اچھا نہیں لگتا ہے[1]۔

خطبہ کا خاتمہ

آپ یہ بھی جان رکھیں کہ اللہ پاک نے آپ کو ایک بڑے کام کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

اللهم صل وسلم على عبدك ورسولك محمد، وارض عن أصحابه الخلفاء، الأئمة الحنفاء، وارض عن التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين.

اے اللہ! ہمارے دلوں کو نفاق سے، ہمارے اعمال کو ریاو نمود سے اور ہماری نگاہوں کو خیانت سے پاک کر دے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کے طلب گار ہیں اور اس قول و عمل کے بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں جہنم سے اور اس قول و عمل سے جو جہنم سے قریب کر دے۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

اللهم صل على نبينا محمد وآله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

(1) صحیح بخاری (۶۵۰۲)

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات–۱

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے (میں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے، ان پر) پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی ہے، وہ یہ کہ لوگوں کو دین ودنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کرسکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کرسکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

دینی اعتبار سے یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ آسمانی شریعتیں اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہیں، اللہ تعالی نے ہر قوم میں ان کی زبان بولنے والا ایک رسول مبعوث فرمایا، تاکہ وہ انہیں ایسی شریعت پہنچائیں جو ان کے لئے موزوں اور مناسب ہو، اللہ نے انہیں بغیر کسی شریعت کے یوں ہی بے کار نہیں چھوڑا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿٧﴾ ﴾ [الرعد: 7]

ترجمہ: اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔

نیز فرمایا:﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ﴾ [المائدة: 48]

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کردی ہے۔

انسانوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ان نبیوں کی اطاعت کریں جنہیں اللہ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا، فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ [النساء: 64]

ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لیے بھیجا کہ اللہ تعالی کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔

اللہ تعالی نے جو احکام و قوانین نازل فرمائے، ان میں سب سے عظیم توریت، انجیل اور قرآن ہیں، چنانچہ بنی اسرائیل سے یہ عہد وپیمان لیا کہ وہ اپنی شریعتوں کی حفاظت کریں، لیکن وہ نہیں کرسکے، بلکہ ان میں تحریف کی اور انہیں ضائع کردیا، البتہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے اپنے اوپر لی، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩ ﴾ [الحجر: 9]

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

بندوں پر یہ اللہ کی رحمت ہی ہے کہ اس نے ان کے لیے ایک ایسی شریعت محفوظ رکھی جس کی روشنی میں وہ قیامت تک اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے۔

تمام شریعتیں ایک اللہ کی عبادت کرنے اور شرک سے باز رہنے کی دعوت دیتی ہیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِيٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ۝٢٥ ﴾ [الأنبياء: 25]

ترجمہ: تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

نیز اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ **[النحل: 36]**

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!)-+ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

شریعتیں فرعی مسائل میں باہم مختلف ہیں، تاہم اصول و مبادی میں باہم متفق ہیں، اور وہ اصول یہ ہیں: اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا۔

اللہ کی شریعتیں جن امور میں باہم متفق ہیں، ان میں یہ بھی ہے: دین، عزت وناموس، جان ومال اور عقل کی حفاظت۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

***

اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات

اللہ تعالی نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ، قرآن مجید کے ذریعہ کتابوں کا سلسلہ اور اسلامی شریعت کے ذریعہ شریعتوں کا سلسلہ ختم کیا، اللہ تعالی نے اسلامی

شریعت کو بہت سی امتیازی خصوصیات سے متصف فرمایا، ذیل میں اللہ کی توفیق سے ان خصوصیات پر روشنی ڈالی جارہی ہے:

۱- پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اسلام ایک الہی اور ربانی شریعت ہے، جبکہ اس کے سوا جتنی بھی شریعتیں اور نظامہائے زندگی آج رائج ہیں، وہ ان اصل اور غیر محرف شریعتوں کی تحریف شدہ شکلیں ہیں، جو توحید کی دعوت دیتی ہیں، چنانچہ نصاری کے دین میں تحریف در آئی جس کی وجہ سے وہ مسیح کو اپنا معبود سمجھنے لگے اور صلیب کی پرستش کرنے لگے، یہودی بعض نبوتوں کا انکار کرنے لگے اور عزیز کی عبادت کرنے لگے، یہ تمام شریعتیں انسان کی وضع کردہ ہیں جن کے اندر بت پرستی پائی جاتی ہے۔

رہی بات ہندو مت اور بودھ مت کی تو ان کے پیروکار پتھروں کی پرستش کرتے ہیں، رافضی قبروں کو پوجتے ہیں، ان کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں، گرچہ وہ خود کو مسلمان کہتے پھرتے ہیں، البتہ اعتبار، حقائق کا ہوتا ہے، ناموں کا نہیں۔

۲-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ غلطی سے پاک ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ لَّا يَأْتِيهِ ٱلْبَٰطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِۦ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ ﴾ **[فصلت: 42]**

ترجمہ: جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے، یہ ہے نازل کردہ حکمتوں والے خوبیوں والے (اللہ) کی طرف سے۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ ﴾ **[الأنعام: 115]**

ترجمہ: آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے۔

چنانچہ قرآن اپنی خبروں میں سچا اور اپنے احکامات میں منصف ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: (... سب سے بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے)[1]۔

۳- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ تحریف اور تبدیلی سے محفوظ ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دین میں بدعتیں ایجاد کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا: (نئی نئی بدعات واختراعات سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا، بلاشبہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے)[2]۔ ائمہ اسلام نے ہر دور میں کتب احادیث کو ضعیف اور موضوع روایتوں سے پاک کرنے کے لئے بیش بہا خدمات انجام دئے ہیں۔

۴- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ضائع ہونے سے محفوظ ہے، قرآن کی حفاظت کے تعلق سے اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا ٱلذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ۝٩ ﴾ [الحجر: 9]

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

کافروں کی سازشوں، بے پناہ جنگوں اور بے انتہا دسیسہ کاریوں کے باوجود حدیث نبوی کے ذخیرے اب تک محفوظ ہیں، جو نسل در نسل اور صدی در صدی منتقل ہوتے آرہے ہیں۔

شریعت کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کا ایک وسیلہ یہ ہے کہ اللہ نے اس مشن کی تکمیل کے لئے اپنی مخلوق میں سے ایسے لوگوں کو استعمال کیا جو اسے ضائع ہونے سے محفوظ رکھ سکیں، ان

---

(1) اسے مسلم (۸٦۷) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے مسلم (۸٦۷) نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سے مراد وہ علمائے کرام ہیں جو انبیاء کے وارثین ہیں، اسی طرح ایسے نیک وصالح حاکم وبادشاہ اور اصحاب جاہ ومال بھی جنہوں نے اپنی قوت وشوکت اور مال ودولت کو اسلام کی نصرت وحمایت کے لیے مسخر کردیا، بایں طور کہ علم کی نشر واشاعت کی اور اس راہ میں (بے دریغ) خرچ کیا، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، جو شخص ان کی حمایت سے دست کش ہوگا، یا ان کی مخالفت کرے گا وہ اللہ کے حکم آنے تک ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور ہمیشہ لوگوں پر غالب (یا ان کے سامنے نمایاں) رہے گا)[1]۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہوجائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۵-اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک

(1) اسے بخاری (۳٦۴۱) اور مسلم (۱۰۳۷) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تعلیمات روز روشن کی طرح واضح، غموض وباریکی، اسرار ورموز اور بھول بھلیوں سے پاک ہیں، جبکہ انسانی تعلیمات میں لازمی طور پر یہ کمی موجود ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شرعی تعلیمات کو چھوٹا بڑا، طالب علم اور دیہاتی بھی سمجھ سکتا ہے۔

اسلامی شریعت کی یہ پانچ امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن وتشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَـٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت اور ہر اس عمل کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کر دے۔ اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين. اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-۲

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی، وہ یہ کہ لوگوں کو دین و دنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کر سکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کر سکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق و مہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبہ میں ہم نے اسلامی شریعت کے پانچ خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۶- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ خرافات اور بے بنیاد باتوں کی نفی کرتی اور ان کا بطلان واضح کرتی ہے، انہی خرافات میں سے جادو بھی ہے، جس کے ذریعہ جادوگر اپنی مراد کی تکمیل کے لیے شیطانوں کی مدد لیتا ہے، اور شیطان اس وقت اس کی مدد نہیں کرتا جب تک کہ وہ اس کی عبادت نہ کرے۔

جن خرافات سے اسلام نے منع کیا ہے، ان میں کہانت بھی ہے، اس سے مراد علم غیب کا دعوی کرنا اور (مخاطب کے) دل کی بات بتانا ہے، یہ دونوں—جادو اور کہانت- سخت حرام ہیں، بلکہ ان کا ارتکاب کرنا نواقض اسلام میں سے ہے، کیوں کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے، اس لیے کہ وہ اللہ کے خصائص میں سے ہے، اللہ پاک وبرتر کا فرمان ہے: ﴿قُل لَّا يَعۡلَمُ مَن فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِ ٱلۡغَيۡبَ إِلَّا ٱللَّهُۚ﴾ **[النمل: 65]**

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ آسمانوں والوں میں سے زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا۔

چنانچہ جس نے اپنے لیے علم غیب کا دعوی کیا، اس نے علم غیب کی صفت میں اللہ کے ساتھ شرکت کا دعوی کیا اور قرآن کی تکذیب کی۔

۷-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ کامل ہے اور زندگی کے تمام معاملات کو شامل ہے، خواہ عقیدہ کا معاملہ ہو یا عبادات کا، معاملات ہوں یا سیاست، قضاء اور فیصلہ ہو یا اخلاق وسلوک (سب کو محیط ہے)۔

چنانچہ عقائد کے باب میں عقائد کے اصول ومبادی پر روشنی ڈالتی ہے، جو کہ یہ ہیں: اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان لانا۔
نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے تقاضوں کو بھی بیان کرتی ہے، ان میں اہم ترین تقاضہ آپ کی تصدیق اور اتباع کرنا ہے۔
عبادات کے باب میں اسلامی تعلیمات ، دل اور اعضاء وجوراح کی عبادتوں کی باریک ترین تفصیلات کو محیط ہیں۔

دل کی عبادتوں سے مراد: صبر شکیبائی، خوف وخشیت، امید ورجا، توکل، توبہ وانابت اور محبت وغیرہ ہیں۔

جبکہ اعضاء وجوارح کی عبادتوں میں: طہارت وپاکیزگی، نماز، زکاۃ، روزہ، حج، ذکر واذکار، جہاد اور دعوت شامل ہیں۔

معاملات کے باب میں اسلامی تعلیمات، معاملات کی دقیق ترین تفصیلات کو شامل ہیں، مثلا: خرید وفروخت کرنا، اجرت پر (کوئی سامان) دینا، کسی کو اپنا وکیل اور نائب مقرر کرنا، قرض کی توثیق کرنا، نکاح وطلاق اور زراعت وغیرہ کے احکام۔

سیاست کے باب میں اسلامی تعلیمات، حاکم ومحکوم کے آپسی تعلقات کی تفصیلات کو محیط ہیں، جیسے بیعت، سمع وطاعت، نصیحت، دعا، اتحاد اور آپسی اخوت وہمدردی، اسی طرح صلح وجنگ کی حالت میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلق کی تفصیلات بھی اسلام میں موجود ہیں، اسلام، حاکم کو عدل وانصاف پر قائم رہنے، کلمہ الہی کی رفعت کے لیے جہاد کرنے، اسلامی ممالک کا دفاع کرنے اور پانچ بنیادی ضروریات کی حفاظت کرنے کا حکم دیتا ہے، ان سے مراد: دین، عقل، جان ومال اور عزت وناموس ہیں۔

قضاء اور فیصلہ کے باب میں اسلامی تعلیمات، سزا کے احکام، حدود وقصاص، دیت اور تعزیرات کو شامل ہیں، تاکہ حقوق کی حفاظت ہو سکے، امن وامان بحال رہے اور فساد انگیزوں کو فساد انگیزی سے روکا جاسکے۔

اخلاق وسلوک کے باب میں اسلامی تعلیمات، خاندانی، ازدواجی، سماجی اور تربیتی تعلقات کی باریک ترین تفصیلات پر روشنی ڈالتی ہیں، اور حسن اخلاق سے مزین ہونے کی ترغیب دیتی ہیں، جن میں والدین کی فرمانبرداری، صلہ رحمی، زبان کی پاکیزگی، نگاہ کی پستی، شرمگاہوں کی حفاظت، حجاب کی پاسداری اور حیا کا التزام سرفہرست ہیں، نیز اسلامی شریعت، سطحی اخلاق اور

مذموم اوصاف سے منع کرتی ہے، اخوت واتحاد پر ابھارتی، اختلاف اور گروہ بندی سے روکتی ہے اور لوگوں کو ایک امت بن کر رہنے کی تلقین کرتی ہے۔

اسی شمولیت کی وجہ سے دین اسلام پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے، اللہ تعالی نے سچ فرمایا: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ﴾ **[المائدة: 3]**

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: (ہر وہ چیز جو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے، اسے تمہارے سامنے واضح کر دیا گیا)(1)۔

ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ بھی اپنے پر مارتا ہے تو ہمارے پاس اس کا علم ہوتا ہے(2)۔

۸- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، اور ساتھ ہی وہ روح اور جسم کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتی ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ فَأَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفٗاۚ فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيۡهَاۚ لَا تَبۡدِيلَ لِخَلۡقِ ٱللَّهِۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُ وَلَٰكِنَّ أَكۡثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعۡلَمُونَ ٣٠﴾ **[الروم: 30]**

ترجمہ: یکسو ہو کر اپنا منہ دین کی طرف متوجہ کر دیں، اللہ تعالی کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالی کے بنائے کو بدلنا نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

---

(1) اسے طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۶۴۷) میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، البانی نے "السلسلة الصحيحة" (۱۸۰۳) میں کہا: اس کی سند صحیح اور اس کے تمام رجال ثقات ہیں۔

(2) اسے ابن حبان نے اپنی "صحیح" (۱/ ۲۶۷) میں اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" (۱۶۴۷) میں روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحة" (۱۱۸) میں اور شعیب الأرناؤوط نے اسے صحیح کہا ہے، رحمہا اللہ۔

۹-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عقل صحیح سے ہم آہنگ ہے، یہ کوئی تعجب کی بات بھی نہیں، (کیوں کہ اسلام کی بنیاد صحیح و نفع بخش عقائد، روح اور عقل کو جلا دینے والے اخلاق کریمہ، حالات کو سدھارنے والے اعمال، اصول و فروع میں دلائل کی پاسداری کرنے، بت پرستیوں سے باز رہنے، مخلوق خواہ حضرات ہوں یا خواتین، ان سے بے تعلق رہنے، دین کو اللہ رب العالمین کے لیے خالص کرنے اور ان خرافات و بے بنیاد باتوں سے دامن کش رہنے پر ہے جو حس اور عقل کی منافی اور فکر کو حیران کرنے والی ہیں، دین اسلام کی بنیاد مطلق صالحیت، ہر قسم کی برائی اور شر کو دور کرنے، عدل وانصاف کو قائم کرنے، اور ہر ممکن طریقے سے ظلم کو دور کرنے اور کمال کی مختلف قسموں تک پہنچنے کی رغبت دلانے پر ہے)(1)۔

(اللہ اور اس کے رسول کی باتوں میں کوئی ایسی چیز نہیں جو حس، حقیقت حال اور عقل سلیم کی منافی ہو، اور نہ ہی اللہ ورسول کے احکام و فرامین میں کوئی ایسی چیز ہے جو حکمت اور بندوں کی مصلحت و مفاد کی منافی ہو، بلکہ یہی احکام و فرامین اپنے پیروکاروں کو کمال کے بلند ترین درجات تک پہنچاتے ہیں اور نقص اور نقصان کا سامنا اس صورت میں کرنا پڑتا ہے کہ جب ان کی یا ان میں سے بعض کی بجاآوری میں کمی کوتاہی کی جاتی ہے)(2)۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف و مقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

---

(1) یہ ابن سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے جو انہوں نے (الدرۃ المختصرۃ فی محاسن الدین الإسلامی) ص ۴۴-۴۵ میں ذکر کیا ہے، معمولی تصرف کے ساتھ، ناشر: دار العاصمۃ-ریاض

(2) یہ ابن سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے جو انہوں نے (الدلائل القرآنیۃ فی أن العلوم والأعمال النافعۃ العصریۃ داخلۃ فی الدین الإسلامی) میں ذکر کیا ہے، معمولی تصرف کے ساتھ۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۱۰- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ کائنات میں عقل وفکر استعمال کرنے پر آمادہ کرتی، ایجادات وانکشافات پر ابھارتی اور آفاق وانفس میں موجود نشانیوں پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ﴾ [فصلت: 53]

ترجمہ: عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی، یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے۔

نیز فرمایا: ﴿وَفِىٓ أَنفُسِكُمْ ۚ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝٢١﴾ [الذاريات: 21]

ترجمہ: اور خود تمہاری ذاتوں میں بھی، تو کیا تم دیکھتے نہیں۔

معلوم ہوا کہ اسلامی شریعت عقل سے ہم آہنگ ہے، متصادم نہیں، وہ ایسے حقائق پیش کرتی ہے جن کے سامنے عقل حیران ضرور ہوتی ہے، لیکن انہیں ناممکن نہیں سمجھتی، رابطہ عالم اسلامی کے ماتحت چلنے والا ادارہ ھیئۃ الإعجاز العلمی نے قرآن وسنت سے ماخوذ اعجاز کے بہت سے دلائل جمع کر دئے، خواہ یہ علم جنین سے متعلق اعجاز ہو یا علم فلکیات سے، یا علم طب سے متعلق ہو یا علم بحریات وغیرہ سے۔ اعجاز کے ان دلائل کے سامنے غیر مسلم ماہرین طبیعت حیران وششدر رہ گئے، کیوں کہ آج سے چودہ سو سال قبل قرآن وسنت میں ان اکتشافات کا ذکر ناممکن ہے، الا یہ کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ وحی ہو، اس لئے کہ اس زمانے میں ان انکشافات کے وسائل ناپید تھے۔ یہ ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے بہت سے ماہرین طبیعت اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن و تشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-۳

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی، وہ یہ کہ لوگوں کو دین و دنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کر سکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کر سکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبہ میں ہم نے اسلامی شریعت کے بعض خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۱۱- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انصاف پسند غیر مسلم جب اس سے واقف ہوتا ہے تو حیران وششدر رہ جاتا ہے اور اسے یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ ہے اور یہ کہ تمام انسان مل کر بھی اس جیسی خوبصورت اور محکم شریعت نہیں پیش کر سکتے، یہ غیر مسلم کی جانب سے حق کی شہادت وگواہی ہے، اللہ تعالی نے قرآن کے بارے میں سچ فرمایا: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ ٱخْتِلَٰفًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾ ﴾ [النساء: 82]

ترجمہ: اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

۱۲- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو شخص اس سے واقف ہوتا اور اسے یہ یقین ہو جاتا کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے اور یہ ناممکن ہے کہ وہ انسان کی جانب سے ہو، تو اس کی وجہ سے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے، ایسے لوگوں کی تعداد بے شمار ہے، خواہ کافر ممالک کے باشندے ہوں یا اسلامی ممالک میں رہنے والے غیر مسلم، خواہ تعلیم یافتہ لوگ ہوں یا ناخواندہ طبقہ۔

۱۳- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ افراط و تفریط کے درمیان ایک معتدل مذہب ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ [البقرة: 143]

ترجمہ: ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں۔

چنانچہ اسلام کی تعلیمات عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق و سلوک کے باب میں معتدل اور متوسط ہیں۔

۱۴- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ روح اور جسم کی ضروریات کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ روحانی اور دنیاوی زندگی کے درمیان کوئی تصادم نہیں پایا جاتا، کیوں کہ شریعت مختلف قسم کی قلبی، جسمانی اور روحانی عبادتوں کے ذریعہ روح کو پاک وصاف کرنے کی دعوت دیتی ہے، جیسے توکل، خوف، امید ورجا، نماز، روزہ، حج، ذکر الہی، خیر کے کاموں میں مال خرچ کرنا اور ان جیسی دیگر عبادتیں جو ایمان کی شاخوں میں داخل ہیں اور جن کی تعداد ستر سے زائد ہے۔ برخلاف انسانی طرز ہائے زندگی کے، جیسے مادہ پرست سیکولزم جو روحانی ضرورت کو یکسر فراموش کرتی اور انسان کو محض مادہ پرست مخلوق بن کر رہنے کی دعوت دیتی ہے، جو صرف اپنی مادی ضرورت کے بارے میں ہی سوچے، خواہ اس کی

خاطر اسے اپنے والدین اور خاندان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے، یہی وجہ ہے کہ سیکولزم کے ماننے والوں کے درمیان خاندانی نظام درہم برہم ہو گیا اور مرد و عورت کا باہمی رشتہ صرف دوستی تک محدود ہو کر رہ گیا۔

مادہ پرست سیکولزم کے برخلاف رہبانیت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جسمانی ضرورت سے پہلو تہی کرتی ہے، بنابریں وہ اپنے ماننے والوں کو شادی بیاہ سے دور رہنے کی دعوت دیتی ہے، اور اللہ کی حلال کردہ بعض پاک چیزوں کو بھی حرام ٹھہراتی ہے، جیسا کہ کنیسوں کے راہبوں کے یہاں اس پر عمل ہے۔

جہاں تک اسلام کی بات ہے تو وہ انسان کی روحانی اور جسمانی ضرورتوں کا اعتراف کرتا اور ان کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی دعوت دیتا ہے، چنانچہ وہ مادہ پرستی میں منہمک ہونے، رہبانیت اور تشدد اختیار کرنے سے منع کرتا ہے اور روئے زمیں پر تگ و دو کرنے اور اس کی آبادکاری میں حصہ لینے کا حکم دیتا ہے، اسی طرح بندہ اور اس کے رب کے درمیان تعلقات کو بہتر سے بہتر بنانے کا بھی حکم دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اپنے آپ کو عبادت میں منہمک رکھنا چاہتے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا: (تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے)(1)۔ جب بعض صحابہ نے کہا: وہ گوشت نہیں کھاتے، بعض نے کہا: میں عورتوں سے شادی نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ چوتھے نے کہا: میں راتوں کو قیام کروں گا اور آرام نہیں کروگا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے فرمایا: (میں گوشت بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، روزے رکھتا ہوں اور

---

(1) اسے احمد (۲۶۸/۶) وغیرہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اور "المسند" (۲۶۳۰۸) کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی اصل صحیحین میں ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ سے مروی ہے۔

افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور آرام بھی کرتا ہوں، جس نے میری سنت سے رغبت ہٹالی وہ مجھ میں سے نہیں)[1]۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقینا وہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۱۵- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت اس کی تعلیمات کی عمدگی اور حسن ہے، چنانچہ وہ ہر اس عمل کی دعوت دیتی ہے جس کا حسن وجمال عقل صحیح اور فطرت سلیمہ سے معلوم ہوتا ہے اور ہر اس کام سے منع کرتی ہے جس کی قباحت عقل صحیح اور فطرت سلیمہ سے معلوم ہوتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ ٱللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝٥٠ ﴾ **[المائدة: 50]**

ترجمہ: یقین رکھنے والے لوگوں کے لیے اللہ تعالی سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔

---

(1) اسے بخاری (۵۰۶۳) اور اسی طرح مسلم (۱۴۰۱) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأۡمُرُ بِٱلۡعَدۡلِ وَٱلۡإِحۡسَٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَيَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِ وَٱلۡبَغۡيِۚ يَعِظُكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ ﴿٩٠﴾ ﴾ **[النحل: 90]**

ترجمہ: اللہ تعالی عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحتیں کر رہا ہے کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شریعت کی تعلیمات، اچھے اعمال، حسن اخلاق اور بندوں کی مصلحتوں (کا خیال رکھنے) کا حکم دیتی ہیں، عدل وانصاف، احسان، رحم دلی اور خیر وبھلائی پر ابھارتی ہیں، ظلم وتعدی اور بد اخلاقی سے منع کرتی ہیں، چنانچہ کمال کی ہر وہ خوبی جسے انبیاء ورسل نے درست قرار دیا، اسے اسلامی شریعت نے بھی درست قرار دیا اور ہر وہ دینی ودنیوی مصلحت جس کی سابقہ شریعتوں نے دعوت دی، اسلامی شریعت نے بھی اس پر آمادہ کیا، اور ہر برائی اور فساد انگیزی سے روکا اور اس سے دور رہنے کی تلقین کی (1)۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن وتشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

---

(1) معمولی تصرف کے ساتھ (الدرة المختصرة في محاسن الدين الإسلامي) سے ماخوذ، ص۱۵، ناشر: دار العاصمة-ریاض

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-۴

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

مومنو! گزشتہ خطبات میں ہم نے اسلامی شریعت کے پندرہ خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۱۶- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر پاکیزہ چیز کو حلال اور ہر گندی اور خبیث چیز کو حرام قرار دیتی ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ﴾ **[الأعراف: 157]**

ترجمہ: پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔

۱۷- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ معنوی طہارت وپاکیزگی کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ اس کی تعلیمات سے نفوس کا تزکیہ ہوتا اور دلوں کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿هُوَ ٱلَّذِي بَعَثَ فِي ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ﴾ **[الجمعة: 2]**

ترجمہ: وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔

مثال کے طور پر نماز ہی کو لیجئے، اس سے نفس کو پاکیزگی وراحت ملتی ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے بلال! نماز کی اقامت کہو، ہمیں اس سے راحت پہنچاؤ)(1)۔ یعنی نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ، آپ ان کو اذان اور اقامت کا حکم دیتے تاکہ آپ کو سکون وراحت ملے۔
زکاۃ کے ذریعہ مال پاک ہوتا، نفس کو بخالت سے پاکیزگی ملتی ہے، اس کے ذریعہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا جاتا ہے، اور شکر، دل کی طہارت کا ذریعہ ہے، زکاۃ سے فقیر ومسکین کی ضرورت پوری ہوتی ہے، فقیروں اور مالداروں کے درمیان حسد کا خاتمہ ہوتا ہے، اس طرح پورا معاشرہ پاک وصاف ہوجاتا ہے۔
روزہ سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تمام اعمال خالص اللہ کے لیے انجام دیے جائیں، چنانچہ دل ریا ونمود سے پاک ہوجاتا ہے، بکثرت کھانے پینے سے نفس کے اندر جو تکبر اور غرور پیدا ہوجاتا ہے، روزہ کے ذریعہ اس سے بھی وہ پاک ہوجاتا ہے۔
حج میں تمام حجاج احرام کا لباس زیب تن کرتے ہیں، جس کے ذریعہ ان کے نفوس احساسِ تعیش سے پاک ہوتے ہیں، مشاعر مقدسہ میں ایک جیسے کھڑے ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے متعارف ہوتے اور آپسی اخوت ومحبت پیدا ہوتی ہے، ایک جیسی اطاعتوں کے ذریعہ اللہ کی عبادت کرتے ہیں، چنانچہ ان کے نفوس کا تزکیہ ہوتا ہے۔
اللہ کا ذکر تو نفوس کے تزکیہ کا سب سے بڑا میدان ہے، چنانچہ قرآن کی تلاوت، صبح وشام کی دعاؤں کا ورد اور نماز کے بعد کے اذکار کی پابندی، نفوس کی تزکیہ اور پاکیزگی کے عظیم ترین اسباب ہیں۔
اسلام کا اخلاقی نظام نفوس کے تزکیہ کا سب سے عظیم ذریعہ ہے، جیسے والدین کی فرمانبرداری،

(1) اسے ابوداود (۴۹۸۵) اور احمد (۵/۳۶۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح کہا ہے۔

صلہ رحمی، اہل خانہ اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور ضعیف ونادار لوگوں کی مدد۔

اسلامی تعلیمات میں نفوس کے تزکیہ وطہارت کی جو خاصیتیں پائی جاتی ہیں، ان کی یہ چند مثالیں تھیں جو آپ کے سامنے پیش کی گئیں۔

۱۸-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ جسمانی طہارت کی بھی دعوت دیتی ہے، چنانچہ جمعہ کے دن اور جنابت کے بعد غسل کرنے، وضو کے لئے طہارت حاصل کرنے، (پیشاب وپاخانہ سے فارغ ہوکر) پانی اور پتھر سے پاکی حاصل کرنے، اور فطری سنتوں پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہے، جیسے مونچھ کترنا، داڑھی چھوڑنا، ناخن تراشنا، بغل کے بال اکھیڑنا اور زیر ناف کے بال صاف کرنا(1)۔

۱۹-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ آسانی پیدا کرتی اور مشقت کو دور کرتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ يُرِيدُ ٱللَّهُ بِكُمُ ٱلْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ ٱلْعُسْرَ ﴾ **[البقرة: 185]**

ترجمہ: اللہ تعالی کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔

نیز اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ مَا ٱسْتَطَعْتُمْ ﴾ **[التغابن: 16]**

ترجمہ: جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

نیز فرمایا:﴿ لَا يُكَلِّفُ ٱللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ﴾ **[البقرة: 286]**

ترجمہ: اللہ تعالی کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:(...جب میں تمہیں کسی چیز کی بجاآوری کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اسے بجالاؤ)(2)۔

---

(1) دیکھیں: بخاری(۵۸۸۹)اور مسلم(۲۵۷)نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث روایت کی ہے۔

(2) اسے بخاری(۷۲۸۸)اور مسلم(۱۳۳۷)نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

۲۰-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک سچا اور آسان دین ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: (اللہ کو سب سے زیادہ وہ دین پسند ہے جو سیدھا اور سچا ہو)(1)۔ خرید وفروخت میں اسلام نے سچائی اور راست بازی کا حکم دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: (اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو بیچتے وقت اور خریدتے وقت اور تقاضا کرتے وقت فیاضی اور نرمی سے کام لیتا ہے)(2)۔ یعنی وہ اپنے قرضوں کا تقاضا کرتے وقت فقیر ومحتاج پر سختی نہیں کرتا، بلکہ نرمی اور لطافت کے ساتھ مطالبہ کرتا ہے، اور تنگ دست کو مہلت دیتا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٨٠﴾﴾ **[البقرة: 280]**

ترجمہ: اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہئے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے، اگر تم میں علم ہو۔

اسلام کی نرمی ہی ہے کہ اس نے برائی کا بدلہ اچھائی سے دینے کی ترغیب دی، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۚ﴾ **[المؤمنون: 96]**

ترجمہ: برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو۔

اسی طرح اسلام نے غصہ پی جانے اور ظالم کو درگزرنے کا بھی حکم دیا ہے: ﴿وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ﴾ **[آل عمران: 134]**

ترجمہ: غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں۔

---

(1) اسے بخاری نے کتاب الإیمان، باب: الدین یسر میں تعلیقا روایت کیا ہے، احمد نے اپنی مسند (۵/۲۶۶) میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: (میں سیدھے اور سچے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں)۔

(2) اسے بخاری (۲۰۷۶) نے جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اسلام کی نرمی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے مومنوں کے ساتھ عاجزی اور فروتنی اختیار کرنے پر ابھارا، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَٱخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ ٱتَّبَعَكَ مِنَ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ ﴾ [الشعراء: 215]

ترجمہ: اس کے ساتھ فروتنی سے پیش آ، جو بھی ایمان لانے والا ہو کر تیری تابعداری کرے۔

اللہ تعالی نے مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ أَذِلَّةٍ عَلَى ٱلۡمُؤۡمِنِينَ ﴾ [المائدة: 54]

ترجمہ: وہ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۲۱- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ احسان پر ابھارتی ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اسلام کے ہر ایک حکم میں احسان کو واجب قرار دیا ہے، یہاں تک ذبح میں بھی، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرتے ہوئے احسان کو ملحوظ خاطر رکھنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں

احسان (اچھا سلوک کرنا) فرض کیا ہے، لہٰذا جب تم قتل کرو تو اچھی طرح کرو[1] اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور جب تم ذبح کرو تو اپنی چھری کو تیز کر لیا کرو اور ذبیحہ کو (ذبح کرتے وقت) آرام پہنچاؤ[2]۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر حال میں احسان واجب ہے، یہاں تک کہ خون بہاتے ہوئے بھی خواہ حیوان ناطق (انسان) کا خون ہو یا چوپائے کا، چنانچہ انسان کو چاہئے کہ (قصاص وتعزیر کے طور) پر جب انسان کو قتل کرے تو اچھی طرح کرے اور جانور کا خون بہائے تو اچھی طرح بہائے[3]۔

شریعت اسلامیہ میں احسان کی مثال یہ بھی ہے کہ اس نے جانوروں کے ساتھ نرمی کرنے پر ابھارا ہے، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ ایک عورت قیامت کے دن جہنم میں صرف اس لئے جائے گی کہ اس نے ایک بلی کو باندھ کر رکھا، نہ تو اسے کھانا کھلایا اور نہ ہی اسے آزاد چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑوں سے اپنا پیٹ بھر سکے[4]۔

مخلوق کے تئیں احسان کا سب سے بلند درجہ یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، شریعت نے قرآن کریم میں چھ مقامات پر اس کا حکم دیا ہے اور اس کے بر خلاف (والدین کی نافرمانی سے) منع کیا ہے، مثال کے طور پر اللہ تعالی کا یہ فرمان ملاحظہ کریں: ﴿ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا

---

(1) یعنی شرعی طور پر جو قتل کا مستحق ہو، اسے قتل کرو، جیسے قاتل اور باغی وغیرہ، اور یہ کام حاکم وقت (ولی امر) کی جانب سے انجام دیا جائے۔

(2) اسے مسلم (۱۹۵۵) نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(3) الفتاوی الکبری: (۵/ ۵۴۹)

(4) اسے بخاری (۷۴۵) اور مسلم (۲۲۴۲) نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّآ إِيَّاهُ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًاۚ ﴾ [الإسراء: 23].

ترجمہ: اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا۔

اللہ نے عام لوگوں کے ساتھ بھی گفتگو میں نرم لہجہ اختیار کرنے کا حکم دیا، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ وَقُولُواْ لِلنَّاسِ حُسۡنٗا وَأَقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ ﴾ [البقرة: 83]

ترجمہ: لوگوں کو اچھی باتیں کہنا، نمازیں قائم رکھنا۔

بلکہ اسلام نے اس قیدی کے ساتھ بھی حسن سلوک کا حکم دیا ہے جو مسلمانوں سے بر سر جنگ تھا لیکن ان کے ہاتھوں قید ہو گیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَيُطۡعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا ۝٨ ﴾ [الإنسان: 8]

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم اور قیدیوں کو۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن و تشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-۵

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی، وہ یہ کہ لوگوں کو دین ودنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کرسکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کرسکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبات میں ہم نے اسلامی شریعت کے اکیس خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۲۲-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مختلف قسم کے آداب، اخلاق اور فضیلتوں کی دعوت دیتی ہے، چنانچہ اس نے کھانے پینے، لباس وپوشاک، شادی بیاہ، سفر وحضر، محسنوں اور بدسلوکی کرنے والوں کے ساتھ، رشتہ داروں، اجنبیوں، پڑوسی اور دور کے شناساؤں، حاکم ورعایا، عاملوں، اصحاب جاہ ومنصب، بیوی اور اولاد، زندوں اور مردوں کے تئیں برتاؤ کے آداب سکھائے، (مردوں کے آداب سے مراد) غسل دینا، عطر لگانا، کفن پہنانا، دفن کرنا اور دعا

دینا ہے۔ اسی طرح دشمن اور دوست اور جنگ و صلح کی حالت میں دشمنی رکھنے والوں کے ساتھ برتاؤ کرنے کے بھی آداب بتلائے، خلاصہ یہ کہ سلوک وبرتاؤ سے متعلق جو بھی آداب ہو سکتے ہیں، اسلام نے ان پر ہمیں آمادہ کیا، نیز ان پر اجر وثواب بھی مرتب فرمائے، اور ہر قسم کی بد خلقی سے منع فرمایا۔

۲۳-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عالمی مذہب ہے، جو تمام لوگوں کے لئے مناسب اور ہر قسم کے انسانوں کے لئے موزوں ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ﴾ **[الأعراف: 158]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالی کا بھیجا ہوا ہوں۔

نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (... نبی خاص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے)(1)۔

۲۴-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر زمان ومکان کے لئے موزوں ہے، چنانچہ اس کی ایک بھی تعلیم انسان کی تہذیبی ترقی سے متصادم نہیں ہے، آٹھ صدیوں تک پوری دنیا پر اسلامی تہذیب کا تسلط تھا، جبکہ بعد کی تہذیبوں کی ابھی بنیاد بھی نہیں پڑی تھی، سچ فرمایا اللہ تعالی نے: ﴿ أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلْخَبِيرُ ﴿١٤﴾ ﴾ **[الملك: 14]**

ترجمہ: کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا، پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

---

(1) اسے بخاری (۳۳۵) اور مسلم (۵۲۱) نے جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۲۵- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ماقبل کی تمام شریعتوں کے محاسن پر مشتمل ہے، اور اس میں وہ بوجھ اور سزائیں معدوم ہیں جنہیں اللہ تعالی نے سابقہ شریعتوں کے ماننے والوں پر ان کی نافرمانی کی سزا کے طور پر عائد فرمایا تھا، اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَٱلْأَغْلَٰلَ ٱلَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ ﴾ **[الأعراف: 157]**

ترجمہ: اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے، ان کو دور کرتے ہیں۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن و تشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-٦

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی، وہ یہ کہ لوگوں کو دین ودنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کر سکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کر سکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبات میں ہم نے اسلامی شریعت کے پچیس خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

٢٦-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ خیر وبھلائی اور اصلاح کا حکم دیتی اور شر اور فساد انگیزی سے منع کرتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿ وَتَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْبِرِّ وَٱلتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا۟ عَلَى ٱلْإِثْمِ وَٱلْعُدْوَٰنِ ۚ ﴾ [المائدة: 2]

ترجمہ: نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:(نہ نقصان پہنچانا ہے اور نہ نقصان اٹھانا ہے)(1)۔ نیز فرمایا:(تم میں سے کوئی جب بری بات دیکھے تو چاہئے کہ اسے اپنے ہاتھ کے ذریعہ دور کردے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنے دل کے ذریعہ دور کردے، یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے)(2)۔

٢٧-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کو خوب سے خوب علم شرعی حاصل کرنے کا حکم دیتی ہے، جس سے نفوس کو زندگی ملتی ہے، دلوں کی اصلاح ہوتی ہے، اس پر دنیا وآخرت کی سعادت مرتب ہوتی ہے اور معاشرہ فکری انحرافات اور تخریبی افکار سے محفوظ رہتا ہے، اللہ تعالی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا: ﴿ وَقُل رَّبِّ زِدۡنِي عِلۡمٗا ١١٤ ﴾ [طه: 114]

ترجمہ: ہاں یہ دعا کرو کہ پروردگار! میرا علم بڑھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:(جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے)(3)۔

٢٨-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ روئے زمین کو آباد کرنے کا حکم دیتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ هُوَ ٱلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ ٱلۡأَرۡضَ ذَلُولٗا فَٱمۡشُواْ فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُواْ مِن رِّزۡقِهِۦۖ وَإِلَيۡهِ ٱلنُّشُورُ ١٥ ﴾ [الملك: 15]

(1) اسے احمد (١/٣١٣) وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے، حدیث نمبر (٢٨٦٥)۔

(2) اسے مسلم (٤٩) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے بخاری (٧١) اور مسلم (١٠٣٧) نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ترجمہ: وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو پست ومطیع کردیا تاکہ تم اس کی راہوں میں چلتے پھرتے رہو، اور اللہ کی روزیاں کھاؤ پیو، اسی کی طرف تمہیں جی کی اٹھ کھڑا ہونا ہے۔

نیز اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ وَٱسۡتَعۡمَرَكُمۡ فِيهَا ﴾ [هود: 61]

ترجمہ: اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے زمین میں تمہیں بسایا ہے۔

یعنی اس نے تمہیں زمین میں پیدا کیا اور اس میں اپنا جانشیں بنایا، تم پر ظاہری وباطنی انعامات کئے، تمہیں زمین پر قوت وشوکت عطا کی، تم گھر بناتے، پودے اگاتے، کھیتی کرتے اور جس چیز کی چاہتے ہو بیج بوتے ہو اور زمین کی منفعتوں سے مستفید ہوتے ہو۔

٢٩- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل کی تمام شریعتوں کو منسوخ کرنے والی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَأَنزَلۡنَآ إِلَيۡكَ ٱلۡكِتَٰبَ بِٱلۡحَقِّ مُصَدِّقٗا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِۖ ﴾ [المائدة: 48]

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

٣٠- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ عورت کے حقوق، اس کی عزت وناموس، اس کے جذبات اور ضروریات کا خیال رکھتی ہے، چنانچہ اسلام نے عورت کے لئے جن حقوق کی ضمانت دی ہے، ان کی تعداد اسی (٨٠) سے زائد ہے، یہی وجہ ہے کہ (اسلام کی نظر میں) مسلمان عورت ایک محترم اور مکرم وجود ہے، اپنے شوہر، اولاد اور معاشرہ کے لئے نعمت ہے، جبکہ مشرق ومغرب میں عورت کی سخت بے حرمتی اور ذلت ہورہی ہے، خواہ وہ دوشیزہ ہو، یا ماں ہو یا عمر رسیدہ ہو، اگر وہ جوان ہوتی ہے تو محض لطف ولذت کا ایک وسیلہ شمار کی جاتی ہے، اگر عمر رسیدہ ہوتی ہے تو اولڈ ہوم کی مہمان بن کر رہتی ہے، ان عورتوں کے درمیان نفسیاتی

دواؤں، منشیات، اسقاط حمل اور خودکشی کا جو عمومی رواج ہے، اس کی تو بات ہی نہ کریں![1]

۳۱- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے احکام ربانی حکمتوں پر مبنی ہیں، خواہ ان احکام کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، یا حدود و قصاص سے، اور خواہ ہم ان حکمتوں سے آشنا ہوں یا نہ ہوں، وہ اپنے افعال اور اقوال میں حکیم و دانا ہے، اور شریعت اور تقدیر میں حکیم وباخبر ہے[2]۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۳۲- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی پیشین گوئیاں سچ ثابت ہوتی ہیں، چنانچہ مستقبل کی ہر وہ بات جس

---

(1) فائدہ کے لئے دیکھیں: «ثمانون مظهرا من مظاهر تكريم الإسلام للمرأة، وحفظ حقوقها، واحترام مشاعرها»، تالیف: ماجد بن سلیمان الرسی، یہ کتاب انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

(2) فائدہ کے لئے دیکھیں: ابن القیم کی کتاب "أسرار الشريعة من إعلام الموقعين"، جمع وترتیب: مساعد بن عبد اللہ السلمان، ناشر: دار المسیر-ریاض، اور "مقاصد الشريعة عند العلامة عبد الرحمن بن ناصر السعدی" تالیف: ڈاکٹر جمیل یوسف زریوا، ناشر: دار التوحید-ریاض۔

کی خبر شریعت نے دی، وہ یا تو واقع ہو چکی ہے یا واقع ہو کر رہے گی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی موت کی خبر اسی دن دی جس دن ان کی وفات ہوئی تھی جب کہ نجاشی حبشہ میں تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں، اس کے بعد آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی (1)۔

صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ موتہ کے لئے ایک لشکر روانہ کیا، ان کا قائد وامیر زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور انہیں یہ وصیت کی کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر ان کے امیر ہوں گے، اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ ان کے امیر ہوں گے، اسی درمیان کہ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں تھے آپ نے زید کی وفات کی خبر دی، پھر جعفر کی اور اس کے بعد ابن رواحہ کی وفات کی خبر دی۔ جب کہ آپ مدینہ ہی میں تشریف فرما تھے (2)۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے قبل مقام بدر پر فروکش ہوئے تو آپ نے مشرکوں کے بعض سرداروں کے قتل ہونے کی جگہ تعیین کے ساتھ بتلائی، چنانچہ انس بن مالک عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن پہلے ہمیں بدر (میں قتل ہونے) والوں کے گرنے کی جگہیں دکھا رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ان شاء اللہ! کل فلاں کے قتل ہونے کی جگہ یہ ہو گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا! وہ لوگ ان جگہوں کے کناروں سے ذرا بھی ادھر ادھر قتل نہیں ہوئے تھے جن کی نشاندہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(1) دیکھیں: صحیح بخاری (١٢٤٥) اور صحیح مسلم (٩٥١) بروایت: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

(2) اسے بخاری (١٢٤٦) نے روایت کیا ہے۔

وسلم نے کی تھی(1)۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن و تشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

(1) اسے مسلم (٢٨٧٣) نے روایت کیا ہے۔

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات-۷

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

مومنو! گزشتہ خطبات میں ہم نے اسلامی شریعت کے بتیس خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۳۳- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے، اگر وہ عقل وخرد کا مالک ہو تو اپنے دین سے ناراض وبے زار ہو کر اس سے نہیں پھرتا، اسلامی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا، کیوں کہ یہ بات گزر چکی ہے کہ اسلامی تعلیمات عقل اور فطرت سے ہم آہنگ ہیں، وہ انسان کی روحانی اور جسمانی ہر طرح کی ضروریات کی تکمیل کرتی ہیں، الحمد للہ کہ حجت قائم ہوگئی اور راستہ روشن ہوگیا۔

۳۴- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص اسے چیلنج کرے، اس پر وہ غالب ہو جاتی ہے اور جو شخص اس سے مقابلہ کرے، اسے عاجز ولاچار کر دیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص قرآن کی کسی ایک آیت یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی ایک حدیث کو غلط ثابت نہیں کر سکا، نہ ہی کوئی شخص قرآنی آیات جیسی کوئی ایک آیت ہی پیش کر سکا، کوئی بھی شخص ایسی تعلیمات نہیں پیش کر سکتا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے قربت اور مشابہت رکھتی ہو، اللہ تعالی نے قرآن کے بارے میں سچ فرمایا: ﴿وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِندِ غَيۡرِ ٱللَّهِ لَوَجَدُواْ فِيهِ ٱخۡتِلَٰفٗا كَثِيرٗا ۝٨٢﴾ [النساء: 82]

ترجمہ: اگر یہ اللہ تعالی کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقینا اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

۳۵-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے پیروکاروں کے درمیان عدل وانصاف کرتا ہے، چنانچہ شرعی تعلیمات میں اس بات کی وضاحت وصراحت موجود ہے کہ تمام انسان ایک ہی مرد وعورت (آدم وحوا) سے پیدا ہوئے ہیں۔ وہ واحد میزان جو تمام انسانوں کے لئے معیار ہے وہ تقوی ہے، نہ کہ رنگ، یا سماجی یا مادی مقام ومرتبہ، اللہ تعالی فرماتا ہے:
﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ إِنَّ أَكۡرَمَكُمۡ عِندَ ٱللَّهِ أَتۡقَىٰكُمۡۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٞ ١٣﴾ **[الحجرات: 13]**

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور اس لئے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں، اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے، یقین مانو کہ اللہ دانا اور باخبر ہے۔

۳۶- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کو ہی نصرت ملتی ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فِي ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡأَشۡهَٰدُ ٥١﴾ **[غافر: 51]**

ترجمہ: یقینا ہم اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی مدد زندگانی دنیا میں بھی کریں گے اور اس دن بھی جب گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے۔

۳۷- اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت تک باقی رہنے والی ہے، چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود ہو گا جو اللہ کی شریعت قائم رکھے گا، انہیں ذلیل یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امر آجائے گا اور وہ ہمیشہ لوگوں پر غالب رہیں گے)(1)۔

(1) اس حدیث کا حوالہ گزر چکا ہے۔

مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف ومقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد!

۳۸- اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے پیروکار تمام قوموں سے بہتر ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ [آل عمران: 110]

ترجمہ: تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کے قول: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے سنا: (تم ستر امتوں کا تتمہ ہو، تم اللہ کے نزدیک ان سب سے بہتر اور سب سے زیادہ باعزت ہو)[1]۔

اسلامی شریعت کی یہ چند امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر

(1) اس حدیث کو ترمذی (۳۰۰۱)، ابن ماجہ (۴۲۸۸)، احمد (۵/ ۳) اور بیہقی (۹/ ۵) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین اور البانی نے اسے حسن کہا ہے۔

طعن وتشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے،اللہ فرماتا ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُواْ تَسْلِيمًا ٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کے طلب گار ہیں اور اس قول وعمل کے بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں جہنم سے اور اس قول وعمل سے جو جہنم سے قریب کر دے۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: اسلامی شریعت کی امتیازی خصوصیات—۸

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے باز رہو، نیک کام انجام دینے اور برے کام سے باز رہنے پر صبر سے کام لو اور جان رکھو کہ اللہ تعالی نے ایک عظیم مقصد کے پیش نظر شریعتیں مقرر فرمائی، وہ یہ کہ لوگوں کو دین ودنیا کی بھلائی کی رہنمائی کی جائے، کیوں کہ انسانی عقل بذات خود ایسے قوانین واحکام وضع نہیں کر سکتی جو لوگوں کو سیدھی راہ کی رہنمائی کر سکیں، بلکہ یہ اس اللہ کی خصوصیات میں سے ہے جو اپنی صفات میں کامل، اپنے افعال واقوال اور تقدیر میں حکیم، اپنی مخلوق کی مصلحتوں سے باخبر اور ان پر مشفق ومہربان ہے، جبکہ انسان کا علم بہت ناقص ہے۔

اے مومنو! گزشتہ خطبات میں ہم نے اسلامی شریعت کے تیس سے زائد خصائص پر گفتگو کی تھی اور آج اسی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہیں:

۳۹- اسلامی تعلیمات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر وہ قول جو اس کی مخالفت کرتا ہے، وہ باطل ہے، جو مقابلہ کے وقت حق کے سامنے ٹک نہیں سکتا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾﴾ **[الإسراء: 81]**

ترجمہ: اعلان کر دے کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا بھی نابود ہونے والا۔

نیز فرمایا: ﴿قُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ ٱلْبَٰطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾﴾ **[سبأ: 49]**

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ حق آچکا، باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا۔

یعنی اس کا معاملہ پژمردہ اور بے معنی ہو جائے گا اور اس کی شوکت جاتی رہے گی، چنانچہ وہ نہ پہلے کچھ کر سکا اور نہ کر سکے گا(1)۔

۴۰-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ تمام چیلنجز کے سامنے ثابت، جاری وساری اور قائم ودائم رہنے والی ہے، گرچہ اس پر پیہم حملے کیوں نہ ہوں، اور ہر زمانے میں دشمن اس سے برسرپیکار ہی کیوں نہ رہیں، اسلامی شریعت میں نہ پژمردگی آئی اور نہ وہ تبدیل ہوئی، برخلاف انسانوں کے خود ساختہ قوانین کے، وہ وقتی طور پر قائم ہیں، ان میں مسلسل تبدیلی آتی رہتی ہے اور وہ دائمی تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

تاریخی اعتبار سے اسلامی شریعت کی پائیداری وثبات کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ فکری انحرافات کے سامنے ثابت قدم رہی ہے، مثال کے طور پر نصرانیت کی لہر، جس کا مقصد پوری دنیا کو نصاری بنانا اور انہیں صلیب کی عبادت پر آمادہ کرنا ہے، ہر چند کہ نصرانیت کو فروغ دینے والے ممالک کے پاس بے انتہا امکانات ہیں، تاہم ان کے یہاں اسلام میں داخل ہونے والوں کی شرح، نصرانیت اور دیگر تحریف شدہ ادیان اور انسانی مذاہب کو قبول کرنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔

تاریخ میں اسلامی شریعت کے ثبات کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ سیکولزم کی لہر کے سامنے ثابت قدم رہی، جس کا مقصد زندگی کے تمام شعبوں سے دین کو بے دخل کرکے محض بندہ کا اپنے رب سے تعلق تک اسے محصور کرنا ہے۔

تاریخ میں اسلامی شریعت کے ثبات کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ بغاوت اور قومیت کی لہروں

---

(1) یہ ابن سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے جو انہوں نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔

کے سامنے بھی ڈٹی رہی یہاں تک کہ یہ لہریں ہوا ہو گئیں۔
تاریخ میں اسلامی شریعت کے ثبات کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ تشدد اور بد نظمی جیسی لہروں کے سامنے وہ پہاڑ بن کر جمی رہی، جن کا مقصد بعض اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو معزول کرنا تھا، تاکہ ان لہروں کے علمبردار وہاں کی حکومت پر قبضہ جما سکیں، اور بزعم خویش ان ممالک کو پر امن اور خوشحال ممالک میں تبدیل کر سکیں، دنیا نے یہ مشاہدہ کیا کہ جن ممالک میں انہوں نے اپنے منصوبے نافذ کئے، وہاں ان بے بنیاد لہروں کے اثرات یہ ظاہر ہوئے کہ حالت بد سے بدتر ہو گئی، محرمات کو مباح ٹھہرایا گیا، خون کا دریا بہایا گیا، عزت و ناموس نیلام ہوئی اور کفار مسلمانوں کی اس حالت بد کو دیکھ کر خوش ہوئے اور اس کو "بہار" کے نام سے موسوم کیا۔
۴۱-اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جو بھی اس سے عداوت مول لیتا ہے وہ بالآخر شکست اور رسوائی سے دوچار ہوتا ہے، خواہ وہ برسر اقتدار لوگ ہوں، یا اصحاب جاہ و منصب، یا فکری انحرافات اور تعصب کے علمبردار، کمیونزم کا انجام کیا ہوا؟ قومیت اور بعثت کہاں گئی؟ یہ ساری لہریں ہوا ہو گئیں، اس کے بالمقابل، ۱۴ صدیوں پر محیط چیلنجز کے باوجود کیا اسلام مٹ گیا؟ کیا صلیبی جنگوں کے اثر سے اسلام پر کوئی حرف آیا؟ اور کیا یورپی سامراجیت کے زیر اثر اسلام بے نشان ہو گیا؟ کیا عراق پر تاتاری حملوں نے اسلام کو ملیامیٹ کر دیا؟ احواز اور عراق پر رافضی حملہ سے اسلام زائل ہو گیا؟ سیکولزم کے فکری حملہ سے متاثر ہو کر اسلام کا وجود ختم ہو گیا؟ نہیں، اللہ کی قسم! اس کی ثابت قدمی اور بڑھ گئی۔ اللہ نے سچ فرمایا: ﴿وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾﴾ [الإسراء: 81]
ترجمہ: اعلان کر دے کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا، یقیناً باطل تھا بھی نابود!
مذکورہ تمہید کے بعد آپ جان رکھیں کہ شریعتوں کے اہداف و مقاصد کو سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید مقدمہ ہے، جو شخص اس مقدمہ کو سمجھ لے، اس کے لیے اللہ کی اس حکمت کو سمجھنا آسان ہو جائے گا جس کے پیش نظر اللہ نے شریعتیں نازل فرمائی۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑامہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمدوصلاۃ کے بعد!

۴۲-اللہ کے بندو! آپ اللہ کا تقوی اختیار کریں اور جان رکھیں کہ اسلامی شریعت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو ممالک اور قومیں اسے نافذ کریں، ان سے اللہ نے دنیا وآخرت کی سعادت کا وعدہ فرمایا ہے، تاکہ وہ دنیا میں امن وسکون اور عزت وشوکت کے ساتھ خوشحال زندگی گزاریں اور آخرت میں ان کے لئے بڑے اجر وثواب کا وعدہ ہے۔ البتہ جو ممالک اور قومیں اللہ کی شریعت سے اعراض کریں گی وہ مصیبت وہلاکت سے دوچار ہوں گی، خواہ مضبوط ترین اور سرکش ترین ممالک میں سے ہی کیوں نہ ہوں۔ حقیقت حال اس کی گواہ بھی ہے، جب پہلے کے لوگوں نے اس حقیقت کو سمجھا اور شریعت کو نافذ کیا تو آٹھ صدیوں تک روئے زمین پر اسلامی تہذیب کا دور دورہ رہا اور انہیں اللہ تعالی کا یہ مژدہِ جاں فزاملا: ﴿وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَعَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِي ٱلۡأَرۡضِ كَمَا ٱسۡتَخۡلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِهِمۡ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمۡ دِينَهُمُ ٱلَّذِي ٱرۡتَضَىٰ لَهُمۡ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعۡدِ خَوۡفِهِمۡ أَمۡنٗاۚ يَعۡبُدُونَنِي لَا يُشۡرِكُونَ بِي شَيۡـٔٗاۚ ٥٥﴾ **[النور: 55]**

ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں، اللہ تعالی وعدہ فرما چکا ہے کہ **انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا** جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقینا ان کے لئے ان کے اس دین کو **مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا** جسے ان

کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے **اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا**۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

لیکن جب انہوں نے اللہ کے دین سے اعراض برتا تو اللہ نے ان سے سیادت وسرداری سلب کرلی اور ان پر دشمنوں کو مسلط کر دیا، جیسا کہ آج ہم اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اسلامی شریعت کی یہ کم وبیش چالیس امتیازی خصوصیات ہیں، جو شخص انہیں جان لے اور سمجھ لے وہ اسلامی شریعت میں پوشیدہ اللہ کی حکمت سے بھی واقف ہو جائے گا اور ہمارے زمانے کے منافقوں یعنی سیکولزم کے علمبرداروں کی گمراہی بھی اس پر آشکار ہو جائے گی جو اسلام اور اس کے احکام پر طعن وتشنیع کے نشتر برساتے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ایک پسماندہ اور دقیانوس مذہب ہے۔

اللہ تعالی ہمیں ان کے شبہات سے محفوظ رکھے۔

جو شخص ان خصوصیات سے واقف ہو، وہ بآسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کثرت سے لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کے پیچھے کیا راز پوشیدہ ہے، بطور خاص ان ممالک میں جو مادی اعتبار سے ترقی یافتہ ہیں اور نت نئی ایجادات وانکشافات میں اپنی شہرت رکھتے ہیں، اللہ نے سچ فرمایا: ﴿سَنُرِيهِمْ ءَايَٰتِنَا فِى ٱلْءَافَاقِ وَفِىٓ أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ ٱلْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ شَهِيدٌ ﴿٥٣﴾﴾ **[فصلت: 53]**

ترجمہ: عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں آفاق عالم میں بھی دکھائیں گے اور خود ان کی اپنی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر کھل جائے کہ حق یہی ہے، کیا آپ کے رب کا ہر چیز سے واقف وآگاہ ہونا کافی نہیں۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ۝٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ:اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں،اے ایمان والو!تم (بھی)ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ! ہم تجھ سے جنت کے طلب گار ہیں اور اس قول و عمل کے بھی جو جنت سے قریب کر دے، اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں جہنم سے اور اس قول و عمل سے جو جہنم سے قریب کر دے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت اور ہر اس عمل کی محبت عطا فرما جو تجھ سے قریب کر دے۔
اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: نماز کی اہمیت

پہلا خطبہ:

إنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰه إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو! اللہ کا تقوی اختیار کرو اور اس کا خوف ہمیشہ اپنے دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور نافرمانی سے بچو، جان رکھو کہ نماز تمہارا ایک بہترین عمل ہے، شریعت میں اس کی اہمیت کے دس گوشے ہیں:

۱- پہلا: نماز ہی وہ عبادت ہے جسے اللہ نے شہادتین کے بعد سب سے پہلے فرض کیا، اس طرح وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، زکاۃ ادا کرنا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"(1)۔

۲- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ وہ مدینہ کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے سے قبل مکی زندگی کے دوران سنہ ۳ بعثت نبوی کو اسراء ومعراج کے موقع سے آسمان پر فرض ہوئی، چنانچہ اللہ نے ساتویں آسمان پر پنج وقتہ نمازیں کسی فرشتہ کے واسطہ کے بغیر اپنے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بلاواسطہ خطاب کے ذریعہ فرض کیا۔

---

(1) اسے بخاری (۸) اور مسلم (۱۶) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

۳- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ دین میں اس کا مقام و مرتبہ اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسری عبادت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، چنانچہ وہ دین کا ایسا ستون ہے جس کے بغیر اس کی عمارت کھڑی نہیں رہ سکتی، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا میں تمہیں دین کی اصل، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتادوں؟ میں نے کہا: کیوں نہیں؟ اللہ کے رسول! (ضرور بتایئے) آپ نے فرمایا: دین کی اصل اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے[1]۔

۴- نماز کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ وہ بندہ اور اس کے رب کے درمیان سرگوشی کا وسیلہ ہے، کیوں کہ وہ (ایک ساتھ) دل، زبان اور جسم سے اللہ کا ذکر کرنے پر مشتمل ہوتی ہے، جیسے اللہ عزوجل کے حمد و ثنا بیان کرنا اور اس سے دعا کرنا، قرآن کی تلاوت کرنا، تسبیح و تحمید اور تکبیر کہنا، اعضاء و جوارح سے خشوع و خضوع کا مظاہرہ کرنا، جیسے رکوع و سجود کرنا، انکساری اور عاجزی کے ساتھ قیام کرنا، عزیز و برتر پروردگار کے سامنے نگاہیں جھکائے رکھنا، نماز میں اعضاء و جوارح کی اتنی عبادتیں یکجا ہوتی ہیں جو دوسری کسی عبادت میں نہیں ہوتیں۔

۵- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے بھی کہ بہت سے ایسے امور اس کے ساتھ خاص ہیں جو دیگر عبادتوں میں نہیں پائی جاتے، جن میں سے چند اہم امور یہ ہیں:

اس کے لئے پکارنا، جو کہ اذان کہلاتا ہے۔

اس کے لئے طہارت حاصل کرنا واجب ہے۔

اس کے لئے سکون اور وقار کے ساتھ جانا۔

اس میں تمام اعضاء و جوارح کی ایسی عبادتیں پائی جاتی ہیں جو دیگر عبادتوں میں نہیں پائی جاتیں۔

---

(1) اسے ترمذی (۲۶۱۶) نے روایت کیا ہے اور کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

٦- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ سفر وحضر، خوف وہیبت، امن وامان، تندرستی اور بیماری ہر حال میں اسے ادا کرنا واجب ہے، الا یہ کہ انسان کو ایسی بیماری لاحق ہو جس کی وجہ سے عقل اور ہوش وحواس غائب ہو جائیں۔

٧- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں اس کی وصیت فرمائی، چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، اس کے دوران میں آپ فرمایا کرتے تھے: "نماز (کی حفاظت کرو) اور (ان لونڈی، غلاموں کی) جو تمہارے ہاتھوں کی ملکیت ہیں"۔ آپ نے یہ الفاظ بار بار فرمائے حتی کہ آپ کی زبان مبارک رک گئی(1)۔

یعنی جب تک زبان چلتی رہی آپ اس کی وصیت کرتے تھے۔

٨- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ نماز ہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں قیامت کے دن بندہ سے سب سے پہلے سوال کیا جائے گا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے بندہ کے جس عمل کا حساب وکتاب لیا جائے گا وہ نماز ہے، آپ نے فرمایا: اللہ عزیز وبرتر فرشتوں سے فرمائے گا حالانکہ وہ خوب جاننے والا ہے: (میرے بندے کی نماز دیکھو! کیا اس نے اس کو پورا کیا ہے یا اس میں کوئی کمی ہے؟)۔ چنانچہ اگر وہ کامل ہوئی تو پوری کی پوری لکھ دی جائے گی اور اگر اس میں کوئی کمی ہوئی تو فرمائے گا کہ دیکھو! کیا میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں؟ اگر نفل ہوئے تو وہ فرمائے گا کہ میرے بندے کے فرضوں کو اس کے نفلوں سے پورا کر دو۔ پھر اسی انداز سے دیگر اعمال لیے جائیں گے(2)۔

---

(1) اسے ابن ماجہ (١٦٢٥)، احمد (٦/ ٢٩٠) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "الإرواء" (٧/ ٢٣٨) میں اسے روایت کیا ہے۔

(2) اسے ابو داود (٨٦٤) اور احمد (٢/ ٤٢٥) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ابو داود کے روایت کردہ

۹- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آخری زمانہ میں نماز دین کا وہ آخری حصہ ہوگا جو لوگوں کے درمیان مفقود ہو جائے گا، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: ایک ایک کر کے اسلام کے سارے بندھن ٹوٹ جائیں گے، جب بھی ایک بندھن ٹوٹے گا تو لوگ اس کے بعد والے بندھن سے جڑ جائیں گے، سب سے پہلے ٹوٹنے والا بندھن حکومت اور سب سے اخیر میں ٹوٹنے والا بندھن نماز ہوگی(1)۔

۱۰- نماز کی اہمیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اسلام اور کفر کے درمیان حد فاصل ہے، چنانچہ بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ہمارے اور کافروں کے درمیان امتیاز نماز سے ہے، جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا(2)۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

ہیں، اسے البانی رحمہ اللہ نے المسند کی تحقیق میں صحیح کہا ہے، اسی طرح المسند کے محققین نے بھی اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

(1) اسے احمد (۵/۲۵۱) اور ابن حبان نے (۶۷۱۵) نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، المسند کے محققین کہتے ہیں: اس کی سند جید ہے، آپ کے فرمان: (سب سے پہلا بندھن حکومت ہوگی) کا مطلب یہ ہے کہ: سب سے پہلے اسلام کا جو بندھن ٹوٹے گا وہ یہ کہ حکومت اور حاکموں میں بگاڑ آجائے گی۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ: یہ بگاڑ ہمارے زمانے میں ظاہر وباہر ہے، چنانچہ اسلامی ممالک میں حکومت کا جو نظام رائج ہے وہ (انسان کے) خود ساختہ قوانین سے عبارت ہے، الا ماشاء اللہ، ہم اللہ سے ہی اس کی شکایت کرتے ہیں۔

(2) اسے ترمذی (۲۶۲۱)، نسائی (۴۶۲)، ابن ماجہ (۱۰۷۹)، ابن حبان (۱۴۵۴) اور احمد (۵/۳۴۶) نے روایت کیا ہے اور البانی نے کتاب "الإیمان" لابن ابی شیبۃ (۴۶) پر اپنی تعلیق میں لکھا ہے کہ: اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے۔

"بے شک آدمی اور شرک وکفر کے درمیان (فاصلہ مٹانے والا عمل) نماز کا ترک کرنا ہے"[1]۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے، اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جسے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ[2] حاصل ہے، لہذا تم اللہ کے ذمہ میں خیانت (بد عہدی) نہ کرو"[3]۔

اے مسلمانو! یہ وہ دس دلائل ہیں جو نماز کی اہمیت پر دلالت کرتے ہیں، اللہ تعالی تمام لوگوں کو اپنے حکم کے مطابق نماز قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکت سے مالا مال کرے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده ، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد:

آپ جان رکھیں - اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ نماز بندہ اور اس کے رب کے درمیان سرگوشی کا ایک وسیلہ ہے، کیوں کہ وہ دعا اور اللہ کی حمد وثنا، تلاوت قرآن، تسبیح وتحمید اور تکبیر، اعضاء وجوارح کے خشوع وخضوع پر مشتمل ہے، جیسے رکوع وسجود کرنا، عاجزی وانکساری کے ساتھ قیام کرنا، اور عزیز وبرتر پروردگار کے سامنے نگاہیں پست رکھنا۔ شیخ عبد الرحمن بن سعدی رحمہ اللہ

---

(1) اسے بخاری (۳۹۱) نے روایت کیا ہے۔

(2) ذمہ سے مراد: حفاظت ورعایت کی ذمہ داری ہے۔ دیکھیں: (المعجم الوسیط)

(3) اسے مسلم (۸۲) نے روایت کیا ہے۔

فرمان باری تعالی: ﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۗ وَلَذِكۡرُ ٱللَّهِ أَكۡبَرُۗ﴾ [العنکبوت: 45] کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نیز نماز کے اندر اس سے بھی بڑا مقصد پنہاں ہے، وہ یہ کہ نماز ایک ساتھ دل، زبان اور بدن ہر ایک کے ذریعہ اللہ کا ذکر کرنے پر مشتمل ہے، اللہ تعالی نے بندوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا اور سب سے افضل عبادت جسے بندہ انجام دیتا ہے وہ نماز ہے، اس کے اندر تمام اعضائے جسم کی اتنی عبادتیں یکجا ہوتی ہیں کہ دیگر کسی عبادت میں یکجا نہیں ہوتی، اسی لئے اللہ نے فرمایا:﴿وَلَذِكۡرُ ٱللَّهِ أَكۡبَرُۗ﴾ [العنکبوت: 45]

ترجمہ: اور اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے۔

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب: 56]
ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم (بھی) ان پر درود بھیجو اور خوب سلام (بھی) بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امت کو جمعہ کے دن اپنے اوپر بکثرت درود وسلام بھیجنے کی رغبت دیتے ہوئے فرمایا: "تمہارے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ایک بہتر دن ہے، اس لئے اس دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجو، کیوں کہ تمہارا درود وسلام میرے اوپر پیش کیا جاتا ہے"۔اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد ﷺ پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما،شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر،تواپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کردے،اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما،اے اللہ! تو ہمیں اپنے ملکوں میں سلامتی عطا کر۔

اے اللہ جو ہمارے تئیں،اسلام اور مسلمانوں کے تئیں شر کا ارادہ رکھے تواسے اپنی ذات میں مشغول کردے،اور اس کے مکر وفریب کو اس کے لئے وبال جان بنا۔

اے اللہ! مہنگائی ، وبا،سود،زنا،زلزلوں اور آزمائشوں کو ہم سے دور کردے اور ظاہری وباطنی فتنوں کی برائیوں کو ہمارے درمیان سے اٹھا لے،خصوصی طور پر ہمارے ملک سے اور عمومی طور تمام مسلمانوں کے ملکوں سے ،اے دونوں جہاں کے پالنہار!اے اللہ ہم سے آفت ومصیبت کو دور فرما،یقینا ہم مسلمان ہیں۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما،اور عذاب جہنم سے نجات بخش۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

عنوان: نماز کے لیے جلدی کرنے کی فضیلت

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو !اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے خوف کھاؤ،اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، اور یہ ذہن نشیں کرلو کہ نماز تمہارے افضل ترین اعمال میں سے ایک ہے،اللہ نے دیگر عبادتوں کے بالمقابل اسے بہت ساری خصوصیات میں منفرد بنایا ہے،ان ہی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ نے آسمان میں اسے فرض کیا،وہ عمل میں پانچ ہے لیکن میزان(ثواب) میں پچاس نمازوں کی حیثیت رکھتی ہے،نماز گناہوں کو مٹاتی ہے،نماز کے لیے مسجدیں جانا اور وہاں سے نکلنا عبادت ہے، اسی طرح اس کی عظیم ترین خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے لئے طہارت وپاکی حاصل کرنا واجب ہے۔

اے مومنو !نماز کے اسی مقام و مرتبہ کے پیش نظر اللہ نے اس کے لئے جلدی کرنے کو مشروع قرار دیا،اور اس پر بڑا اجروثواب متعین فرمایا،چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مردوں کی سب سے بہترین صف پہلی اور بدترین صف آخری ہے،جبکہ عورتوں کی سب سے بہترین صف آخری اور بدترین صف پہلی ہے"(1)۔

(1) مسلم(۴۴۰)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر تم لوگ (یا وہ لوگ) پہلی صف کی فضیلت جانتے تو اس میں شریک ہونے کے لیے قرعہ اندازی کرتے"(1)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ اذان کہنے اور نماز پہلی صف میں پڑھنے سے کتنا ثواب ملتا ہے۔ پھر ان کے لیے قرعہ ڈالنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ باقی رہتا، تو وہ اس پر قرعہ اندازی ہی کرتے اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ نماز کے لیے جلدی آنے میں کتنا ثواب ملتا ہے تو اس کے لیے دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے۔ اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ عشاء اور صبح کی نماز کا ثواب کتنا ملتا ہے، تو ضرور چوتڑوں کے بل گھسیٹتے ہوئے ان کے لیے آتے"(2)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ما في النداء "کا مطلب یہ ہے کہ اذان دینے والے کا کیا اجر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "یستهموا" کا مطلب ہے قرعہ ڈالنا،تھجیر کا مطلب ہے جلدی کرنا ،اور عتمة عشاء کی نماز کو کہا جاتا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے :"اللہ تعالیٰ اگلی صفوں پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے ان کے لیے

(1) مسلم (۴۳۹)

(2) بخاری (۶۱۵)، مسلم (۴۳۷)

دعائیں کرتے ہیں"(1)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول " فرشتے ان کے لیے دعائیں کرتے ہیں" کا مفہوم یہ ہے کہ فرشتے پہلی صف والوں کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں صلاۃ کا ایک معنی دعا بھی ہوتا ہے۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لیے تین بار اور دوسری صف کے لیے ایک بار مغفرت کی دعا کرتے تھے(2)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پچھلی صف میں دیکھ کر فرمایا :"میرے قریب آؤ اور پہلی صف پوری کرو، پھر دوسری صف والے تمہاری پیروی کریں اور جو لوگ پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں بھی ان کو پیچھے رکھے گا"(3)۔یعنی اللہ انہیں عظیم فضل واحسان اور بلند مقام ومرتبہ سے دور کردے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو لوگ پہلی صف سے پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں بھی ان کو پیچھے رکھے گا"(4)۔

---

(1) اسے ابوداود (٦٦٤) نے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے نسائی (٨١٦) اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(3) مسلم (٤٣٨)

(4) اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن عظیم کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو قرآن کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے اپنے لئے اور آپ کے لئے بخشش کا طلب گار ہوں، آپ بھی اس سے بخشش طلب کریں، یقینا وہ بہت زیادہ بخشنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده

حمد وصلاۃ کے بعد!

آپ یہ جان لیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ فرمائے-کہ اسلام میں نماز کا اتنا مقام ومرتبہ ہے جو کسی دوسری عبادت کا نہیں، نماز دین کا ایسا ستون ہے جس کے بغیر دین کی عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں دین کی بنیاد، اس کا ستون اور اس کی چوٹی نہ بتا دوں؟" میں نے کہا: کیوں نہیں؟ اللہ کے رسول (ضرور بتائیے) آپ نے فرمایا: "دین کی اصل (بنیاد) اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کی چوٹی جہاد ہے"(1)۔

بندہ اور اس کے رب کے مابین گفتگو وسرگوشی کے لئے نماز ایک واسطہ ہے، کیونکہ نماز کے اندر رب کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے، نماز تلاوت قرآن، تسبیح

نوٹ: حدیث کا آخری حصہ یوں ہے (حتی یؤخرھم اللہ فی النار) لیکن شیخ البانی نے اس اضافہ کو ضعیف قرار دیا ہے، اس لیے میں نے اسے ذکر نہیں کیا، دیکھیں: (السلسلة الضعيفة) (٦٤٤٢)

(1) اسے ترمذی نے روایت کیا اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

وتحمید، تکبیر اور جسمانی خشوع و خضوع پر مشتمل ہوتی ہے، جیسے سجدہ کرنا، رکوع کرنا، خشوع و خضوع اور عاجزی وانکساری کے ساتھ عزیز وبرتر پروردگار کے سامنے نگاہیں نیچی کر کے کھڑا ہونا۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ آیت مبارکہ:﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنْهَىٰ عَنِ ٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۗ وَلَذِكْرُ ٱللَّهِ أَكْبَرُ ۗ﴾ **[العنكبوت: 45]** کی تفسیر میں لکھتے ہیں: نیز نماز کا ایک مقصد اس سے بھی عظیم اور بڑا ہے ،یعنی دل، زبان اور بدن سے رب تعالی کا ذکر کرنا ،کیونکہ اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، بندے کی جانب سے کی جانے والی عبادتوں میں سب سے افضل عبادت نماز ہے، نماز میں انسان کے اعضاء وجوارح کی بندگی جھلکتی ہے، یہ کیفیت کسی دوسری عبادت میں نہیں پائی جاتی، اسی لئے اللہ نے فرمایا:"ولذكر الله أكبر"کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔انتہی

آپ یہ بھی یاد رکھیں-اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے-کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ **[الأحزاب: 56]**

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت وسلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

ترجمہ: شفاء اللہ الیاس تیمی

موضوع: نمازِ باجماعت کے وجوب اور تجارت و دیگر مشغولیات کی بناپر اس سے غفلت برتنے کی حرمت کی دس دلیلیں

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ نماز آپ کے بہترین اعمال میں سے ہے، اللہ پاک وبرتر نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اور بغیر کسی شرعی عذر کے اس سے پیچھے رہنے سے منع فرمایا ہے، مسجد میں نماز ادا کرنے کا حکم مختلف احادیث کے اندر آیا ہے:

۱-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "آدمی کی جماعت کے ساتھ نماز گھر میں یا بازار میں پڑھنے سے پچیس درجہ زیادہ بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب ایک شخص وضو کرتا ہے اور اس کے تمام آداب کو ملحوظ رکھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر مسجد کا راستہ پکڑتا ہے اور سوائے نماز کے اور کوئی دوسرا ارادہ اس کا نہیں ہوتا، تو ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بڑھتا ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور جب نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے برابر دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے مصلے پر بیٹھا رہے۔

کہتے ہیں «اللهم صلِّ عليه، اللهمَّ ارحمه» اے اللہ! اس پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ اور جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہو گویا تم نماز ہی میں مشغول ہو"(1)۔

۲-عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "جو یہ چاہے کہ کل (قیامت کے دن) اللہ تعالی سے مسلمان کی حیثیت سے ملے تو وہ جہاں سے ان (نمازوں) کے لیے بلایا جائے، ان نمازوں کی حفاظت کرے (وہاں مساجد میں جاکر صحیح طرح سے انہیں ادا کرے) کیوں کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر فرمادیے ہیں اور یہ (مساجد میں باجماعت نمازیں) بھی انہیں طریقوں میں سے ہیں۔ **کیوں کہ اگر تم نمازیں اپنے گھروں میں پڑھوگے، جیسے یہ جماعت سے پیچھے رہنے والا، اپنے گھر میں پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی راہ چھوڑ دوگے اور اگر تم اپنے نبی کی راہ کو چھوڑ دوگے تو گمراہ ہو جاؤگے۔** کوئی آدمی جو پاکیزگی حاصل کرتا ہے (وضو کرتا ہے) اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کا رخ کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کے ہر قدم کے بدلے، جو وہ اٹھاتا ہے، ایک نیکی لکھتا ہے، اور اس کے سبب اس کا ایک درجہ بلند فرماتا ہے، اور اس کا ایک گناہ کم کر دیتا ہے، میں نے دیکھا کہ **ہم میں سے**(2) **کوئی (بھی) جماعت سے پیچھے نہ رہتا تھا، سوائے ایسے منافق کے جس کا نفاق سب کو معلوم ہوتا** (بلکہ بسااوقات ایسا ہوتا کہ) ایک آدمی کو اس طرح لایا جاتا کہ اسے دو آدمیوں کے درمیان سہارا دیا گیا ہوتا(3)، حتی کہ صف میں لا کھڑا کیا جاتا"(4)۔

---

(1) اسے بخاری (٦٤٧) نے روایت کیا ہے اور مسلم (٦٤٩) نے اس کا بعض حصہ روایت کیا ہے۔

(2) یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت۔

(3) یعنی کمزوری ولاغری کی وجہ سے دو آدمیوں کے سہارے چل کر آتا۔ دیکھیں: "المعجم الوسیط"۔

(4) اسے مسلم (٦٥٤) نے روایت کیا ہے۔

۳-اللہ کے بندو!جو لوگ جماعت کے ساتھ مسجدوں میں پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرتے ہیں، ان کو اللہ تعالی قیامت کے دن اپنے سائے تلے جگہ دے گا،جب سورج مخلوقوں سے ایک میل کے فاصلے پر ہوگا،ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایہ تلے[1] سایہ دے گا جبکہ اس کے سایہ کے سوااور کوئی سایہ نہیں ہو گا: عادل حاکم،نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں جوانی گزاری،ایسا شخص جس نے اللہ کو تنہائی میں یاد کیااور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے،وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتاہے..."۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:"وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا رہتاہے،وہ جب مسجد سے نکلتا ہے تو (اس کا دل) اسی کے ساتھ معلق رہتا ہے یہاں تک کہ اس میں لوٹ آئے...."[2]۔

۴-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "جو شخص مسجد میں صبح وشام بار بار حاضری دیتاہے۔اللہ تعالیٰ جنت میں اس کی مہمانی کا سامان کرتا ہے"۔

---

(1) اس حدیث کو بیہقی نے کتاب "الأسماء والصفات"(۷۹۳) میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیاہے:":"سات آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے نیچے سایہ دے گا جس دن اس کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا...."حدیث۔اس روایت کو کتاب کے محقق عبداللہ الحاشدی نے صحیح قرار دیاہے۔

دونوں احادیث کے اندر کوئی تعارض نہیں ہے،کیوں کہ مذکورہ سایہ کی اضافت عرش کی طرف بھی درست ہے اور اللہ کی طرف بھی،(البتہ اللہ کی طرف جب اس کی اضافت ہوگی تو)ملکیت اور تعظیم کی اضافت ہوگی۔

(2) صحیح بخاری(۶۸۰۶)، صحیح مسلم (۶۶۹)،مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

وہ صبح وشام جب بھی مسجد میں جاتا ہے"(1)۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جو مہمان کی ضیافت کے لیے تیار کی جاتی ہے(2)۔

۵- مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز کے واجب ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے جنگ کی حالت میں نمازِ باجماعت کو واجب قرار دیا ہے جو کہ سب سے مشکل حالت ہوتی ہے، یہ نماز صلاۃ الخوف کے نام سے جانی جاتی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ ٱلصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ﴾ **[النساء: 102]**

ترجمہ: جب تم ان میں ہو اور ان کے لئے نماز کھڑی کرو تو چاہئے کہ ان کی ایک جماعت تمہارے ساتھ کھڑی ہو۔

۶- اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَأَقِيمُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتُوا۟ ٱلزَّكَوٰةَ وَٱرْكَعُوا۟ مَعَ ٱلرَّٰكِعِينَ ۝٤٣﴾ **[البقرة: 43]**

ترجمہ: نمازوں کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

رکوع کرنے والوں سے مراد مسجد میں نماز ادا کرنے والوں کی جماعت ہے۔

۷- اے مومنوں کی جماعت! مسجد میں نمازِ باجماعت ادا کرنے میں کوتاہی کرنے اور غفلت برتنے سے ڈرایا گیا ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میرا ارادہ ہوا کہ میں لکڑیوں کے جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کے لیے اذان دینے کا، پھر کسی سے کہوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اس کے بجائے ان لوگوں کے پاس جاؤں (جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے) اور **انہیں ان کے گھروں سمیت جلا دوں**۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان

(1) اسے بخاری (٦٦٢) اور مسلم (٦٦٩) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(2) دیکھیں: "النہایۃ"، نیز دیکھیں: "فتح الباری" لابن حجر میں مذکورہ حدیث کی شرح۔

ہے کہ تم میں سے کسی کو اگر یہ امید ہو کہ وہاں موٹی ہڈی (1) یا بکریوں کے دو کھروں (2) کے درمیان کا گوشت ملے گا تو وہ ضرور (نماز) عشاء میں شریک ہو"۔

مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: "... پھر میں کچھ اشخاص کو ساتھ لے کر، جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ان لوگوں کی طرف جاؤں **جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے، پھر ان کے گھروں** کو ان پر آگ سے جلا دوں" (3)۔

۸- عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص نے اذان سنی لیکن مسجد میں نہیں آیا تو اس کی نماز نہیں ہو گی، الا یہ کہ کوئی عذر ہو" (4)۔ یعنی اس کو نماز کا مکمل اجر نہیں مل پائے گا۔

۹- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نابینا آدمی حاضر ہوا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے پاس کوئی لانے والا نہیں جو (ہاتھ سے پکڑ کر) مجھے مسجد میں لے آئے۔ اس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ اسے اجازت دی جائے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ لے۔ آپ نے اسے اجازت دے دی، جب وہ جانے لگا تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: کیا تم نماز کا بلاوا (اذان) سنتے ہو؟ اس نے

---

(1) یعنی: یعنی ایسی موٹی ہڈی جس پر خوب گوشت چڑھا ہو۔ دیکھیں: "المعجم الوسیط"

(2) اس سے مراد بکری کے کھروں کے درمیان کا گوشت ہے، جس کا مقصد اس کی حقارت بیان کرنا ہے۔ دیکھیں: "المعجم الوسیط"۔

(3) اسے بخاری (۲۲۴ ۷) اور مسلم (۶۵۱) نے روایت کیا ہے۔

(4) اسے ابن ماجہ (۷۹۳) وغیرہ نے روایت کیا ہے او البانی نے "الإرواء" (۲/ ۷ ۳۳) میں اسے صحیح کہا ہے۔

عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: "تو اس پر لبیک کہو"(1)۔

۱۰- جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دوران کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن کھڑے خطبہ دے رہے تھے، مدینہ کا (تجارتی) قافلہ آگیا، (یہ سن کر) صحابہ بھی (خطبہ چھوڑ کر) ادھر ہی لپک لیے، صرف بارہ آدمی باقی رہ گئے جن میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے، اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا ﴾ **[الجمعة: 11]** "جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشہ نظر آجائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں" (الجمعۃ: ۱۱)(2)۔

اللہ کے بندو! اس آیت میں اللہ عزوجل کی طرف سے صحابہ کرام کو سرزنش کی گئی ہے کہ وہ عبادت کو چھوڑ کر دنیاداری کی طرف لپک گئے، اس کے بعد اللہ پاک نے آخرت کی تجارت پر ابھارا اور اس بات پر یقین رکھنے کی تلقین کی کہ حقیقت میں اللہ پاک کے سوا کوئی رزق رساں نہیں ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۚ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١﴾ ﴾ **[الجمعة: 11]**

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے۔

یعنی نبی ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرنے اور (عبادت پر) ثابت قدم رہنے کا اجر و ثواب کھیل اور تجارت سے بہتر اور بڑھ کر ہے، چنانچہ صحابہ کرام نے اللہ تعالی کے اس فرمان کو قبول کیا، جس کا نتیجہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم خرید و فروخت کرتے اور تجارت میں مصروف رہتے، لیکن

(1) صحیح مسلم (۶۵۳)

(2) اسے بخاری (۴۸۹۹) اور مسلم (۸۶۳) نے روایت کیا ہے۔

جب اللہ کا کوئی حق درپیش ہوتا تو ان کی تجارت انہیں ذکر الٰہی سے نہیں روکتی، بلکہ وہ وقت پر اللہ کا حق ادا کرتے، چنانچہ وہ اپنے آقا و مولا کی اطاعت، اس کی مراد اور محبت کو اپنی مراد اور محبت پر مقدم رکھتے تھے، انہیں اس خوبی سے متصف کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ﴾ **[النور: 37]**

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔(1)

اے مسلمانو! مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے وجوب کی یہ دس دلیلیں ہیں، اللہ تعالی ہم سب کو اسی طرح نماز قائم کرنے کی توفیق دے جس طرح اس نے حکم دیا ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے مغفرت کا خواستگار ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑامہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى.

حمد وصلاۃ کے بعد: آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا ایمان کی شاخ اور دین داری کی علامت ہے، چنانچہ تمام دکانداروں اور کاروباریوں پر واجب ہے کہ جب نماز کی ندا لگائی جائے تو مسجد جانے کی جلدی کریں، اسی طرح

(1) اس حدیث کی یہ شرح میں نے "الدرر السنية" ویب سائٹ سے اخذ کیا ہے۔

جو حضرات کسی انتظامی میٹنگ میں ہوں، ان پر بھی یہ واجب ہوتا ہے، اور جو حضرات ان اجتماعات کو منعقد کرتے ہیں، ان پر یہ واجب ہے کہ اذان ہوتے ہی اپنا اجتماع برخواست کردیں، نماز ادا کریں اور پھر نماز سے فارغ ہو کر اجتماع جاری رکھیں، کیوں کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا کوئی ثانوی اور اختیاری چیز نہیں، بلکہ اللہ کا حکم ہے، بغیر کسی ضرورت کے باجماعت نماز کو ترک کرنا جائز نہیں، (جن ضرورتوں کی وجہ سے جماعت ترک کی جاسکتی ہے وہ یہ ہیں:) حراست ونگہبانی، سفر کے لئے قافلہ (ٹرین یا جہاز پکڑنا)، بیمار یا مصیبت زدہ کی جان بچانا، خوف، بارش، یا سخت آندھی اور طوفان۔

اللہ کے بندو! جماعت سے مراد پہلی جماعت ہے، جس کے لئے اذان دی جاتی اور اقامت کہی جاتی ہے، بعض لوگ -اللہ انہیں ہدایت دے- پہلی جماعت سے پیچھے رہنے کے عادی نظر آتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسجد میں دوسری اور تیسری ...جماعتوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جس کے نتیجے میں ایک جماعت کے بجائے مختلف جماعتوں میں لوگ نماز ادا کرتے ہیں، ہم اللہ سے ہی اس کی شکایت کرتے ہیں (1)۔

اے مسلمانو! جو مسلمان اپنے ایمان میں سچا ہو، اس پر یہ واجب ہوتا ہے کہ نماز کی کماحقہ قدر اور تعظیم کرے، اسے اس کا مقام دے، یہ جان رکھے کہ اللہ تعالی اسے مال ودولت اور تجارت ومعیشت کے ذریعہ آزماتا ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَٰلُكُمْ وَلَآ أَوْلَـٰدُكُمْ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَـٰسِرُونَ ۝٩﴾ **[المنافقون: 9]**

ترجمہ: اے مسلمانو! **تمہارے مال** اور تمہاری اولاد **تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں۔** اور

---

(1) اس موضوع پر مزید تفصیلات کے لئے رجوع کریں: "أهمية صلاة الجماعة في ضوء النصوص وسير الصالحين"، فضل الہی ظہیر، ناشر: مؤسسة الجريسي-رياض

جو ایسا کریں وہ بڑے ہی زیاں کار لوگ ہیں۔

نیز فرمایا: ﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ ﴿٣٦﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَٰرَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلْقُلُوبُ وَٱلْأَبْصَٰرُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ ٱللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا۟ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾﴾ **[النور: 36-38]**

ترجمہ: ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ **ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت** اللہ کے ذکر سے اور نماز کے قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے سے **غافل نہیں کرتی**۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی [37] اس ارادے سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلے دے بلکہ اپنے فضل سے اور کچھ زیادتی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے [38]۔

ان آیتوں میں اللہ تعالی نے خرید وفروخت کی وجہ سے نماز میں غفلت برتنے سے متنبہ کیا ہے، نیز یہ تنبیہ بھی فرمائی ہے کہ رزق اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے بے حد وحساب رزق عطا کرتا ہے، اس لئے یہ سمجھنا چاہئے کہ نماز رزق کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے، نہ اس سے رزق کا راستہ مسدود ہوتا ہے، بلکہ اس سے رزق کا دروازہ کھلتا ہے، روزی میں برکت، نشو ونما اور اضافہ ہوتا ہے، جو شخص اس کے برخلاف سوچے تو وہ اپنے پروردگار کے تئیں بدگمان ہے۔

اے مومنوں کی جماعت! ہم آج کا خطبہ سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ تعالی کے اس فتوی کے ساتھ ختم کرتے ہیں، جس میں آپ فرماتے ہیں: "....جہاں کہیں بھی اذان دی جائے وہاں جماعت کے ساتھ اللہ کے گھروں میں نماز ادا کرنا مردوں پر واجب ہے، حکومت اور علماء ودعاۃ کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی بھی دکاندار اور تاجر وغیرہ کو جماعت سے پیچھے رہنے کی اجازت دیں، شرعی دلائل پر عمل (کرنے کا یہی تقاضہ ہے)، نیز اللہ نے مومنوں پر جماعت

کے ساتھ مساجد میں نماز ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے، اس واجب کی ادائیگی میں ان کی اعانت (کا بھی یہی تقاضہ ہے)، اور اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں مومنوں کی جو صفت بیان کی ہے، اس پر عمل کرنے کا بھی یہی تقاضہ ہے:﴿وَٱلْمُؤْمِنُونَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍۚ يَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنكَرِ﴾ **[التوبة: 71]**

ترجمہ: مومن مرد وعورت آپس میں ایک دوسرے کے (مددگار ومعاون اور) دوست ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا(1)۔

عباد الله! إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى، وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي، يعظكم لعلكم تذكرون، فاذكروا الله العظيم يذكركم، واشكروه على نعمه يزدكم، ولذكر الله أكبر، والله يعلم ما تصنعون.

---

(1) دیکھیں:" مجموع فتاوی ومقالات متنوعۃ"(۳۰/۱۰۴-۱۰۵)

عنوان: نمازِ جمعہ کی دس خصوصیات اور فضیلتیں

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمانو ! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو۔ جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی مخلوقات کا پالنہار ہے، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ جس مخلوق کو چاہتا ہے عظمت و مرتبت سے نوازتا ہے، خواہ وہ افراد ہوں، جگہیں ہوں، اوقات ہوں یا عبادات ہوں ۔اس کے پس پردہ اللہ کی حکمت کارفرما ہوتی ہے جسے وہی جانتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے :﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ﴾ **[القصص: 68]**

ترجمہ : اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اور بلاشبہ اللہ تعالی نے نمازوں میں جمعہ کی نماز کو منتخب کیا اور اسے بعض خصوصیات سے متصف کیا ہے، اس کے لئے بعض سنتوں اور مستحبات کو مشروع قرار دیا ہے؛ جن میں سے چند اہم سنن اور مستحبات درجہ ذیل ہیں:

۱ .نماز جمعہ اسلام کے اہم ترین فرائض اور مسلمانوں کے عظیم ترین اجتماعات میں سے ایک ہے۔

۲ .نماز جمعہ کی سنتوں میں سے اس کے لئے غسل کرنا ہے اور یہ نہایت ہی تاکیدی حکم ہے۔ اسی طرح خوشبو لگانا، مسواک کرنا اور خوبصورت لباس زیب تن کرنا بھی جمعہ

کی سنتوں میں سے ہیں۔ ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا، پھر خوبصورت ترین لباس میں ملبوس ہوا، اور اگر میسر ہوا تو اس نے خوشبو بھی لگایا، پھر اطمینان و سکون کے ساتھ جمعہ کے لئے نکل پڑا اور کسی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور نہ ہی کسی کو گزند پہنچایا، پھر جتنا نصیب میں تھا اس نے کچھ نوافل ادا کی، پھر امام کے آنے کا انتظار کیا تو دو جمعہ کے مابین اس کے کئے ہوئے گناہوں کی بخشش ہو جاتی ہے"(1)۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور جس قدر ممکن ہو صفائی کر کے تیل لگائے یا اپنے گھر کی خوشبو لگا کر جمعہ کیلیے نکلے اور دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ کرے (جو مسجد میں بیٹھے ہوں) پھر جتنی نمازیں اس کی قسمت میں ہوں ادا کرے اور جب امام خطبہ دینے لگے تو وہ خاموش رہے، ایسے شخص کے وہ گناہ جو اس جمعہ سے دوسرے جمعہ کے درمیان ہوں؛ سب بخش دیئے جائیں گے"(2)۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا :"ہر ایک بالغ شخص پر جمعہ کے دن غسل کرنا واجب ہے اور یہ کہ وہ مسواک کرے اور اگر خوشبو میسر ہو تو اسے بھی لگائے"(3)۔

---

(1) اسے احمد (۵/ ۴۲۰) نے روایت کیا ہے اور زاد المعاد کے محققین نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(2) اس حدیث کو امام بخاری نے کتاب الجمعہ کے اندر "جمعہ کے لیے تیل لگانے کے بیان میں" اور "جمعہ کے دن دو لوگوں کے درمیان تفریق نہ کرنے کے بیان میں" روایت کیا ہے۔

(3) بخاری: ۸۸۰، مسلم: ۸۴۶

۳. نماز جمعہ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ اس کے لیے کچھ خاص لباس رکھا جائے، اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن عوام سے خطاب فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ انہوں نے (روز مرہ استعمال کی) چادریں اوڑھ رکھی ہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" :کیا حرج ہے کہ تم میں سے کسی آدمی کے پاس گنجائش ہو تو وہ روزمرہ کے کام کاج کے کپڑے کے علاوہ جمعہ کے لیے خاص طور پر کپڑے تیار کرلے"(1)۔

مذکورہ بالا احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے سب سے خوبصورت لباس زیب تن کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

۴. نماز جمعہ کی مستحبات میں یہ بھی ہے کہ مسجد کو معطر کیا جائے، چنانچہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ نصف النہار کے وقت ہر جمعہ کو مسجد نبوی کے اندر عود سے عطر بیزی کی جائے"(2)۔

۵. نماز جمعہ کی ایک سنت یہ بھی ہے کہ اس کے لئے جلدی کی جائے اور پیدل چل کر جایا جائے اور یہ سب سے افضل سواری ہے اور ثواب کے معاملے میں ان دونوں کے درمیان کوئی مقابلہ ہی نہیں ہے۔ اوس بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور غسل کرایا، سویرے پہنچا، شروع سے خطبے میں شریک رہا، امام کے قریب بیٹھا اور بہ غور خطبہ سنا

---

(1) ابوداود:۱۰۷۸، ابن ماجہ:۱۰۹۵

(2) ابویعلی نے المسند:۱۹۰ میں اس کو روایت کیا ہے اور اس کی سند کو ابن کثیر رحمہ اللہ نے حسن قرار دیا ہے جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب "الثمر المستطاب":۲/۵۸۶ میں ہے۔

اور خاموش رہا تو اس کے ہر قدم کے بدلے اسے ایک سال کے روزے اور ایک سال کے قیام کا ثواب ملے گا"(1)۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان : (غَسَّلَ) "غسل کرایا" کے معنی ہیں:" اپنی بیوی سے جماع کیا"۔ جیسا کہ اس کی تفسیر امام احمد نے کی ہے۔ اور اس کی حکمت بھی ظاہر ہے، وہ یہ کہ جماع سے انسانی نفس کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے جو کہ نماز میں مصلی کیلئے باعث راحت ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ:" غَسَلَ واغْتَسَلَ یعنی اپنے سر کو دھویا اور غسل کیا، کیونکہ لوگ سَروں میں تیل لگاتے ہیں اسی لئے غسل کرنے سے قبل سر کو دھونے کی رغبت دی گئی ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جلدی پہنچنے کی فضیلت کے سلسلے میں ایک اور حدیث ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"جو شخص جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح (اہتمام سے) غسل کرے، اور نماز کے لئے جائے، گویا اس نے ایک اونٹ کی قربانی دی، اور جو شخص دوسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے گائے کی قربانی دی، اور جو شخص تیسری گھڑی میں جائے تو گویا اس نے سینگ دار مینڈھا بطور قربانی پیش کیا، اور جو چوتھی گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں گھڑی میں جائے تو گویا اس نے ایک انڈا اللہ کی راہ میں صدقہ کیا پھر جب امام خطبہ کے لئے آ جاتا ہے تو فرشتے خطبہ سننے کے لیے مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں"(2)۔

---

(1) ترمذی:۴۵٦ نے اس کو روایت کیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(2) بخاری: ۸۳۲، مسلم: ۱۴۰۳

٦ . نماز جمعہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو اس کی ادائیگی کیلئے (مسجد آئے) اس کے لئے امام کے منبر پر آنے سے قبل (نفلی) نماز پڑھنا مستحب ہے، اور زوال کے وقت بھی نماز ادا کرنا مکروہ نہیں ہے اس کی دلیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جس کا ابھی ابھی تذکرہ ہوا : "پھر اس کی قسمت میں جتنی نمازیں ہوں ان کو ادا کرے "۔یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے جس کو امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

٧ . نماز جمعہ کی سنتوں میں یہ بھی ہے کہ خطبہ کے دوران خاموش رہا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :"امام کے خطبہ کے دوران اگر آپ نے اپنے کسی ساتھی سے خاموش رہنے کے لیے کہا تو آپ نے لغو کام کیا"(1)۔

٨ . نماز جمعہ کی ایک فضیلت یہ ہے کہ اس کی ادائیگی اس جمعہ اور اس سے ما قبل جمعہ کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہے جب تک کہ بڑے گناہوں کا ارتکاب نہ کیا ہو، اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" پانچوں نمازیں اور ہر جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیانی مدت کے گناہوں کا کفارہ (ان کو مٹانے والے) ہیں جب تک کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے"(2)۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :"جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح وضو کیا، پھر جمعہ کے لیے آیا اور بغور خاموشی سے

(1) بخاری:۹۳۴ اور مسلم:۸۵۱ نے اس حدیث کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) مسلم:۲۳۳

خطبہ سنا؛ اس کے لئے پچھلے جمعہ سے لے کر اس جمعہ تک کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں اور تین دن زائد بھی اور جو (بلا وجہ) کنکریوں کو ہاتھ لگاتا رہا (ان سے کھیلتا رہا) اس نے لغو اور فضول کام کیا"[1]۔

۹. نماز جمعہ کی ایک خصوصیت دونوں رکعتوں میں سورۃ الجمعہ اور سورۃ المنافقون یا سورۃ الاعلی اور سورۃ الغاشیہ کا پڑھنا ہے۔ کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو جمعہ کی نماز میں پڑھتے تھے[2]۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے جمعہ کے روز دونوں سورتوں (جمعہ و منافقون) کے پڑھنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرمایا: "یہ سورت اس نماز (نماز جمعہ) کی ادائیگی اور اس کے لیے جلد بازی کرنے، نماز جمعہ کی ادائیگی میں رکاوٹ ڈالنے والے کاموں کو ترک کرنے اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے کے حکم پر مشتمل ہے، تاکہ لوگوں کو دارین میں کامیابی و کامرانی حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالی کے ذکر کو بھلا دینا دنیا و آخرت میں تباہی و ہلاکت کا باعث ہے، اور دوسری رکعت میں سورۃ" اذاجاءک المنافقون "پڑھی جاتی ہے، تاکہ امت اسلامیہ کو ہلاکت خیز نفاق سے ڈرایا جائے،اس بات پر متنبہ کیا جائے کہ لوگوں کے مال و اولاد انہیں نماز جمعہ کی ادائیگی اور ذکر الہی سے دور نہ کر دیں، اوراگر لوگوں نے ایسا کیا تو یقینا انہوں نے گھاٹے کا سودا کیا۔ اسی طرح اس سورہ کی تلاوت اس لئے کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو اس انفاق فی سبیل اللہ پر ابھارا جائے جو سعادت مندی کے بڑے مراتب میں سے ایک ہے۔ اور اچانک حملہ آور ہونے والی موت سے لوگوں کو

---

(1) مسلم:۸۵۷

(2) مسلم:۸۷۷ نے اس کو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آگاہ کیا جائے اس حال میں کہ لوگ اس سے مہلت مانگ رہے ہوں اور واپسی کی تمنا کر رہے ہوں اور ان کی مانگ پر ذرا بھی توجہ نہ دی جائے(1)۔ انتہیٰ۔

۱۰. نماز جمعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے ترک کرنے پر ایسی وعید آئی ہے جو عصر کی نماز کے علاوہ کسی دوسری نماز کے تعلق سے نہیں آئی ہے۔ ابوجعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جو شخص بلا کسی عذر شرعی کے معمولی سمجھتے ہوئے تین جمعہ مسلسل چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے دل پر مہر ثبت کر دیتا ہے"(2)۔

۱۱. نماز جمعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ لوگوں کی گردنیں پھلانگنے اور نماز جمعہ کے دوران لغویات میں مصروف رہنے کے سلسلے میں سخت(وعید) آئی ہے کیونکہ ان حرکتوں کی وجہ سے لوگوں کی خاموشی ٹوٹ جاتی ہے اور دوران خطبہ لوگ خطبہ سننے کے بجائے بات کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس نے لغو عمل انجام دیا اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگا تو ایسا کرنے کی وجہ سے اس کو(جمعہ کے بجائے) ظہر کی نماز کا ثواب ملے گا"(3)۔یعنی وہ شخص جمعہ کے ثواب سے محروم ہو گا۔

---

(1) زاد المعاد: ۴۲۲/۱-۴۲۳، سے معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ۔

(2) احمد: ۴۲۵/۳ وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور مسند کے محققین نے اس کو حسن قرار دیا ہے: ۱۵۴۹۸

(3) ابو داود: ۳۴۷ نے اس کو روایت کیا ہے اور صحیح ابو داود میں علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

چنانچہ نماز جمعہ کے لئے آنے والے لوگوں پر خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ کیونکہ یہ اللہ تعالی کے عظیم شعائر میں سے ہے، امام کے خطبہ کے دوران اعضائے جسم کو بلاوجہ کی حرکتوں سے روکے رکھنا؛ اس کی تعظیم کا حصہ ہے، جیسے کنکر وغیرہ چھونا، زمین پر لکیر کھینچنا اور مسواک کرنا وغیرہ ۔ اسی طرح خاموشی اختیار کرنا بھی اس کی تعظیم میں شامل ہے، ورنہ انسان گناہ گار ہوگا، جمعہ کے ثواب سے محروم ہوگا اور اس کی نماز جمعہ ظہر میں تبدیل ہوجائے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:"امام کے خطبہ کے دوران اگر تم نے اپنے کسی ساتھی کو خاموش رہنے کے لیے کہا تو تم نے لغو کام کیا"(1)۔

۱۲ .نماز جمعہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد چار رکعات نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"جس شخص نے نماز جمعہ ادا کی، اسے چاہئے کہ اس کے بعد چار رکعت نوافل ادا کرے"(2)۔

۱۳ .صلاۃ جمعہ کی خصوصیات میں وہ بھی شامل ہے جسے امام ابنِ قیم رحمہ اللہ نے بیان فرمایا کہ: "نماز جمعہ دیگر فرض نمازوں کے مابین ایسی خصوصیات سے متصف ہے جو دیگر نمازوں میں نہیں پائی جاتیں جیسا کہ اجتماع، مخصوص تعداد، اقامت و سکونت، ملک میں رہنے اور بہ آواز بلند تلاوت کرنے کی شرطیں"(3)۔ انتہیٰ۔

---

(1) اسے بخاری (۹۳۴) اور مسلم (۸۵۱) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) مسلم: (۸۸۱)

(3) زاد المعاد: ۱/ ۳۹۷

اے اللہ کے بندو !یہ چند ایسی خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے نماز جمعہ دوسری نمازوں سے ممتاز قرار پاتی اور اللہ کے نزدیک عظیم رتبہ ومنزلت سے سرفراز ہوتی ہے ۔لہذا ہمیں ان خصلتوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اللہ سے مدد طلب کرنی چاہئے اور ان اعمال پر اللہ سے اجر وثواب کی امید رکھنی چاہئے۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے نوازے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اللہ سے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا، بڑامہربان ہے۔

دوسراخطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک ایسا حکم دیا ہے جس کا آغاز اپنی ذات سے کیا، پھر اپنے فرشتوں کو اس کا حکم دیا اور اس کے بعد انس وجن کے تمام مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦﴾ [الأحزاب: 56]

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت وسلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، اور اپنے دین کی حفاظت فرما۔

ترجمہ:طارق بدر سنابلی

موضوع: ماہ محرم کی عظمت اور صوم عاشوراء کی فضیلت

پہلا خطبہ:

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ.

حمد وثنا کے بعد!

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ مخلوق پر اللہ کی ربوبیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے بعض اوقات کا انتخاب فرمایا اور انہیں دیگر اوقات پر عظمت وبرتری عطا فرمائی، ان اوقات میں سے محرم کا مہینہ بھی ہے، یہ ایک مہتم بالشان اور بابرکت مہینہ ہے، ہجری سال کا یہ پہلا مہینہ ہے، یہ ان حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا:﴿إِنَّ عِدَّةَ ٱلشُّهُورِ عِندَ ٱللَّهِ ٱثۡنَا عَشَرَ شَهۡرٗا فِي كِتَٰبِ ٱللَّهِ يَوۡمَ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَ مِنۡهَآ أَرۡبَعَةٌ حُرُمٞۚ ذَٰلِكَ ٱلدِّينُ ٱلۡقَيِّمُۚ فَلَا تَظۡلِمُواْ فِيهِنَّ أَنفُسَكُمۡۚ﴾ [التوبة: 36]

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے، اسی دن سے جب سے آسمان وزمین کو اس نے پیدا کیا ہے اس میں سے چار حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

(تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو) یعنی ان حرمت والے مہینوں میں، کیوں کہ دیگر مہینوں کے بالمقابل ان میں گناہ کی سنگینی زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

فرمان الہی: (تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو) کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: تمام مہینوں میں (اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو)، پھر اللہ نے ان میں سے چار مہینوں کو خاص کیا اور انہیں حرمت والا قرار دیا، ان کی حرمتوں کو باعظمت ٹھہرایا، ان میں کئے جانے والے گناہ کو زیادہ سنگین بتایا اور ان میں انجام دئے جانے والے نیک اعمال کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا دیا۔ انتہی

فرمان الہی: (تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو) کی تفسر میں قتادہ فرماتے ہیں: حرمت والے مہینوں میں ظلم کرنے کا گناہ دیگر مہینوں کے بالمقابل کہیں زیادہ بڑا اور سنگین ہوتا ہے، یہ اور بات ہے کہ ظلم ہر حال میں ایک سنگین جرم ہے، لیکن اللہ تعالی جس چیز کی چاہتا ہے عظمت بڑھا دیتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں: اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ بندوں کو منتخب فرمایا، فرشتوں میں سے کچھ کو اپنے سفیر کے طور پر اور انسانوں میں سے کچھ کو رسول وپیغمبر کے طور پر منتخب فرمایا، روئے زمین سے مسجدوں کا انتخاب کیا، مہینوں میں سے رمضان اور حرمت والے مہینوں کو چنا، دنوں میں سے جمعہ کے دن کا انتخاب کیا، راتوں میں سے شب قدر کو منتخب کیا، اس لئے آپ لوگ بھی ان کی تعظیم کیجئے جن کو اللہ نے باعظمت بنایا ہے، کیوں کہ اصحابِ فہم وفراست کے نزدیک تمام چیزوں کی عظمت کا معیار وہی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے اس کی تعظیم کی ہے۔ یہ قول اختصار کے ساتھ ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر سے نقل کیا گیا ہے۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "... سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے، ان میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ تین تو لگاتار یعنی ذی قعدہ، ذی الحجۃ اور محرم

اور چوتھا رجب مضر جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں پڑتا ہے"(1)۔

ماہ محرم کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ وہ حرمت والا مہینہ ہے، اس کی حرمت اور عظمت کی تاکید کے طور پر۔

رجب مضر کو اس نام سے اس لئے موسوم کیا جاتا ہے کہ قبیلہ مضر اس مہینہ کو اپنی جگہ سے نہیں پھیرتا تھا، بلکہ اس کے وقت پر ہی اس کا شمار واعتبار کرتا تھا، بر خلاف دیگر قبائل عرب کے ،وہ جنگی حالات کے پیش نظر حرمت والے مہینوں کو ان کے حقیقی اوقات سے پھیر دیتے تھے، ان کا یہ عمل النسیء کے نام سے جانا جاتا ہے۔

اللہ تعالی نے ان مہینوں کو جس مقام و مرتبہ اور حرمت و عظمت سے سرفراز کیا ہے، اس کا خیال رکھنا چاہئے ، مثال کے طور پر ان مہینوں میں جنگ کرنا حرام ٹھہرایا ہے اور ان میں معصیت اور گناہ کے کاموں سے تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

اے مسلمانو! ماہ محرم میں کثرت سے نفلی روزے رکھنے کی فضیلت ثابت ہے، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے روزوں کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والے روزے محرم کے ہیں جو اللہ کا مہینہ ہے (2)۔

ماہِ محرم کو اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے: (اللہ کا مہینہ محرم)، جو اس کی عظمت کی دلیل ہے۔

اے مومنو! مخلوق پر اللہ کی ربوبیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے کچھ دنوں کو منتخب فرمایا اور ان میں انجام دی جانے والی عبادتوں کو دیگر ایام پر عظمت وبرتری عطا کی، انہی ایام میں سے

---

(1) اسے بخاری (۳۱۹۷) اور مسلم (۱۶۷۹) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے مسلم (۱۱۶۳) نے روایت کیا ہے۔

عاشوراء (دسویں محرم) کا دن بھی ہے، اسلامی کیلنڈر کے حساب سے ہجری سال کے ماہِ محرم کا یہ دسواں دن ہے، اس دن کی عظمت کا ایک پر لطف پس منظر ہے، وہ یہ کہ جب اللہ تعالی نے اپنے نبی موسی علیہ السلام کو غرق آبی سے بچایا اور فرعون کو اس کی قوم سمیت غرق آب کر دیا، تو موسی علیہ السلام نے اس نعمت پر اللہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دسویں محرم کو روزہ رکھا، اس کے بعد اہل کتاب -یہود و نصاری- نے بھی یہ روزہ رکھنا شروع کر دیا، پھر زمانہ جاہلیت کی وہ عرب اقوام بھی یہ روزہ رکھنے لگیں جو بت پرست تھیں، اہل کتاب نہیں، چنانچہ مکہ میں قبیلہ قریش اپنے جاہلی دور میں اس دن کا روزہ رکھا کرتا تھا، پھر جب رسول ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو اس دن کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اس کی وجہ دریافت کی: تم اس دن کیوں روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا: یہ بڑی عظمت والا دن ہے، اسی دن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی تھی اور آل فرعون کو غرق کیا تھا۔ اس کے شکر میں موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کا تم سے زیادہ قریب ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا اور صحابہ کو بھی اس کا حکم فرمایا(1)۔

بلکہ یہود اس دن عید مناتے تھے، اپنی عورتوں کو زیور پہناتے تھے اور ان کو (خوبصورت لباس پہنا کر) سنوارتے تھے اور سنگارتے تھے(2)۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: یہود و نصاری بھی عاشوراء کے دن کی تعظیم کیا کرتے تھے(3)۔

---

(1) اسے بخاری (۲۰۰۴) اور مسلم (۱۱۳۰) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے مسلم (۱۱۳۱) نے روایت کیا ہے، اس باب میں ابو موسی رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے، جسے بخاری (۲۰۰۵) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے مسلم (۱۱۳۴) نے روایت کیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے لوگ عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے باقی رکھا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا لیکن جب رمضان کا روزہ فرض ہوا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جس کا جی چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو نہ چاہے نہ رکھے (1)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: اسی دن قریش کعبہ کو غلاف پہناتے تھے (2)۔ یعنی اس پر کپڑے وغیرہ کا غلاف ڈال کر اس کی تعظیم کا مظہر پیش کرتے تھے۔

جب اللہ تعالی نے رمضان کے روزے فرض کیے تو نبی ﷺ نے مسلمانوں کو یہ خبر دیا کہ جو چاہے عاشوراء کا روزہ رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے وہ نہ رکھے۔ یعنی عاشوراء کا روزہ رمضان کے روزوں کی طرح فرض نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مستحب روزہ ہے۔ چنانچہ جو شخص یہ روزہ رکھے گا وہ ان شاء اللہ اجر عظیم سے سرفراز ہوگا۔ ایک شخص نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ: آپ کیسے روزہ رکھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”ہر ماہ کے تین روزے اور رمضان کے روزے ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہیں، یوم عرفہ کے روزہ کے بارے میں مَیں اللہ سے امید کرتا ہوں کہ وہ گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا، اور **اللہ سے یہ امید بھی**

---

(1) اسے بخاری (۲۰۰۲) اور مسلم (۱۱۲۵) نے روایت کیا ہے، اس باب میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی حدیث مروی ہے، جسے بخاری (۱۸۹۲) اور مسلم (۱۱۲۶) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۱۵۹۲) نے روایت کیا ہے۔

کرتا ہوں کہ یوم عاشورہ (دس محرم الحرام) کا روزہ گزشتہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو گا"(1)۔

وہ تمام صغیرہ گناہ جو انسان سے گزشتہ سال کے اندر سرزد ہوا کرتے ہیں، ان تمام گناہوں کو اللہ تعالی اس دن کے روزہ سے معاف کر دیتا ہے، یہ اللہ تعالی کا فضل و کرم ہے کہ وہ ایک دن کے روزہ کے ذریعہ پورے سال کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے، رہی بات کبیرہ گناہوں کی تو سچی توبہ سے ہی یہ گناہ معاف ہوتے ہیں، اللہ تعالی بڑا افضل و کرم والا ہے۔

اے مسلمانو! عاشورا کے روزہ کی اسی منزلت و مرتبت کے پیش نظر نبی ﷺ اس روزہ کا بہت زیادہ اہتمام کیا کرتے تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو **سوائے عاشوراء کے دن کے** اور اس رمضان کے مہینے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص طور سے قصد کر کے روزہ رکھتے نہیں دیکھا(2)۔

سلف صالحین کی ایک جماعت سفر کے دوران بھی عاشوراء کا روزہ رکھتی تھی، تاکہ یہ فضیلت ان سے فوت نہ ہو جائے، ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سلف کی ایک جماعت دورانِ سفر بھی عاشوراء کا روزہ رکھتی تھی، جیسے ابن عباس، ابو اسحاق السبیعی اور زہری۔ زہری کہتے تھے: رمضان (کے فوت شدہ) روزوں کی قضا دوسرے دنوں

(1) اسے مسلم (۱۱۶۲) نے ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (۲۰۰۶) اور مسلم (۱۱۳۲) نے روایت کیا ہے۔

میں کی جاسکتی ہے، لیکن عاشوراء کی فضیلت فوت ہو گئی (تو قضا نہیں کی جاسکتی)(1)۔ امام احمد نے اس کی صراحت کی ہے کہ عاشوراء کا روزہ سفر میں رکھا جاسکتا ہے۔ ابن رجب رحمہ اللہ کا قول ختم ہوا(2)۔

صحابہ کرام اپنے بچوں کو روزہ کا عادی بنانے کے لئے ان سے عاشوراء کا روزہ رکھواتے تھے، چنانچہ ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عاشورہ کی صبح نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کہلا بھیجا کہ صبح جس نے کھا پی لیا ہو وہ دن کا باقی حصہ (روزہ دار کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر بعد میں بھی (رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی رکھواتے تھے۔ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے دیتے، یہاں تک کہ افطار کا وقت آجاتا(3)۔

اللہ کے بندو! عاشوراء کے روزے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں محرم کا بھی روزہ رکھا جائے، اس کی دلیل نبی ﷺ کی یہ حدیث ہے: "اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو محرم کی نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا"(4)۔ یعنی اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا اور مجھے موت نہیں آئی تو دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھوں گا، لیکن نبی ﷺ اگلے سال کے

(1) اسے بیہقی نے "شعب الایمان" (۳/۳۶۷) میں روایت کیا ہے، طباعت: دار الکتب العلمیة

(2) "لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوظائف": ص ۱۱۰، تحقیق: یاسین محمد السواس، طباعت ۵، ناشر: دار ابن کثیر - دمشق

(3) اسے بخاری (۱۹۶۰) اور مسلم (۱۱۳۶) نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(4) اسے مسلم (۱۱۳۴) نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

عاشوراء سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان یہودیوں کی مشابہت سے بچ سکیں، کیوں کہ یہود دسویں محرم کا روزہ رکھا کرتے تھے، اس لئے نبی کریم ﷺ کو یہ ناپسند ہوا کہ ان کی مشابہت اختیار کریں، لہذا آپ نے اس مشابہت کو دور کرنے کے لئے دسویں تاریخ کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کی رہنمائی فرمائی، یہ شریعت اسلامیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے متبعین اپنی عبادتوں میں دیگر اقوام وملل کے متبعین سے ممتاز ونمایاں ہوتے ہیں۔

اگر کوئی یہ پوچھے: کیا صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب ہے: ہاں، لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے ایک دن قبل بھی روزہ رکھا جائے، یہ نبی ﷺ کی ثابت شدہ سنت ہے: ”اگر میں اگلے سال زندہ رہا تو محرم کی نویں تاریخ کو بھی روزہ رکھوں گا“۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے بہرہ ور فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده.

حمد وصلاۃ کے بعد:

اے مسلمانو! اللہ تعالی نے شب وروز کو ایک عظیم حکمت کے تحت پیدا کیا ہے، اور وہ ہے عمل، معلوم ہوا کہ اللہ نے دن ورات کو یوں ہی بے کار پیدا نہیں کیا، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ وَهُوَ

ٱلَّذِى جَعَلَ ٱلَّيۡلَ وَٱلنَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوۡ أَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ [الفرقان: 62]

ترجمہ: اسی نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ اس شخص کی نصیحت کے لیے جو نصیحت حاصل کرنے یا شکر گزاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔

نیز فرمایا: ﴿ ٱلَّذِى خَلَقَ ٱلۡمَوۡتَ وَٱلۡحَيَوٰةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلًاۚ ﴾ [الملك: 2]

ترجمہ: جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ **تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے کام کون کرتا ہے۔**

ترمذی نے روایت کیا ہے، ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے دن کسی بندے کے دونوں پاؤں نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے: **اس کی عمر کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں ختم کیا**، اور اس کے علم کے بارے میں کہ اس پر کیا عمل کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اسے کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اس کے جسم کے بارے میں کہ اسے کہاں کھپایا"(1)۔

اے مومنو! ان دنوں ہم گزشتہ سال کو الوداع کہہ رہے ہیں جس کا ہم نے مشاہدہ کیا، اور ایک نئے سال کا استقبال کر رہے ہیں، مجھے کوئی بتائے کہ ہم نے گزشتہ سال (کے نامہ اعمال میں) اپنے کون سے اعمال درج کرائے؟ اور نئے سال کے اندر ہم کون سے اعمال کا استقبال کرنے جا رہے ہیں؟ سال نہایت تیزی سے گزر رہے ہیں، اسی سال کو دیکھ لیجئے، ایسے گزر گیا گویا کوئی ایک دن بلکہ ایک گھڑی گزری ہو، اس لئے ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہئے، ہم نے اس سال کے اوقات کو جنت کی قربت اور جہنم سے دوری حاصل کرنے کے لئے کس قدر استعمال کیا؟ ہم نے

(1) اسے ترمذی (۲۴۱۷) نے روایت کیا ہے اور کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اطاعت الٰہی میں کتنی چستی و پھرتی دکھائی؟ ہم نے پورے سال میں کتنی نفلی نمازیں ادا کی اور روزے رکھے؟ ہم نے کتنا صدقہ و خیرات کیا؟ کتنا وقت اللہ تعالی کی یاد میں بسر کیا؟ کتنی دفعہ (نماز کے) اولین وقت میں مسجد گئے؟ کیا ہم گناہوں اور نافرمانیوں سے دامن کش رہے؟ کیا محرمات کو دیکھنے سے ہم نے اپنی نگاہیں پست رکھیں؟ غیبت اور باطل باتوں سے اپنی زبان کو روکے رکھا؟ کیا ہم نے اپنے دلوں کو کینہ کپٹ اور بغض وحسد سے پاک کیا؟ کیا ہم نے اپنے پڑوسیوں، رشتہ داروں اور خادموں کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر کئے؟ ہم نے اپنی خواتین کو حجاب، پردہ، حیاو حشمت کا کتنی بار حکم دیا اور انہیں عریانیت اور اختلاط سے کتنی دفعہ منع کیا؟

اے لوگو! ایک سال کے گزر جانے اور دوسرے سال کا آغاز ہونے سے تین چیزیں واجب ہوتی ہیں:

پہلی: اس بات پر اللہ کا شکر کہ اس نے زندگی میں ایک اور موقع عنایت کیا۔

دوسری: گزشتہ ماہ وسال کی روشنی میں خود احتسابی۔

تیسری: باقی ماندہ ایام کے لئے اپنے نفس کی اصلاح اور درستگی۔

عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: (اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے، تم خود اپنا محاسبہ کرلو، اس سے پہلے کہ تمہیں میزان میں ڈالا جائے، تم خود اپنے آپ کو ناپ تول لو، کیوں کہ کل (قیامت کے دن) تمہارے حساب وکتاب میں اس سے آسانی پیدا ہوگی کہ تم آج خود اپنا محاسبہ کرلو، اور عرضِ اکبر (بڑے حساب وکتاب) کے لئے خود کو مزین اور تیار کرو)(1)۔ اے مسلمانو! اپنے شب وروز کو اعمال صالحہ سے معمور کرلو اس سے پہلے کہ موت درِحیات پر دستک دے بیٹھے۔

• آپ یہ بھی یاد رکھیں- اللہ آپ کے ساتھ رحم کا معاملہ کرے- کہ اللہ نے آپ کو ایک بہت

(1) "مسند الفاروق" (۲/ ۶۱۸) لابن کثیر، تحقیق: عبد المعطی قلعجی، ناشر: دار الوفاء- مصر، طباعت: ۱۴۱۱ھ

بڑے عمل کا حکم دیا ہے، اللہ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

نبی ﷺ نے فرمایا: "جمعہ کا دن تمہارے بہترین دنوں میں سے ہے، لہٰذا اس دن میرے اوپر کثرت سے درود (صلاۃ) بھیجا کرو، اس لیے کہ تمہارے درود مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں"۔

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکوں کو ذلیل وخوار کر، اور دین اسلام کی حفاظت فرما۔

اے اللہ! ہم تیری نعمت کے زوال سے، تیری دی ہوئی عافیت کے پلٹ جانے سے، تیرے ناگہانی عذاب سے اور تیرے ہر قسم کے غصے سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں برص، دیوانگی، کوڑھ اور تمام بری بیماریوں سے۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما، اور عذاب جہنم سے نجات دے۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

عنوان: جمعہ کے دن کی خصوصیات اور فضیلتیں

پہلا خطبہ

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے دلوں میں پیدا کرو، جان رکھو کہ اللہ تعالی اپنی مخلوقات کا پالنہار اور رب ہے، اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ جس مخلوق کو چاہتا ہے عظمت و مرتبت سے نوازتا ہے، خواہ وہ افراد ہوں، یا جگہیں ہوں یا اوقات ہوں، اس کے پیچھے اللہ پاک کی حکمت ہوتی ہے جسے وہی جانتا ہے ، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ﴾ **[القصص: 68]**

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

اللہ تعالی نے لوگوں میں سے انبیائے کرام کو منتخب کیا، انبیاء میں سے اولو العزم رسولوں کو اختیار کیا، جو کہ نوح، ابراہیم، موسی، عیسی اور محمد علیہم الصلاۃ والسلام ہیں، نیز ان پانچ میں سے دو خلیل منتخب فرمائے جو ابراہیم اور محمد ہیں، ان دو خلیلوں میں سے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار فرمایا، چنانچہ آپ تمام انبیاء ورسل سے افضل ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اللہ تعالی نے جن جگہوں کو خصوصی فضیلت دی، ان میں مکہ بھی ہے، جسے اللہ نے ساری روئے زمین سے منتخب فرمایا، اس کے بعد مدینہ کا مقام ہے، مسجد حرام اور مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی نماز کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا دیا۔

جن اوقات کو اللہ نے منتخب فرمایا ان میں جمعہ کا دن بھی ہے، جو تمام دنوں کا سردار ہے، اللہ تعالی نے اسے بہت سی خصوصیات سے متصف فرمایا اور چند اسباب ووجوہات کی بنیاد پر دیگر ایام کے مقابلے میں اسے یک گونہ فضیلت عطا کی، چند اسباب ووجوہات درج ذیل ہیں:

ا-اس دن بڑے بڑے حادثات رونما ہوئے، اوس بن اوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " تمہارے دنوں میں سب سے افضل (بہترین) جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی میں ان کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن صور پھونکا جائے گا، اور اسی دن بیہوشی طاری ہو گی"(1)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بہترین دن جس میں سورج نکلتا ہے جمعہ کا ہے، اسی دن آدم کو پیدا کیا گیا تھا اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی میں انہیں اس سے نکالا گیا (خلافت ارضی سونپی گئی) اور قیامت بھی جمعہ کے دن ہی برپا ہو گی"(2)۔

۲-جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ لوگوں کے یکجا ہونے اور ایک دوسرے کو آغاز وانجام کی یاد دہانی کرانے کا دن ہے، اللہ پاک وبرتر نے ہر امت کے لئے ہفتے میں ایک دن مشروع فرمایا جس میں وہ عبادت کے لئے خود کو فارغ رکھتے اور ایک دوسرے کو آغاز وانجام اور جزاو سزا کی تذکیر کرنے کے لئے یکجا ہوتے تھے، اس اجتماع کے ذریعے وہ اس دن کو یاد کرتے جب سب سے بڑا مجمع اللہ رب العالمین کے سامنے اکٹھا ہو گا، اس غرض وغایت کو پورا کرنے والا سب سے مناسب دن جمعہ ہی تھا، چنانچہ اللہ نے اس امت کی فضیلت اور مقام ومرتبہ کے

(1) اسے ابو داود (۱۰۴۳) نے روایت کیا ہے اور البانی نے " صحیح ابی داود "(۱۰۴۷) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(2) صحیح مسلم (۸۵۴)

پیش نظر اس دن کو ان کے لئے ہی ذخیرہ رکھا، اس دن ان کا اکٹھا ہونا مشروع فرمایا تاکہ وہ اطاعت وعبادت کریں اور تخلیق کی حکمت اور اپنی زندگی کے مقصد کو یاد کریں، دنیا کی چند روزہ زندگی کی حقیقت کو سمجھیں اور اس دن کو یاد کریں جب آسمان وزمین لپیٹ لئے جائیں گے اور تمام چیزیں اسی حالت پر لوٹ جائیں گی جس حالت پر اللہ نے ان کا آغاز کیا تھا، یہ اللہ کا برحق وعدہ اور سچا فرمان ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۃ (الم تنزیل) اور (ھل اَتی علی الِانسان) کی تلاوت کیا کرتے تھے، کیوں کہ ان دونوں سورتوں میں دنیا کے آغاز وانجام، مخلوقات کو میدان حشر میں جمع کرنے اور قبروں سے اٹھا کر انہیں جنت وجہنم میں لے جانے کا تذکرہ کیا گیا ہے(1)۔

۳- جمعہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسی عید ہے جو ہر ہفتے لوٹ کر آتی ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " بے شک یہ عید کا دن ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے اسے عید کا دن قرار دیا ہے، لہٰذا جو کوئی جمعہ کے لیے آئے تو غسل کر کے آئے، اور اگر خوشبو میسر ہو تو لگا لے، اور تم لوگ اپنے اوپر مسواک کو لازم کر لو"(2)۔

۴- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے افضل امت کو اس سے سرفراز فرمایا اور ان کے لئے ہی اسے ذخیرہ رکھا، جو کہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، باقی دیگر امتوں سے اس دن کو اوجھل رکھا، ابوہریرہ اور حذیفہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ ہم سے پہلے تھے اللہ تعالی نے انہیں جمعہ کی راہ سے ہٹا دیا،

(1) یہ ابن القیم کا قول ہے، دیکھیں: زاد المعاد: ۱/۴۲۱-۴۲۲ اختصار اور معمولی تصرف کے ساتھ۔

(2) اسے ابن ماجہ (۱۰۹۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح ابن ماجہ" میں اسے حسن کہا ہے۔

اس لئے یہود کے لئے ہفتے کا دن ہو گیا اور نصاری کے لئے اتوار کا دن۔ پھر اللہ تعالی نے ہمیں (اس دنیا میں لایا) اور جمعہ کے دن کی طرف ہماری رہنمائی فرمادی "(1)۔

۵- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت وفضیلت یہ ہے کہ اس دن جماعت کے ساتھ فجر کی نماز پڑھنا ہفتے کی تمام نمازوں سے بہتر ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک تمام نمازوں میں سب سے افضل یہ ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے "(2)۔

اس فضیلت کا سبب یہ ہے کہ فجر کی نماز پنج وقتہ نمازوں میں سب سے افضل ہے، جمعہ کا دن تمام دنوں سے افضل ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے افضل ہے، اس لئے (جمعہ کی باجماعت نمازِ فجر کو تمام نمازوں پر) یہ مطلق فضیلت حاصل ہے۔

٦- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے اس دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر سورۃ سجدۃ اور دوسری رکعت میں سورۃ انسان کی تلاوت کرنا سنت ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت کے اندر (الم تنزیل) اور دوسری رکعت میں: ﴿ هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا ۝١ ﴾ [الإنسان: 1] کی تلاوت کیا کرتے تھے "(3)۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو فجر کی نماز میں ان دو

---

(1) صحیح مسلم (۸۵٦)

(2) اسے بیہقی نے شعب الإیمان (۲۷۸۳) میں روایت کیا ہے اور البانی نے " صحیح الجامع " (۱۱۱۹) اور الصحیحۃ (۱۵٦٦) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(3) بخاری (۸۹۱)، مسلم (۸۸۰)، مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

سورتوں کی تلاوت اس لئے کیا کرتے تھے کہ اس دن جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے اس کی خبر ان سورتوں میں دی گئی ہے، ان میں آدم کی تخلیق، روز آخرت اور بندوں کے اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور یہ سب جمعہ کے دن رونما ہونے والے واقعات ہیں، چنانچہ ان سورتوں کی تلاوت کے ذریعے امت کو ان واقعات کی تذکیر کرائی جاتی ہے جو اس دن رونما ہوئے یا ہونے والے ہیں۔(1) انتہی۔

۷-جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس دن (خصوصیت کے ساتھ) سورۃ کہف کی تلاوت کی جاتی ہے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے: "جو شخص جمعہ کے دن سورۃ کہف کی تلاوت کرتا ہے اس کے لئے دو جمعہ کے درمیان (کی مدت) نور سے روشن ہو جاتی ہے"(2)۔

۸-جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قبولیتِ دعا کی گھڑی پائی جاتی ہے، جس میں اگر کوئی بندہ مسلم اللہ سے کچھ مانگتا ہے تو اللہ اسے ضرور نوازتا ہے، صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت (گھڑی) آتی ہے کہ جو مسلمان بندہ بھی اس کو پالیتا ہے اور اس میں وہ کسی بھی خیر وبھلائی کا سوال کرتا ہے تو اللہ اسے وہ ضرور عطا فرماتا ہے"، فرمایا کہ: "وہ مختصر گھڑی ہوتی ہے"(3)۔ یعنی بہت تیزی سے گزر جاتی ہے۔

۹-جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت اور فضیلت یہ ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن یا رات میں وفات

---

(1) زاد المعاد: ۱/۳۷۵

(2) اسے حاکم نے "المستدرک" (۲/۳۶۸) میں اور بیہقی (۳/۲۴۹) نے ان کے طریق سے روایت کیا ہے اور البانی نے الإرواء (۳/۹۳) میں اسے صحیح کہا ہے اور راجح قرار دیا ہے کہ یہ حدیث ابو سعید پر موقوف ہے۔

(3) اسے بخاری (۹۳۵) اور مسلم (۸۵۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

پاتا ہے تو اللہ تعالی اسے قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مرتا ہے، اللہ اسے قبر کے فتنے سے محفوظ رکھتا ہے"[(1)]۔

۱۰- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے جو کہ ایک افضل اور بڑی شان و شوکت والی نماز ہے، اللہ تعالی نے قرآن مجید میں خصوصاً اس نماز کے لئے ندا لگانے کا تذکرہ فرمایا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوۡمِ ٱلۡجُمُعَةِ فَٱسۡعَوۡاْ إِلَىٰ ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَذَرُواْ ٱلۡبَيۡعَۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُمۡ تَعۡلَمُونَ ۝٩﴾ **[الجمعة: 9]**

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

۱۱- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صدقہ کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے، عبد الرزاق نے اپنی کتاب "المصنف" میں کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: جمعہ کے دن صدقہ کرنا دیگر تمام دنوں کے صدقہ سے بہتر ہے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "المصنف" میں ان سے روایت کیا ہے کہ: جمعہ کے دن صدقہ کا اجر وثواب کئی گناہ بڑھ جاتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: جمعہ کے دن کا صدقہ دیگر تمام دنوں کے صدقہ سے ممتاز ہے، ہفتہ کے دیگر دنوں کے مقابلے میں جمعہ کے دن صدقہ کرنا اسی طرح ہے جس طرح سال

---

(1) اسے ترمذی (۱۰۸۰) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "أحكام الجنائز" (ص ۴۹-۵۰) میں لکھا ہے کہ حدیث مجموعی طرق کے اعتبار سے حسن یا صحیح ہے۔

کے دیگر مہینوں کے مقابلے میں رمضان میں صدقہ کرنا، میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ –قدس اللہ روحہ- کو دیکھا کہ جب وہ جمعہ کے لئے نکلتے تو گھر میں جو کچھ بھی روٹی وغیرہ ہوتی اسے ساتھ لے لیتے اور راستے میں چھپا کر اسے صدقہ کرتے، میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا: اگر اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگوشی ومناجات سے پہلے صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے، تو اللہ تعالی کی سرگوشی ومناجات سے پہلے صدقہ کرنا زیادہ افضل اور اولی ہے (1)۔ انتہی

۱۲- جمعہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کثرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنا مستحب ہے، کیوں کہ اس دن آپ پر درود بھیجنے کی جو فضیلت ہے وہ دوسرے عمل کی نہیں ہے، وہ اس لئے کہ امت محمدیہ کو اس دنیا میں جو بھی دنیاوی اور اخروی خیر وبھلائی حاصل ہوئی، وہ آپ ہی کے ذریعہ حاصل ہوئی، اس لئے آپ کے شکر وسپاس اور آپ کے حقوق کا ادنی حصہ یہ ہے کہ جمعہ کی رات اور دن میں کثرت سے آپ پر درود وسلام بھیجا جائے، نیز آپ پر درود بھیجنے کے جو معنی ومطلب ہیں ان کو بھی ذہن نشیں رکھا جائے، وہ یہ ہے کہ آپ کے لئے حسنِ تعریف، رفعتِ منزلت اور آسمان وزمین میں آپ کے ذکرِ خیر کی دعا کی جائے۔

جمعہ کے دن کی یہ چند خصوصیات ہیں، جن کی وجہ سے جمعہ کا دن اللہ تعالی اور مخلوق کے نزدیک عظیم مقام ومرتبہ کا حامل اور تمام دنوں کا سردار ہے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

---

(1) زاد المعاد: ۱/ ۴۰۷

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کے لئے جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا مشروع قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ۝٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء،تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

عنوان: رمضان کی دس حکمتیں

پہلا خطبہ

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! میں آپ کو اور خود کو اللہ کے تقوی وخشیت کی وصیت کرتا ہوں، یہی وہ وصیت ہے جو پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو کی گئی، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ **[النساء: 131]**

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس لئے اللہ تعالی سے ڈریں اور اس سے خائف رہیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کریں، جان رکھیں کہ اللہ تعالی کی اپنے بندوں پر یہ رحمت ہی ہے کہ ان کے لئے خیر وبھلائی کے مواقع مہیا کیا، جن میں نیک اعمال پر کئی گنا اجر وثواب ملتا ہے، برے اعمال معاف کئے جاتے ہیں، اور جنت میں مومنوں کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے پیش نظر بندوں کے لئے ماہ رمضان کو مشروع کیا، جس میں طلوع فجر سے غروب آفتاب تک انسان کھانے پینے اور جماع کرنے سے رکا رہتا ہے۔

۱- اللہ تعالی نے بڑی حکمتوں کے پیش نظر روزے کو مشروع کیا ہے[1]، ان میں سب سے بڑی حکمت تقوی کا حصول ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ١٨٣﴾ [البقرة: 183]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔

آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کی مشروعیت کی حکمت یہ ہے کہ تقوی اختیار کیا جائے، تقوی یہ ہے کہ بندہ اپنے اور عذاب الہی کے درمیان بچاؤ کی دیوار قائم کرے، بایں طور کہ اوامر کو بجالائے اور نواہی سے اجتناب کرے۔ جس کے نتیجے میں نفس کو ہر گھڑی اللہ تعالی کو یاد رکھنے کا عادی بن جاتا ہے، چنانچہ روزہ دار قدرت رکھنے کے باوجود نفسانی خواہشات کو ترک کر دیتا ہے، محض اس علم کی بنیاد پر کہ اللہ تعالی اسے دیکھ رہا ہے۔

۲- روزہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ وہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا ذریعہ ہے، کیوں کہ روزہ نام ہے کھانے، پینے اور جماع سے نفس کو باز رکھنے کا، جو کہ بڑی بیش بہا نعمتیں ہیں، لیکن روزے کی حالت میں ان سے باز رہنے سے انسان کو ان کی قدر ومنزلت کا احساس ہوتا ہے، جب انسان ان نعمتوں سے محروم ہوتا ہے تو ان کی اہمیت اور قدر ومنزلت سمجھ میں آتی ہے، چنانچہ حالتِ صیام میں ان سے باز رہنا ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

۳- روزے کی ایک حکمت یہ ہے کہ وہ اللہ کی محرمات کو ترک کرنے کا وسیلہ ہے، کیوں کہ روزہ

---

(1) یہ باب "الإسلام، سوال وجواب" ویب سائٹ(http://islamqa.info/ar/26862)اور شیخ محمد بن صالح بن عثیمین رحمہ اللہ کی کتاب "مجالس شہر رمضان" کے باب المجلس التاسع سے اختصار وتصرف کے ساتھ منقول ہے۔

نفسانی خواہشات کو زیر کرنے اور شدت وحدت اور کبر وغرور سے نفس کو باز رکھنے کا سبب ہے، جس سے انسان کے اندر حق کو قبول کرنے اور لوگوں کے ساتھ نرمی برتنے کی خوبی پیدا ہوتی ہے، جب کہ ہمیشہ شکم سیر اور آسودہ رہنے اور عورتوں سے مباشرت کرنے سے کبر وغرور اور کفران نعمتِ جنم لیتا ہے۔

۴- روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ شہوت پر غلبہ حاصل کرنے میں نفس کی مدد کرتا ہے، کیوں کہ نفس جب شکم سیر ہو تو اس میں شہوت کی خواہش پیدا ہوتی ہے، اور جب وہ بھوکا ہو تو شہوت پسندی سے باز رہتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی نکاح کی طاقت رکھتا ہو تو اسے شادی کر لینا چاہئے کیوں کہ یہ نگاہ نیچا کرتی ہے اور بدکاری سے بچاتی ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھ لے کیوں کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے"(1)۔

۵- روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ وہ مسکینوں کے لئے شفقت ورحمت کا ذریعہ ہے، کیوں کہ روزہ دار جب کچھ دیر کے لیے بھوک کی تکلیف محسوس کرتا ہے تو اس کے ذہن میں ان فقیروں اور مسکینوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جو ہمہ وقت بھوکے پیاسے ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں اس کے اندر فقیر و مسکین کے تئیں رحمت ونرمی پیدا ہوتی ہے، اس کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان پر صدقہ وخیرات کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اس طرح روزہ مسکینوں کے لئے شفقت ورحمت اور سماج میں باہمی الفت ومودت کو رواج دینے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

۶- روزے کی ایک حکمت یہ ہے کہ اس سے شیطان مغلوب اور کمزور ہوتا ہے، انسان کے تئیں اس کا وسوسہ کمزور پڑ جاتا ہے، چنانچہ انسان معصیت کے کام کم کر دیتا ہے، کیوں کہ شیطان ابن

---

(1) اسے بخاری (۵۰۶۵) نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آدم کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے[1]، روزے سے شیطان کا راستہ تنگ ہو جاتا جس سے وہ کمزور پڑ جاتا اور اس کا غلبہ و تسلط کم ہو جاتا ہے، لہذا دلوں میں خیر و بھلائی کے کام کرنے اور گناہوں سے باز رہنے کا داعیہ اور جذبہ امڈنے لگتا ہے۔

۷-روزہ کی ایک حکمت یہ ہے کہ وہ مومن کو کثرت سے اطاعت کے کام کرنے کا عادی بناتا ہے، اس لیے کہ اکثر روزے کی حالت میں انسان کثرت سے اطاعت کے کام کرتا ہے، مثلاً ذکر الہی ، تلاوت قرآن اور نماز ، اس کے نتیجے میں وہ رمضان کے ساتھ دیگر ایام میں بھی ان عبادتوں کو انجام دینے کا عادی ہو جاتا ہے۔

۸-روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے دنیا اور اس کی شہوتوں سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالی کے پاس جو اجر و ثواب ہے اس کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔

۹-روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے پوری دنیا میں اللہ کی عبادت کا مظاہرہ ہوتا ہے، آپ دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا کے تمام مسلمان اس مہینے میں اجتماعی طور پر روزہ رکھتے ہیں، حتی کہ بے روزہ گناہ گار-اللہ کی پناہ- بھی کھلے عام کھانے پینے کی جرات نہیں کرتا، بلکہ کافر بھی مسلمانوں کے احترام میں ان کے سامنے کھانے پینے سے گریز کرتا ہے، بے شک اس سے ایک اہم ترین عبادت کا کھلے طور پر مظاہرہ ہوتا ہے۔

۱۰-روزہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے انسانی جسم کو بہت سے طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں، چنانچہ روزہ دل کی دھڑکن کو درست کرتا ہے، خون کو نقصاندہ چربی، کولسٹرول اور حمضیات سے پاک وصاف کرتا ہے، معدہ کو راحت پہنچاتا ہے، انسان کو موٹاپا سے بچاتا ہے،

---

(1) اسے بخاری (۲۰۳۹) اور مسلم (۲۱۷۵) نے صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

جسم میں جو زہریلے مواد جمع ہو جاتے ہیں، ان کو خارج کرنے میں مدد کرتا ہے، بلڈ پریشر اور ذیابطیس (SUGAR) کا توازن بحال رکھتا ہے۔

یہ وہ دس حکمتیں ہیں جو روزے کی مشروعیت میں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں رمضان کے روزے اسی طرح رکھنے کی توفیق دے جس طرح اسے پسند ہے، اپنے ذکر و شکر اور حسنِ عبادت پر ہماری مدد فرمائے۔

اللہ تعالی ہمیں اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، ہمیں اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے ہر گناہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے استغفار کریں، یقیناوہ خوب توبہ قبول کرنے والا اور بہت معاف کرنے والا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

آپ جان رکھیں - اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ تھا کہ جب نیا چاند دیکھتے تو فرماتے: "اللهم أهِلَّه علينا باليُمن والإيمان والسلامة والإسلام، رَبِّي وربُّك الله"(1)۔

(یعنی: اے اللہ! تو اسے ہم پر طلوع کر امن، ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ، (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے)۔

آپ جب بھی نیا چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے، خواہ رمضان کا چاند ہو یا کسی اور مہینے کا، ہمیں بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئے، بطور خاص اس لئے کہ اس دعا میں عمل صالح پر اللہ کی مدد طلب کی گئی ہے۔

---

(1) اسے احمد (۱/۱۶۲) نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، اور المسند کے محققین نے حدیث نمبر (۱۳۹۷) کے تحت اسے شواہد کی روشنی میں حسن کہا ہے۔

اے اللہ کے بندو! جب اللہ تعالی بندے پر یہ انعام کرتا ہے کہ اسے یہ مہینہ مل جائے، تو اسے یہ جاننا چاہئے کہ یوں ہی بے کار اللہ نے اس سے نہیں نوازا ہے، بلکہ آزمائش کے طور پر نوازا ہے تاکہ جان سکے کہ کیا وہ رمضان کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے یا نہیں، جسے روزے رکھنا، قیام اللیل کرنا اور اپنے نفس کو راہ مستقیم پر قائم ودائم رکھنا۔

لہذا عبادت میں خوب محنت ولگن سے کام لیجئے، نیکیوں میں اپنی سرگرمی دکھایئے، کیوں کہ رمضان گنتی کے چند دنوں پر مشتمل ہے، پھر وہ ہم سے جدا ہو جائے گا، اور راہ زنوں اور انسانی شیطانوں سے ہوشیار رہیئے جو شہوت کی پیروکاری کرتے ہیں، جو رمضان میں بھی لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، بایں طور کہ غفلت میں ڈالنے والے پروگرامز نشر کرتے اور اخلاق سوز سیریلز چلاتے ہیں۔

سلف صالحین کا وطیرہ تھا کہ وہ رمضان میں درس وتدریس کو بھی ترک کر دیا کرتے تھے تاکہ صیام وقیام، ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کے لئے خود کو فارغ رکھ سکیں، بھلا اس شخص کا عمل کیسے درست ہو سکتا ہے جو ان چاروں بنیادی اعمال سے پہلو تہی کرتے ہوئے لہو ولعب میں مشغول ہو جائے؟!

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ **[الأحزاب: 56]**

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

اللهم صل وسلم على نبينا محمد وآله وصحبه.

موضوع: ماہِ رمضان کی تیس خصوصیات

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد و ثنا کے بعد!

اے مسلمانو! میں آپ کو اور خود کو اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں، یہی وہ وصیت ہے جو پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو کی گئی، فرمان باری تعالی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ **[النساء: 131]**

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اس لئے اللہ تعالی سے ڈریں اور اس سے خائف رہیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کریں، جان رکھیں کہ اللہ تعالی جو چاہتا ہے اپنے اختیار سے پیدا کرتا ہے، جیسا اس عزیز و برتر کی حکمت کا تقاضہ ہوتا ہے، چنانچہ اس نے بعض فرشتوں کو بعض پر فوقیت دی، بعض کتابوں کو بعض پر برتری عطا کی، بعض انبیاء کو بعض دیگر انبیاء پر فضیلت بخشی، بعض جگہوں اور وقتوں کو بعض پر فوقیت دی، اسی طرح ماہ رمضان کو دیگر مہینوں پر برتری عطا فرمائی، یہ بندوں کے تئیں اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے ان کے لئے خیر و بھلائی کے مواقع مہیا فرمائے، جن میں نیکیوں کے اجر و ثواب کئی گنا بڑھا دیئے جاتے ہیں، برائیاں مٹائی جاتی ہیں، اور جنت میں درجات بلند کئے جاتے ہیں۔

جان رکھیں کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے پیش نظر جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے، چنانچہ بعض فرشتوں کو بعض پر فضیلت بخشی، بعض کتابوں کو بعض پر برتری عطا کی، بعض نبیوں کو بعض پر فوقیت دی، بعض وقت اور بعض مقام کو بعض پر فضیلت عطا کی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ نے ماہ رمضان کو دیگر تمام مہینوں پر فوقیت عطا کی، یہ بندوں پر اللہ کی خاص رحمت کا مظہر ہے کہ اس نے ان کے لیے خیر و بھلائی کے مواقع میسر فرمائے، جن میں نیکیوں کا اجر وثواب بڑھا دیا جاتا ہے، گناہ مٹائے جاتے ہیں اور جنت میں مومنوں کے درجات بلند کیے جاتے ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو یہ بھی جان لیں-اللہ آپ پر اپنی رحمت کی برکھا برسائے-کہ رمضان کے روزے کی تیس خصوصیات ہیں، ان میں سے چند خصوصیات حسب ذیل ہیں:

۱-روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، اور نماز قائم کرنا، زکاۃ دینی، حج کرنا، اور **رمضان کے روزے رکھنا**"(1)۔

۲-روزے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ **یہ اسلام سے ما قبل کی تمام شریعتوں میں مشروع تھا،** جو اس کی عظمتِ شان کی دلیل ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ ١٨٣﴾ **[البقرة: 183]**

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم تقوی اختیار کرو۔

---

(1) اسے بخاری (۸) اور مسلم (۱۶) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

۳-روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے، جو کہ تمام عبادتوں میں اس کی منفرد قدر و منزلت پر دلالت کرتا ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ابن آدم کا ہر عمل اس کا ہے سوائے روزہ کے کہ **یہ میرا ہے** اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا...."۔

اللہ کے بندو! اللہ تعالی کا تمام عبادتوں کی بجائے روزے کو خصوصیت کے ساتھ اپنی طرف منسوب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ معزز اور محبوب عبادت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عبادت میں اللہ تعالی کے تئیں بندے کا جذبہ اخلاص ظاہر و عیاں رہتا ہے، کیوں کہ روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک راز ہے ، جس سے اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں ہوتا، روزے دار خلوت و تنہائی میں ان چیزوں کو استعمال کرنے پر قادر ہوتا ہے جنہیں اللہ نے روزے کی وجہ سے حرام ٹھہرایا ہے، لیکن وہ ان کے استعمال سے باز رہتا ہے، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو خلوت میں بھی اسے دیکھ رہا ہے اور اس نے ان چیزوں کو اس پر حرام کیا ہے، چنانچہ وہ اللہ کے عذاب سے خوف کھاتے ہوئے اور اس کے اجر وثواب کی امید رکھتے ہوئے ان چیزوں کو ترک کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ نے بندے کے اس اخلاص کی داد دی ہے اور تمام عبادتوں کی بجائے اس کے روزے کو خصوصی طور پر اپنے لئے خاص کیا ہے۔

۴-رمضان کے روزے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے اجر وثواب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا: **(میں ہی اس کا بدلہ دوں گا)**، چنانچہ اجر وثواب کو اپنی ذات کریمہ کی طرف منسوب کیا اور کسی تعداد کی تحدید نہیں فرمائی جس طرح دیگر اعمال صالحہ میں اجر وثواب کی تحدید کی گئی ہے، مثلا یہ نہیں کہا کہ روزے کا ثواب دس گنا دیا جائے گا، بلکہ اجر وثواب کو مطلقاً بیان کیا، جو کہ اس کی قدر و منزلت پر دلالت کرتا ہے، وہ پاک و برتر اللہ تمام

کرم فرماؤں سے زیادہ کریم اور سارے داتاؤں سے بڑھ کر سخی وفیاض ہے، نوازش نوازنے والے کی عظمت کے بقدر ملتی ہے۔

۵-روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں **صبر کی تینوں قسمیں یکجا ہو جاتی ہیں**، اللہ کی اطاعت پر صبر، اللہ کی محرمات (سے باز رہنے) پر صبر، اور اللہ کی اذیت بخش تقدیروں پر صبر جیسے بھوک وپیاس کی شدت اور جسم وجاں کی کمزوری، اس طور پر روزہ دار کا شمار ان صابروں میں ہوتا ہے جن کے بارے میں **اللہ تعالی** نے فرمایا:﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١٠﴾ **[الزمر: 10]**(1)

ترجمہ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

۶-روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اللہ تعالی نے روزہ داروں کے لئے جنت میں ایک ایسا دروازہ تیار کر رکھا ہے جس سے ان کے علاوہ کوئی نہیں داخل ہو گا**، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے، **ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہیں داخل ہو گا**، پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے۔ ان کے سوا اس سے اور کوئی نہیں اندر جانے پائے گا اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا پھر اس سے کوئی اندر نہ جا سکے گا"(2)۔

۷-روزہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ **جہنم سے بچانے والی ڈھال ہے**، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

---

(1) مجالس شہر رمضان، از: ابن عثیمین رحمہ اللہ، معمولی تصرف کے ساتھ

(2) اسے بخاری (۱۸۹۶) اور مسلم (۱۱۵۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

"روزہ جہنم سے بچانے والی ڈھال ہے، جس طرح تم میں سے کوئی جنگ کے میدان میں ڈھال سے اپنا بچاؤ کرتا ہے"(1)۔

۸-روزہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **جو شخص ایمان اور احتساب اجر کے ساتھ ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں**، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **جو شخص ایمان رکھتے ہوئے ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں**(2)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا: آمین، آمین، آمین۔

آپ سے دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے تو آپ نے تین دفعہ (آمین) کہا۔

آپ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فرمایا: (جس شخص کو رمضان کا مہینہ ملا اور اس کی مغفرت نہ ہو سکی، وہ جہنم میں داخل ہو اور اللہ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے، آپ آمین کہیے، تو میں نے کہا: آمین(3)۔

ابو ہریرہ رضی اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: پنج وقتہ نمازیں، ایک

---

(1) اسے امام احمد (۴/ ۲۲) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے کہا: اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(2) اسے بخاری (۳۸) اور مسلم (۷۶۰) نے روایت کیا ہے۔

(3) اس حدیث کو احمد (۲/ ۲۴۶-۲۵۴)، ابن خزیمہ (۳/ ۱۹۲) نے روایت کیا ہے، اس کی اصل صحیح مسلم میں (۲۵۵۱) میں موجود ہے، البانی نے صحیح الترغیب والترہیب (۹۹۷) میں کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

جمعہ سے دوسرا جمعہ اور ایک رمضان سے دوسرا رمضان، ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے(1)۔

۹-ماہ رمضان کے روزوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **مسلمانوں پر یہ روزے آسان کر دئے گئے ہیں**، بایں طور کہ روزہ دار جب یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے آس پاس کے تمام لوگ روزے سے ہیں، تو یہ احساس اس کے لئے روزہ رکھنا آسان کر دیتا ہے اور اس کے اندر اس عبادت کے تئیں نشاط پیدا کرتا ہے۔

۱۰-روزہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے **روزہ کی حالت میں اللہ تعالی خصوصیت کے ساتھ روزہ دار کی دعا قبول کرتا ہے**، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: "تین دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں: باپ کی دعا، **روزہ دار کی دعا**، مسافر کی دعا"(2)۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کی دعا رد نہیں کرتا: انصاف کرنے والا حکمراں، **روزہ دار یہاں تک کہ وہ افطار کرلے**، اور مظلوم "(3)۔

۱۱-ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے **کہ جو شخص ایمان کے ساتھ احتسابِ اجر (ثواب کی نیت) سے ماہِ رمضان میں قیام کرتا ہے**، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان میں قیام اللیل کی، یعنی نماز تراویح پڑھی اس کے پچھلے گناہ بخش

---

(1) صحیح مسلم (۲۳۳)

(2) اسے بیہقی (۳/۳۴۵) نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ: ۱۷۹۷) میں اس کی تخریج کی ہے۔

(3) اسے احمد (۹۷۴۳) وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے کہا: یہ حدیث کثرت طرق اور شواہد کی بنیاد پر صحیح ہے۔

دیئے جائیں گے"[1]۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص امام کے ساتھ قیام کرے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے حق میں پوری رات کے قیام (کا ثواب) لکھے گا"[2]۔

۱۲-رمضان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ **جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھتا ہے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں**، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے"[3]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور تین مرتبہ آمین کہا، آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل تشریف لائے اور فرمایا: (**جس نے ماہِ رمضان کو پایا اور اس کی مغفرت نہ ہو سکی اور وہ جہنم میں داخل ہوا**۔ اللہ اسے — اپنی رحمت سے دور کر دے —، آپ آمین کہیے) تو میں نے آمین کہا[4]۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: "جب

---

(1) اسے بخاری (۳۷) اور مسلم (۷۶۰) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے ابوداود (۱۳۷۵) وغیرہ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور شیخ شعیب رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(3) اسے بخاری (۳۸) اور مسلم (۷۶۰) نے روایت کیا ہے۔

(4) اسے احمد (۲/۲۴۶-۲۵۴) اور ابن خزیمہ (۳/۱۲۹) نے روایت کیا ہے، اس کی اصل صحیح مسلم میں حدیث نمبر (۲۵۵۱) کے تحت آئی ہے، البانی نے " صحیح الترغیب والترھیب" (۹۷۷) میں کہا کہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(انسان) کبیرہ گناہوں سے اجتناب کر رہا ہو تو پانچ نمازیں، ایک جمعہ (دوسرے) جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک، درمیان کے عرصے میں ہونے والے گناہوں کو مٹانے کا سبب ہیں"(1)۔

۱۳- ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اس مہینے میں صدقہ کرنا مستحب ہے**، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیرات کرنے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت کی تو کوئی حد ہی نہیں تھی"(2)۔

۱۴- رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اس میں عمرہ کا ثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے**، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری عورت سے کہا: "جب رمضان آئے تو اس میں عمرہ کر لو، کیونکہ (ماہ رمضان میں) ایک عمرہ ایک حج کے برابر ہوتا ہے"(3)۔

۱۵- ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے **کہ رمضان کی ہر رات میں اللہ تعالی اپنے کچھ بندوں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کرتا ہے**، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جب ماہ رمضان کی پہلی رات آتی ہے، تو شیطان اور سرکش جن جکڑ دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی دروازہ بند نہیں کیا

---

(1) اسے مسلم (۲۳۳) نے روایت کیا ہے۔

(2) اسے بخاری (٦) اور مسلم (۲۳۰۸) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے بخاری (۱۷۸۲) اور مسلم (۱۲۵٦) نے روایت کیا ہے۔

جاتا، پکارنے والا پکارتا ہے: خیر کے طلب گار! آگے بڑھ، اور شر کے طلب گار! رک جا اور آگ سے اللہ کے بہت سے آزاد کئے ہوئے بندے ہیں (تو ہو سکتا ہے کہ تو بھی انہیں میں سے ہو) اور ایسا (رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے"(1)۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت کچھ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اور **یہ (رمضان کی) ہر رات کو ہوتا ہے**"(2)۔

۱۶-۱۷: رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دئے جاتے، جہنم کے دروازے بند کر دئے جاتے اور شیطانوں کو بیڑیوں میں جکڑ دیا جاتا ہے**، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور **شیاطین کو زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے**"(3)۔

۱۸-ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مہینہ میں شیطانوں کو زنجیر میں جکڑ دیا جاتا ہے، اس کی دلیل مذکورہ بالا دونوں حدیثیں ہیں، شیطانوں کو جکڑنے کا مطلب ہے زنجیر میں انہیں جکڑ دینا، بایں طور کہ غیر رمضان میں جن مقامات تک انہیں رسائی تھی، وہاں تک رمضان میں

(1) اسے ترمذی (۶۸۲) اور ابن ماجہ (۱۶۴۲) نے روایت کیا ہے اور شیخ البانی نے " صحیح الجامع" (۷۵۹) میں اسے حسن کہا ہے۔

(2) اسے احمد (۲۲۲۰۲) اور ابن ماجہ (۱۶۴۳) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، نیز شیخ البانی نے " صحیح ابن ماجہ " (۱۳۴۰) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(3) اسے بخاری (۱۸۹۹) اور مسلم (۱۰۷۹) نے روایت کیا ہے۔

نہ جا سکیں، بلکہ ان کا شر منحصر ہو جائے، ایک قول یہ بھی ہے کہ صرف سرکش شیطانوں کو ہی جکڑا جاتا ہے۔

۱۹-ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اس میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب** ہے، سلف صالحین رضوان اللہ علیہم کا طریقہ تھا کہ وہ **نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہوئے رمضان میں ختمِ قرآن کا نہایت اہتمام کیا کرتے تھے کیوں کہ جبریل ہر سال رمضان کے مہینے میں آپ کے ساتھ قرآن کا دورہ کیا کرتے تھے۔**

۲۰-روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **روزہ قیامت کے دن بندے کے حق میں یہ سفارش کرے گا کہ اس کے درجات بلند کر دئے جائیں اور اس کے گناہ مٹا دئے جائیں**، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزے اور قرآن قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: (اے میرے پروردگار! میں نے اسے کھانے پینے اور شہوت کی چیزوں سے باز رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما)۔

قرآن کہے گا: (اے میرے پروردگار! میں نے اسے رات کے وقت نیند سے باز رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول کرلے) چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی[1]۔

۲۱-رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے**، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! روزہ دار کے منہ

---

(1) اسے احمد: (۲/ ۱۷۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح الترغیب (۹۸۴) اور صحیح الجامع (۷۳۲۹) میں روایت کیا ہے۔

کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے"(1)۔

۲۲-روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اللہ تعالی روزہ دار کو دو خوشیوں سے نوازتا ہے**، ایک خوشی جب وہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب) وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسری) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب پاکر خوش ہو گا(2)۔

ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ ہمیں رمضان کے روزے اسی طرح رکھنے کی توفیق دے جس طرح اسے پسند ہے، نیز اپنے ذکر، شکر اور حسنِ عبادت میں ہماری مدد فرمائے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

۲۳-ماہ رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اسی میں قرآن نازل ہوا**، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ شَهۡرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِيٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلۡقُرۡءَانُ ﴾ **[البقرة: 185]**

ترجمہ: ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا۔

رمضان میں بھی شب قدر میں قرآن نازل ہوا، اللہ تعالی فرماتا ہے:

---

(1) بخاری (۱۹۰۴)، مسلم (۱۱۵۱)

(2) بخاری (۱۹۰۴)، مسلم (۱۱۵۱)

﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ۝١﴾ [القدر: 1]

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔

یہ ایک عظیم الشان رات ہے، اس میں قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت کی طرف اتارا گیا جو آسمان دنیا میں ہے، اس کے بعد حالات واقعات کے اعتبار سے تھوڑا تھوڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

اسے قدر کی رات اس لئے کہا جاتا ہے **کہ وہ بڑی قدر و منزلت والی رات ہے**، جیسا کہا جاتا ہے: (فلاں شخص بڑا عظیم مرتبہ کا حامل ہے)، اس طرح قدر کی طرف لیلۃ کی اضافت کسی چیز کو اس کی صفت کی طرف منسوب کرنے کے قبیل سے ہے۔

ایک قول کے مطابق اسے قدر کی رات اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں پورے سال کا فیصلہ کیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فِيهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيمٍ ۝٤﴾ [الدخان: 4]

ترجمہ: اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ: "یہی قول درست ہے"(1)۔(2)

اللہ تعالی نے شب قدر کو بابرکت رات سے موصوف کیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے نزول قرآن کے تعلق سے فرمایا: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةٖ مُّبَٰرَكَةٍۚ﴾ [الدخان: 3]

ترجمہ: ہم نے اس کو مبارک رات میں نازل فرمایا۔

شب قدر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں، فرمان باری تعالی ہے: ﴿تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا﴾ [القدر: 4]

---

(1) شفاء العلیل: ۱/ ۱۱۰، طباعت: مکتبۃ العبیکان - ریاض

(2) ان اقوال کے لئے ملاحظہ کریں: "أحادیث الصیام": ۱۴۰، تالیف: شیخ عبد اللہ الفوزان

ترجمہ: اس میں روح (الامین) اور فرشتے اترتے ہیں۔

اس آیت میں الروح سے مراد جبریل ہیں، ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں: یعنی: اس رات چونکہ کثرت سے برکت نازل ہوتی ہے، اس لئے فرشتے بھی کثیر تعداد میں اترتے ہیں، برکت ورحمت کے ساتھ ہی فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں، نیز یہ فرشتے تلاوت قرآن کے وقت بھی نازل ہوتے ہیں، علمی حلقات کو اپنے احاطے میں لے لیتے ہیں، صدق وسچائی کے ساتھ طالب علم کی تعظیم میں ان کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ انتہی

۲۴- رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص شب قدر میں ایمان اوراحتساب اجر کے ساتھ قیام کرے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، یعنی: جو شخص شب قدر کو عبادت سے آباد کرے، اللہ تعالی نے اس رات قیام کرنے والوں کے لئے جو اجر وثواب تیار کر رکھا ہے، اس پر (ایمان رکھتے ہوئے)، اور اجر وثواب (کی امید کرتے ہوئے)، تو اس کے سارے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (حصول اجر وثواب کی نیت) کے ساتھ رکھے، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"(1)۔

۲۵- رمضان کی ایک فضیلت یہ ہے کہ شب قدر کو نماز سے آباد کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے، یعنی ۸۳ سال سے بھی زائد، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣﴾ [القدر: 3]

ترجمہ: شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آچکا ہے، اللہ تعالیٰ

(1) اسے بخاری (۱۹۰۱) اور مسلم (۷۵۹) نے روایت کیا ہے۔

نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا تو وہ بس محروم ہی رہا"(1)۔

ابن سعدی رحمہ اللہ کا قول ہے: اس بات سے ہماری عقلیں حیران و ششدر رہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک ایسی رات سے نوازا ہے جس میں کیا جانے والا عمل ہزار مہینوں کے عمل سے بھی بہتر ہے جو کہ ایک بڑی لمبی عمر پانے والے شخص کی زندگی کے برابر ہے یعنی اسی سال سے بھی زیادہ۔

۲۶-رمضان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ **اس کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے، اعتکاف کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کی اطاعت وعبادت کی خاطر مسجد کو لازم پکڑ اجائے**، عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر **رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے** اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں"(2)۔

اعتکاف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ شب قدر کی تلاش کرتے، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے اس شب قدر کو تلاش کرنے کے لیے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میں نے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر

---

(1) اسے نسائی (۱۹۰۱) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) بخاری (۲۰۲۶)، مسلم (۱۱۷۲)

میرے پاس (جبریل) کی آمد ہوئی تو مجھ سے کہا گیا: وہ آخری دس راتوں میں ہے تو اب تم میں سے جو اعتکاف کرنا چاہے وہ اعتکاف کرلے"(1)۔

۲۷-رمضان کے روزے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے **اختتام میں زکاۃ الفطر** کو مشروع کیا ہے، جو روزے کے درمیان سرزد ہونے والی لغو اور **بیہودہ باتوں** سے روزہ دار کو پاک کرتی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **صدقہ فطر، صائم کو لغو اور بیہودہ باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کے کھانے کے لیے فرض کیا ہے**"(2)۔

۲۸-رمضان کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے **اس کے بعد عید کا شعار مشروع قرار دیا ہے**، دو عظیم شعائر کی ادائیگی کے بعد اللہ تعالی نے مسلمانوں کے لیے دو عیدیں مشروع قرار دی ہیں، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج، عید الفطر رمضان کے روزے مکمل ہونے کے بعد منائی جاتی ہے، چنانچہ جب مسلمان روزے مکمل کر لیتے ہیں تو اللہ تعالی انہیں جہنم سے رہائی عطا فرماتا ہے، اس فضل واحسان کے شکریہ کے طور پر صدقۃ الفطر اور نماز عید ادا کی جاتی ہے، اس عید میں مسلمانوں کا جمعہ سے بڑا اجتماع ہوتا ہے، ان کی عظمت وشوکت کا مظاہرہ ہوتا ہے، اس شعار پر ان کا افتخار ظاہر ہوتا ہے اور ان کی کثرت کا پتہ چلتا ہے، اسی لیے اس دن تمام لوگوں کے لیے عید گاہ جانا مستحب ہے، حتی کہ خواتین اور بچوں کے لیے بھی، بلکہ حائضہ عورتیں بھی مسلمانوں کی دعا میں شامل ہوں گی البتہ عید گاہ سے ہٹ کر رہیں گی، عید میں اس ماہ

---

(1) مسلم (۱۱۶۷)

(2) اسے ابو داود (۱۶۰۹) نے روایت کیا ہے اور "السنن" کی تحقیق میں ارناؤوط نے اسے حسن کہا ہے۔

کے اختتام، عید کی آمد اور کمال رحمت کی مناسبت سے فرحت و سرور کا مظاہرہ ہوتا ہے[1]۔

۲۹-رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **اس کے اختتام پر تکبیر پکارنا مشروع ہے**، جس کا آغاز عید کی رات کی آمد سے ہوتی ہے اور نماز عید کے اختتام تک برقرار رہتی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَلِتُكۡمِلُواْ ٱلۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُواْ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ﴾ **[البقرة: 185]**

ترجمہ: تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالی کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔

یعنی: رمضان کے تیس دنوں کی گنتی پوری کرو، اس کے اختتام پر اللہ کی تکبیر بیان کرو، اور اللہ نے اس عبادت کی ادائیگی کی جو توفیق دی، اسے آسان بنایا، اس میں مدد کی اور اس کے اختتام تک پہنچایا اس پر اس کا شکر ادا کریں۔

اسی طرح اللہ تعالی نے حج کے اختتام پر مسلمانوں کے لیے عید الاضحی کو مشروع قرار دیا بایں طور کہ حجاج کرام عرفہ کے میدان میں وقوف کرتے ہیں، جو کہ جہنم سے آزادی کا دن ہے، اس دن سے زیادہ کسی بھی دن نہ جہنم سے آزادی ملتی ہے اور نہ گناہوں کی معافی ملتی ہے، اس لیے اللہ نے اس کے بعد عید مقرر فرمائی جو کہ سب سے بڑی عید ہے۔

۳۰-رمضان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ **جو شخص رمضان کے روزے رکھتا ہے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھتا ہے وہ اس شخص کی طرح ہے جو پورے سال روزے رکھتا ہے**، کیوں کہ نیکی کا ثواب دس گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے، جبکہ اس شخص نے صرف ۳۶ دنوں کے

(1) دیکھیں: "فتح الباری" لابن رجب، شرح حدیث:(۴۵)

روزے رکھے، ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ (پورا سال) مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے"(1)۔

یہ ماہ رمضان کی تیس خصوصیات ہیں، بندہ مسلم کو چاہئے کہ ان کو جانے اور روزہ کے درمیان انہیں ذہن نشیں رکھے تاکہ ایمان اور احتساب اجر کے ساتھ روزہ مکمل کرنے میں یہ خصوصیات معاون ثابت ہوں۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ٥٦ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت وسلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔ اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکوں کو ذلیل وخوار کر، تو اپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست ونابود کر دے، اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ملکوں میں امن وسکون کی زندگی عطا کر، ہمارے اماموں اور ہمارے حاکموں کی اصلاح فرما، انہیں ہدایت کی رہنمائی کرنے والا اور ہدایت پر چلنے والا بنا۔ اے اللہ! تمام مسلم حکمرانوں کو اپنی کتاب کو نافذ کرنے اور اپنے دین کو سربلند کرنے کی توفیق ارزانی کر، انہیں ان کے ماتحتوں کے لئے رحمت بنادے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

---

(1) صحیح مسلم (۱۱۶۴)

عنوان: رمضان میں کثرت سے قرآن پڑھنے کی ترغیب

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، اور (دین میں) ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے مسلمانو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں، دار آخرت کی طرف سفر کرنے والوں کے لئے یہ سب سے بہترین توشہ ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ ٱلزَّادِ ٱلتَّقْوَىٰ﴾ **[البقرة: 197]**

ترجمہ: اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔

یہ وہ وصیت ہے جو اللہ نے پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو کی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُواْ ٱللَّهَ﴾ **[النساء: 131]**

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

جو لوگ اللہ کا تقوی اختیار کرتے ہیں، ان کے لئے اللہ نے جنت تیار کر رکھا ہے: ﴿وَلَنِعْمَ دَارُ ٱلْمُتَّقِينَ﴾ **[النحل: 30]**

ترجمہ: کیا ہی خوب پرہیز گاروں کا گھر ہے۔

- اے اللہ کے بندو! رمضان ماہِ قرآن ہے، اللہ نے اس مہینے میں قرآن کو بیت العزت سے آسمانِ دنیا کی طرف نازل فرمایا، پھر واقعات وحوادث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دھیرے دھیرے اتارا، بلکہ اللہ تعالی نے قرآن کے علاوہ دیگر کتابوں کو بھی رمضان ہی میں نازل فرمایا، واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے رمضان کی پہلی رات کو، تورات چھ رمضان کو، انجیل رمضان کے تیرہ دن گزرنے کے بعد (یعنی چودھویں تاریخ) کواور قرآن مجید چوبیس دن گزرنے کے بعد (یعنی پچیس) رمضان کو نازل ہوا"(1)۔
- اے مومنو! قرآن کی تلاوت ماہ رمضان میں کی جانی والی ایک اہم ترین عبادت ہے، کیوں کہ رمضان ایسا مہینہ ہے **جس میں کثرت سے قرآن کی تلاوت کرنا مستحب عمل** ہے، سلف صالحین کا طریقہ تھا کہ وہ رمضان میں کئی دفعہ ختمِ قرآن کرنے کا اہتمام کرتے تھے، کوئی تین راتوں میں قرآن ختم کرلیتا، توکوئی چار دنوں میں ختم کرتا اور کوئی چار سے زائد دنوں میں قرآن ختم کرتا۔
- اے اللہ کے بندو! قرآن کی تلاوت ایک افضل ترین عبادت اور تقرب الہی حاصل کرنے کا عظیم ترین ذریعہ ہے، خواہ تہجد وتراویح میں تلاوت کی جائے یا نماز کے باہر تلاوت کی جائے، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:”**جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا** اسے اس کے بدلے ایک نیکی ملے گی، اور ایک نیکی دس گنا بڑھا دی جائے گی، میں نہیں کہتا «الم» ایک حرف ہے، بلکہ «الف» ایک حرف

---

(1) اسے احمد (۴/۱۰۷) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ" (۱۵۷۵) میں اسے حسن کہا ہے۔

ہے، «لام» ایک حرف ہے اور «میم» ایک حرف ہے"[1]۔

- ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "**اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو، سنگترہ جیسی ہے جس کی خوشبو بھی پاکیزہ ہے اور مزہ بھی پاکیزہ ہے** اور اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا، کھجور جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی لیکن مزہ میٹھا ہوتا ہے اور منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہو، ریحانہ (پھول) جیسی ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن مزہ کڑوا ہوتا ہے اور جو منافق قرآن بھی نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن جیسی ہے جس میں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جس کا مزہ بھی کڑوا ہوتا ہے"[2]۔
- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہونا چاہئے :ایک اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا اور **وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے**، اس کا پڑوسی سن کر کہہ اٹھے کہ کاش! مجھے بھی اس جیسا علم قرآن ہوتا اور میں بھی اس کی طرح عمل کرتا اور وہ دوسرا جسے اللہ نے مال دیا اور وہ اسے حق کے لیے خرچ کررہاہے۔ (اس کو دیکھ کر) دوسرا شخص کہہ اٹھتا ہے کہ کاش میرے پاس بھی اس کے جتنا مال ہوتا اور میں بھی اس کی طرح خرچ کرتا"[3]۔
- عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "**اس شخص**

---

(1) اسے ترمذی (۲۹۱۰) نے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے بخاری (۵۴۲۷) اور مسلم (۷۹۷) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے بخاری (۵۰۲۶) نے روایت کیا ہے۔

کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے اور وہ اس کا حافظ بھی ہے، مکرم اور لکھنے والے نیک (فرشتوں) جیسی ہے اور جو شخص قرآن مجید بار بار پڑھتا ہے۔ پھر بھی وہ اس کے لیے دشوار ہے تو اسے دوگنا ثواب ملے گا"(1)۔

- ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر لوٹ کر جائے تو اسے تین بڑی موٹی حاملہ اونٹنیاں گھر پر بندھی ہوئی ملیں“؟ ہم نے عرض کیا: جی ہاں (کیوں نہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **”تم میں سے جب کوئی شخص نماز میں تین آیتیں پڑھتا ہے**، تو یہ اس کے لیے تین بڑی موٹی حاملہ اونٹنیوں سے افضل ہیں“(2)۔
- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر تشریف لائے۔ ہم صفہ (چبوترے)(3) پر موجود تھے، آپ نے فرمایا: "تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ روزانہ صبح بطحان(4) یا عقیق(5) (کی وادی) میں جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع رحمی کے دو بڑے بڑے کوہانوں والی اونٹنیاں لائے؟" ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم سب کو یہ بات پسند ہے، آپ نے فرمایا: "پھر تم میں سے صبح

---

(1) اسے بخاری (۴۹۳۷) اور مسلم (۷۹۸) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری کے روایت کردہ ہیں۔

(2) مسلم (۸۰۲)

(3) یہ مسجد نبوی کی وہ سایہ دار جگہ ہے جس میں غریب و مسکین صحابہ کرام پناہ لیتے تھے۔ دیکھیں: "النہایۃ"

(4) مدینہ کی وادی ہے۔

(5) مدینہ کی ایک وادی ہے۔

کوئی شخص مسجد میں کیوں نہیں جاتا کہ وہ **اللہ کی کتاب کی دو آیتیں سیکھے** یا ان کی قراءت کرے تو یہ اس کے لئے دو اونٹنیوں کے حصول سے بہتر ہے اور یہ تین آیات تین اونٹنیوں سے بہتر اور چار آیتیں اس کے لئے چار سے بہتر ہیں اور (آیتوں کی تعداد جو بھی ہو) اونٹوں کی اتنی تعداد سے بہتر ہے "(1)۔

- ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "**قرآن پڑھا کرو**، کیونکہ وہ قیامت کے دن اصحابِ قرآن (حفظ و قراءت اور عمل کرنے والوں) کا سفارشی بن کر آئے گا"(2)۔
- یہ وہ چند احادیث ہیں جو رمضان اور غیر رمضان میں تلاوتِ قرآن کی ترغیب سے متعلق آئی ہیں، اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

آپ جان رکھیں - اللہ آپ پر رحم فرمائے - کہ بندہ مومن جب روزہ کے ساتھ تلاوت قرآن کا بھی اہتمام کرے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ قیامت کے دن یہ اعمال اس

(1) مسلم (۸۰۳)

(2) مسلم (۸۰۴)

کے حق میں سفارش کریں کہ اس کے درجات بلند کردئے جائیں اور گناہ مٹا دئے جائیں۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ کہے گا: (اے پالنہار! میں نے اسے کھانے پینے اور خواہشات نفس سے روکے رکھا، **اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما)** اور **قرآن کہے گا: (میں نے اسے رات میں سونے سے باز رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما)** چنانچہ دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی(1)۔

اللہ کے بندو! اللہ کے واسطے کثرت سے نیکیاں کرو، نصف مہینہ گزر چکا ہے، مومن پر اللہ کی یہ نعمت ہے کہ وہ ماہ رمضان میں ایک ساتھ دو جہاد کرے، دن میں روزے رکھ کر جہاد کرے اور رات میں قیام کرکے جہاد کرے، جس نے ان دونوں جہاد کو ایک ساتھ انجام دیا اور ان (میں پیش آنے والی مشقتوں پر) صبر کیا تو وہ اللہ کے اس فرمان میں داخل ہونے کا زیادہ مستحق ہے: ﴿إِنَّمَا يُوَفَّى ٱلصَّٰبِرُونَ أَجۡرَهُم بِغَيۡرِ حِسَابٖ ١٠﴾ **[الزمر: 10]**

ترجمہ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا پورا پورا بے شمار اجر دیا جاتا ہے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ

(1) اسے احمد (۲/۱۷۴) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح الترغیب" (۹۸۴) اور "صحیح الجامع" (۷۳۲۹) میں اسے صحیح کہا ہے۔

عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾
[الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: "تمہارے سب سے بہتر دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم پیدا کئے گئے، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا(1)،اسی دن چیخ ہو گی(2) ۔ **اس لیے تم لوگ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، کیوں کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے**"(3)۔اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

(1) یعنی صور میں دوسری بار پھونک مارا جائے گا، اس سے مراد وہ صور ہے جس میں اسرافیل پھونک ماریں گے، یہ وہ فرشتہ ہے جس کو صور میں پھونک مارنے پر مامور کیا گیا ہے، جس کے بعد تمام مردے اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے۔

(2) یعنی جس سے دنیاوی زندگی کے اخیر میں لوگ بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے اور سب کے سب مر جائیں گے، یہ بے ہوشی اس وقت پیدا ہو گی جب صور میں پہلی بار پھونک مارا جائے گا، دو پھونکوں کے درمیان چالیس سالوں کا فاصلہ ہو گا۔

(3) اسے نسائی(۱۳۷۳)، ابو داود(۱۰۴۷)، ابن ماجہ(۱۰۸۵) اور احمد(۴/۸) نے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود میں اور مسند کے محققین نے (حدیث: ۱۶۱۶۲) کے تحت اسے صحیح کہا ہے۔

موضوع: شب قدر کی دس خصوصیات

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، اور (دین میں) ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

اے مسلمانو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں، یہ وہ وصیت ہے جو اللہ نے پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو کی ہے:﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ﴾ **[النساء: 131]**

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالی کا تقوی اختیار کریں اور اس سے ڈرتے رہیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کریں، جان رکھیں کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے پیش نظر بعض وقتوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، چنانچہ ذی الحجہ کے دس دنوں کو سال کے دیگر ایام پر فضیلت دی ہے، عرفہ کے دن کو سال کے تمام دنوں پر برتری عطا کی ہے، رمضان کو دیگر تمام مہینوں پر فضیلت بخشی ہے اور شب قدر کو رمضان کی تمام راتوں سے افضل قرار دیا ہے، شب قدر کی دس خصوصیات ہیں جو حسب ذیل ہیں:

پہلی خصوصیت: یہ وہ رات ہے جس کو اللہ نے یہ خصوصیت بخشی کہ اس میں نزولِ قرآن کا آغاز کیا، اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿ إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةِ ٱلۡقَدۡرِ ۝١ ﴾ **[القدر: 1]**
ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے شب قدر میں نازل فرمایا۔

اسی رات میں قرآن لوح محفوظ سے بیت العزت میں نازل ہوا جو آسمان دنیا میں ہے، پھر وہاں سے حوادث وواقعات کے مطابق بتدریج نازل ہوتا رہا۔

شب قدر کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات کی بڑی قدر ومنزلت ہے، جیسے کہا جاتا ہے (فلاں شخص بڑی قدر ومنزلت کا حامل ہے)، چنانچہ قدر کی طرف رات کی اضافت، کسی چیز کو اس کی صفت کی طرف منسوب کرنے کے قبیل سے ہے۔
ایک قول یہ ہے کہ چونکہ اس رات میں پورے سال کے معاملات مقدر (طے) کیے جاتے ہیں، یعنی سالانہ تقدیر طے کی جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:(فِيهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيمٍ)
ترجمہ: اسی رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

ابن القیم کہتے ہیں کہ: یہی قول درست ہے[(1)]۔[(2)]

چنانچہ اس رات میں یہ فیصلہ لیا جاتا ہے کہ آنے والے سال میں کون سے امور انجام پانے ہیں، یعنی اللہ تعالی فرشتوں کو پورے سال کی روداد سے باخبر کرتا ہے، انہیں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ آئندہ سال کی شب قدر تک واقع ہونے والے تمام امور سے متعلق ذمہ داریوں کا حکم

---

(1) شفاء العلیل: ۱/ ۱۱۰، ط: مکتبۃ العبیکان-ریاض

(2) ان دونوں اقوال کے لیے ملاحظہ کریں: " أحاديث الصيام ": ۱۴۰، از: شیخ عبد اللہ الفوزان، یہ دونوں اقوال مفسرین کے نزدیک مشہور ہیں۔

دیتا ہے، چنانچہ ان کے سامنے موت، رزق، فقیری وامیری، ہریالی وقحط سالی، صحت و بیماری، جنگ وجدال اور زلزلے اور اس سال رونما ہونے والے تمام حوادث واضح کر دیے جاتے ہیں[1]۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں :شب قدر میں لوح محفوظ سے، آنے والے سال کے درمیان واقع ہونے ولی موت وحیات، رزق اور بارش نقل کی جاتی ہیں، یہاں تک کہ حاجیوں کے بارے میں بھی لکھ لیا جاتا ہے کہ فلاں اور فلاں حج کریں گے[2]۔

شب قدر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ: اس میں فرشتے زمین پر نازل ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ تَنَزَّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا ﴾ **[القدر: 4]**

ترجمہ:اس میں فرشتے اور روح (جبرئیل) اترتے ہیں۔

روح سے مراد جبرئیل ہیں، ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:یعنی یہ رات چونکہ بڑی برکتوں والی رات ہوتی ہے، اس لیے کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں، برکت اور رحمت کے ساتھ فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں، جس طرح تلاوت قرآن کے وقت فرشتے نازل ہوتے ہیں، علمی مجالس کو گھیر لیتے ہیں اور صدق نیت کے ساتھ حصولِ علم میں مصروف رہنے والے طلبہ کی تعظیم میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ انتہی

---

(1) اللہ تعالی کے فرمان:(فِيهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيمٍ) کی تفسیر ملاحظہ کریں: شنقیطی رحمہ اللہ کی تفسیر "أضواء البیان" میں سورۃ الدخان میں۔

(2) اس قول کو ابن جریر وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکورہ آیت کی تفسیر میں نقل کی ہے، مذکورہ الفاظ ابن جریر سے منقول ہیں۔

شب قدر کی تیسری خصوصیت: اللہ تعالی نے اس رات کو بابرکت قرار دیا ہے، اللہ تعالی نزولِ قرآن کے تعلق سے فرماتا ہے: ﴿إِنَّآ أَنزَلۡنَٰهُ فِي لَيۡلَةٖ مُّبَٰرَكَةٍۚ﴾ **[الدخان: 3]**

ترجمہ: یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں اتارا ہے۔

شب قدر کی چوتھی خصوصیت: اللہ تعالی نے اسے سلامتی کی رات کہا ہے یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے، یعنی ہر قسم کے شرور و فتن سے سلامتی (کی رات)، کیوں کہ اس میں خیر و بھلائی کی بہتات ہوتی ہے، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جائے۔

شب قدر کی پانچویں خصوصیت: جو شخص اس رات کو قیام کرے، یعنی اسے نماز سے آباد کرے، (ایمان کے ساتھ) یعنی اللہ تعالی اس عظیم رات میں قیام کرنے والوں کے لیے جو اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے، اس پر ایمان رکھتے ہوئے، (احتساب کے ساتھ) یعنی: اجر و ثواب کی امید کرتے ہوئے، اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لیلۃ القدر میں ایمان واحتساب کے ساتھ نماز میں کھڑا رہے اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"(1)۔

شب قدر کی چھٹی خصوصیت: اس رات کو نماز سے آباد کرنا ہزار راتوں کی عبادت سے بہتر ہے، یعنی تراسی (۸۳) سالوں سے بھی زیادہ، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿لَيۡلَةُ ٱلۡقَدۡرِ خَيۡرٞ مِّنۡ أَلۡفِ شَهۡرٖ ٣﴾ **[القدر: 3]**

ترجمہ: شب قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”رمضان کا مبارک مہینہ تمہارے پاس آ چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کر دیئے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے

(1) اسے بخاری (۱۹۰۱) اور مسلم (۷۵۹) نے روایت کیا ہے۔

ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، اور سرکش شیاطین کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں، اور اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، جو اس کے خیر سے محروم رہا تو وہ بس محروم ہی رہا"(1)۔

ابن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ایسا (انعام ہے) جس کے سامنے عقل حیران اور ذہن پریشان ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس امت کو ایک ایسی رات سے سرفراز کیا ہے جس رات کی عبادت ہزار راتوں کی عبادت کی مانند ہے، جو کہ ایک لمبی عمر والے انسان کی زندگی کے برابر ہے، اسّی (۸۰) سال سے بھی زائد(2)۔ انتہی مع اختصار و تصرف

شب قدر کی ساتویں خصوصیت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں شب قدر کی تلاش کے لیے جس قدر محنت کرتے تھے اتنی محنت دیگر ایام میں نہیں کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرے میں عبادت میں اتنی کوشش کرتے تھے جتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے(3)۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے، (عبادت میں) نہایت کوشش کرتے اور کمر کس لیتے اور ہمت باندھ لیتے تھے(4)۔

---

(1) اسے نسائی (۲۱۰۶) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) تقریباً تراسی (۸۳) سال۔

(3) مسلم (۱۱۷۵)

(4) بخاری (۲۰۲۴)، مسلم (۱۱۷۴) اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(کمر کس لیتے اور ہمت باندھ لیتے) اس سے مراد یہ ہے کہ عبادت کے لیے تیار رہتے، اس میں محنت ولگن سے کام لیتے، اور عادت سے کہیں زیادہ عبادت کرتے، ایک قول یہ بھی ہے کہ عورتوں سے الگ رہتے اور جماع سے باز رہتے۔

شب قدر کی آٹھویں خصوصیت: نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر کی تلاش میں رمضان کے آخری عشرے میں مسجد کے اندر اعتکاف کیا کرتے تھے، عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں(1)۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے شب قدر کو تلاش کرنے کے لیے پہلے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میں نے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا، پھر میرے پاس (جبرئیل کی آمد ہوئی تو) مجھ سے کہا گیا: وہ آخری دس راتوں میں ہے تو اب تم میں سے جو اعتکاف کرنا چاہے وہ اعتکاف کرلے(2)۔

اے اللہ کے بندو! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر محنت ولگن سے عبادت کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ فضیلت والے اوقات میں اطاعتِ الٰہی کا خوب اہتمام کیا کرتے تھے، اس لیے مسلمانوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہئے کہ آپ ہی اسوہ ونمونہ ہیں، ہم مسلمانوں کو خوب دلجمعی کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنی چاہئے اور شب وروز کی گھڑیوں کو ضائع نہیں کرنا چاہئے، کیوں کہ انسان نہیں جانتا کہ کب لذتوں کو توڑنے اور لوگوں سے جدا

---

(1) اسے بخاری (۲۰۲۶) اور مسلم (۱۱۷۲) نے روایت کیا ہے۔

(2) مسلم (۱۱۶۷)

کر دینے والی موت اسے اپنے شکنجے میں لے لے، پھر اس وقت اسے ندامت ہو جب ندامت کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا(1)۔

شب قدر کی نویں خصوصیت: اس رات میں خصوصیت کے ساتھ اللہ سے معافی طلب کرنے کی ترغیب آئی ہے، عائشہ رضی اللہ عنہانے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: اے اللہ کے نبی! اگر میں لیلۃ القدر پالوں تو کیا دعا مانگوں؟ آپ نے فرمایا: "یوں کہنا: (اللهم إنک عفو تحب العفو فاعف عني) یعنی: اے اللہ! تو بہت زیادہ معاف کرنے والا ہے، تو معاف کرنا پسند کرتا ہے، لہذا مجھے معاف فرمادے۔

شب قدر کی دسویں خصوصیت: اللہ تعالی نے اس کی فضیلت میں ایک سورہ نازل فرمائی جو قیامت تک تلاوت کی جاتی رہے گی، اس کے ذریعہ اس کی عظمت شان کو واضح کیا، اس کی عظمت کی وجہ یہ بیان کیا کہ اس رات قرآن نازل کیا گیا، نیز یہ بھی ذکر کیا کہ اس رات فرشتے زمین پر اترتے ہیں، نیز جو اس رات کو نماز اور عبادت میں گزارتا ہے اس کا کیا اجر وثواب ہے، اس رات کے آغاز اور انتہا کی وضاحت فرمائی، تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہے جس نے بندوں پر لطف ومہربانی کرتے ہوئے انہیں نیکیوں کے موسم بہار سے سرفراز فرمایا۔

ہم اللہ تعالی سے دعا گو ہیں کہ ہمیں اسی طرح رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دے جس طرح اسے پسند ہے، اور اپنے ذکر وشکر اور حسنِ عبادت پر ہماری مدد فرمائے۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

---

(1) شیخ محمد بن صالح المنجد کی تحریر سے معمولی تصرف کے ساتھ ماخوذ، میں نے یہ قول ان کے ویب سائٹ سے نقل کیا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

آپ جان رکھیں-اللہ آپ پر رحم فرمائے-کہ اللہ عزیز وبرتر نے شب قدر کو اپنی حکمت کے پیش نظر مخفی رکھا ہے، وہ حکمت یہ ہے کہ بندہ مومن اس کی تلاش میں مکمل دس راتیں عبادت کرے، تاکہ بڑے اجر وثواب سے ہمکنار ہو، اس کے برخلاف اگر معلوم ہوتا کہ شب قدر کونسی تاریخ کو ہوتی ہے تو وہ صرف اسی رات میں عبادت کرتا۔

اگر شب قدر کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ کونسی رات ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں پوری دس راتیں اعتکاف نہ کرتے اور نہ اپنی امت کو یہ رہنمائی کرتے کہ اس کی جستجو میں دس رات اعتکاف کیا کریں، بلکہ صرف شب قدر میں ہی آپ اعتکاف کرتے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے مکمل دس راتوں میں اس کو تلاش کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ اس کا وقت نا معلوم ہے، آپ نے اپنی امت کو یہ ترغیب دی کہ بطور خاص طاق راتوں میں اسے تلاشیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ طاق رات میں شب قدر ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے، عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو"(1)۔

نصوص اس بات کی دلیل ہیں کہ شب قدر ہر سال الگ الگ راتوں میں واقع ہوا کرتی ہے، لیکن ان دس راتوں کے اندر ہی محصور رہتی ہے۔

اس لیے مومن کو چاہئے کہ آخری عشرے کی تمام راتوں کے اندر عبادت میں مصروف رہے، لوگ سوشل نیٹورک پر جو نشر کرتے پھرتے ہیں کہ شب قدر فلاں رات کو ہی ہوتی ہے، اس سے محتاط رہے، یہ ایسی بات ہے جو وقت کی بربادی اور عمل سے دوری کی طرف لے جاتی ہے۔

---

(1) بخاری (۲۰۱۷)

اے اللہ کے بندو! مومن کو چاہیئے کہ آخری عشرے میں دیگر ایام کے بالمقابل زیادہ محنت و لگن سے عبادت کرے، **اس کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ کہ:** شب قدر کی تلاش و جستجو، **دوسری یہ کہ:** یہ مہینہ اس سے رخصت ہو رہا ہوتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ آئندہ سال اسے یہ مہینہ نصیب ہو گا یا نہیں(1)۔

آپ یہ بھی جان رکھیں–اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے–کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَـٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّ ۚ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ۝٥٦﴾ **[الأحزاب: 56]**

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج،تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

عباد الله، إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى، وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي، يعظكم لعلكم تذكرون، فاذكروا الله العظيم يذكركم، واشكروه على نعمه يزدكم، ولذكر الله أكبر، والله يعلم ما تصنعون.

---

(1) یہ قول ابن الجوزی کی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "التبصرة" میں ذکر کیا ہے، تصرف کے ساتھ منقول۔

موضوع: عید الفطر سے متعلق دس اہم نکات

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

سب سے بہترین کلام اللہ کا کلام ہے، اور سب سے بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، سب سے بدترین چیز دین میں ایجاد کردہ بدعتیں ہیں، اور (دین میں) ہر ایجاد کردہ چیز بدعت ہے، ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

۱-اے اللہ کے بندو! اللہ تعالی سے کما حقہ ڈرو اور اس کا تقوی اختیار کرو، اسلام کو مضبوطی سے تھام لو، اور اللہ تعالی کی حمد وثنا بیان کرو کہ اس نے ماہ رمضان کے اختتام تک پہنچایا، اللہ کی قسم یہ ایک نعمت ہے، تمہارے رب کا فرمان ہے: ﴿ وَلِتُكْمِلُوا۟ ٱلْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا۟ ٱللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَىٰكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٨٥﴾ ﴾ [البقرة: 185]

ترجمہ: وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائیاں بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔

۲-اے مسلمانو! یقینا اللہ تعالی نے سچ فرمایا کہ رمضان صرف: (گنتی کے چند دن ہیں)، یہ ایام کتنی سرعت سے گزر جاتے ہیں، یہ شب وروز گزر گئے اور ہم سے رخصت ہوگئے، آپ کو محسوس ہوا کہ کیسے یہ دن گزر گئے؟ کیا آپ کو احساس ہوا کہ کتنی جلدی یہ شب وروز بیت گئے؟

۳-اے مومنو! آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے اس مہینے کے روزے رکھے، آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے اس ماہ کی راتوں میں قیام کیا، آپ کو مبارک ہو کہ آپ اس ماہ کے اختتام کو پہنچ گئے،

جبکہ بہت سے لوگ وفات پاگئے اور انہیں رمضان کا یہ آخری حصہ نصیب نہ ہو سکا، اللہ کے بیش بہا انعام واحسان پر ہم اس کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔

۴- اے مسلمانو! آپ سب کو وہ خوشی مبارک ہو جو ہمیں اسلام کے اس عظیم رکن یعنی رمضان کے روزوں کو ادا کرنے کے بعد ماہِ رمضان کے اخیر میں حاصل ہوتی ہے، آپ اللہ کی بڑائی بیان کرتے، اس کی وحدانیت اور عظمت کے گیت گاتے ہیں، آپ اللہ سے امید کرتے ہیں کہ آپ کی نیکیوں میں اضافہ ہوا ہو گا، آپ کے گناہ معاف اور درجات بلند ہوئے ہوں گے۔

۵- اے اللہ کے بندو! اللہ تعالی کی حکمت ہے کہ اس نے دو عظیم مناسبتوں کے بعد ہمارے لیے دو عیدیں مشروع فرمائیں، روزے مکمل کرنے کے بعد ہم عید الفطر مناتے ہیں اور حج مکمل کرنے کے بعد عید الاضحی مناتے ہیں، ہماری عیدیں دین وعبادت، نماز و تکبیر، زکاۃِ نفس (جان کی قربانی) اور زکاۃِ فطر سے عبارت ہیں، یہ خوشی بھی ہے اور صلہ رحمی بھی، آپسی ملاقات، باہمی الفت ومحبت، ماضی کی لغزشوں سے درگزر اور از سر نو تعلقات استوار کرنے، کینہ کپٹ اور حقد وحسد کو فراموش کرنے کا عمدہ موقع ہے، جس شخص کو کسی رشتہ دار یا دوست واحباب سے بغض ونفرت ہو یا بے تعلقی ہو گئی ہو تو اس دن کو غنیمت جان کر رشتہ جوڑے اور از سر نو تعلق قائم کرے اور دلوں میں خوشیوں کے رنگ بھرے۔

۶- اے مومنو! آپ کو ہماری عید کی یہ (پاکیزہ) خوشی مبارک ہو اور جو مشرک اور گمراہ اقوام کی عیدوں میں نہیں پائی جاتی، بلکہ ان کی عیدیں ان کے گناہ اور اللہ سے دوری میں مزید اضافہ کر دیتی ہیں۔

اللہ کے بندو! ان رحمتوں سے خوش ہو جائیں، اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿قُلْ بِفَضْلِ ٱللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِۦ فَبِذَٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوا۟﴾ [یونس: 58]

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔

اللہ سے مزید (رحمت وبرکت کی) دعا کریں۔

۷-اے مسلمانو! (عید کے دن) زیب وزینت اختیار کریں اور خوشبو سے خود کو معطر کریں، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (میں نے اہل علم سے سنا کہ وہ عطر اور زیب وزینت کو ہر عید میں مستحب سمجھتے تھے)[1]۔

۸-اے مومنو! اپنے گھروں کو اور اپنے دلوں کو کھول کر رکھیں، ایک دوسرے کے لیے دعا کریں کہ اللہ سب کے عمل کو شرف قبولیت سے نوازے، ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کریں، صحابہ کرام ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کرتے تھے: تقبل اللہ منا و منکم (اللہ تعالی ہمارے اور آپ کے نیک اعمال قبول فرمائے)۔

۹-اے مسلمانو! ماضی کی لغزشوں کو در گزر کرنا ایک عظیم ترین عبادت واطاعت ہے، اللہ تعالی نے اس پر بے شمار اجر وثواب مرتب فرمائے ہیں، اللہ فرماتا ہے: ﴿فَمَنۡ عَفَا وَأَصۡلَحَ فَأَجۡرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِۚ﴾ **[الشوری: 40]**

ترجمہ: جو معاف کر دے اور اصلاح کرلے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

چنانچہ اللہ نے (اس عمل پر) بے حساب اجر وثواب کا وعدہ فرمایا، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمل بڑا عظیم ہے۔

اے مومنو! نفوس (دلوں) کی اصلاح اور ان کا تزکیہ ایک افضل ترین عبادت ہے، اس پر اللہ

---

(1) ابن رجب کی کتاب شرح البخاری (٦/ ٦٨)، ط: ابن الجوزی-الدمام

نے فلاح وکامرانی مرتب کیاہے، فرمان باری تعالی ہے:

﴿ قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا ۝٩ وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا ۝١٠ ﴾ [الشمس: 9-10]

ترجمہ: جس نے اسے پاک کیا وہ کامیاب ہوااور جس نے اسے خاک میں ملا دیا وہ ناکام ہوا۔

اللہ کے بندو! جن اعمال سے خوشی میں اضافہ ہوتاہے، ان میں یہ بھی ہے کہ سماجی تعلقات بہتر بنائے جائیں، ان کی تجدید کی جائے، ان میں مضبوطی لائی جائے، پورے سال کے درمیان دلوں میں نفرت وکینہ کے جو غبار جم گئے ہیں، ان سے دلوں کو پاک وصاف کیا جائے، مبارکباد ہے اس شخص کے لیے جو عید کو غنیمت جان کر بکھرے ہوئے شوہر بیوی کے تعلقات درست کردے، آپس میں دوری کے شکار دو دلوں کو باہم جوڑ دے، جس کی وجہ سے ان کے خاندان میں خوشی کی لہر دوڑ جائے، یا کوئی خون معاف کردے، یا قرض چکادے، یا رشتہ داروں کی آپسی ناچاقی کو دور کردے۔

اے اللہ! تمام تعریفات تجھے ہی زیباہیں کہ تونے ہمارے اوپر ماہِ رمضان کے اختتام اور عید کو پہنچنے کا انعام کیا، اسے اپنی اطاعت کی راہ میں ہمارے لیے معاون کردے، اے اللہ! ہمیں اپنی محبت اور ہر اس عمل کی محبت عطا کر جو تجھ سے قریب کردے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے مغفرت طلب کرتاہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ بڑا معاف کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

۱۰-اے اللہ کے بندو! آپ جان رکھئے–اللہ آپ پر رحم فرمائے–کہ سب سے بڑی خوشی اس

وقت حاصل ہو گی جب آپ اللہ تعالی سے نیک اعمال کے ساتھ ملاقات کریں گے، اللہ تعالی جنتیوں سے فرمائے گا:اے جنت والو! جنتی جواب دیں گے: ہم حاضر ہیں اے ہمارے پروردگار! تیری سعادت حاصل کرنے کے لیے۔اللہ تعالیٰ پوچھے گا :کیا اب تم لوگ خوش ہوئے؟ وہ کہیں گے: اب بھی بھلا ہم راضی نہ ہوں گے کیونکہ اب تو، تو نے ہمیں وہ سب کچھ دے دیا جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: میں تمہیں اس سے بھی بہتر چیز دوں گا۔جنتی کہیں گے: اے رب! اس سے بہتر اور کیا چیز ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ :اب میں تمہارے لیے اپنی رضا مندی کو ہمیشہ کے لیے دائمی کر دوں گا یعنی اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا(1)۔

۱۱-اے مومنو! رمضان اصلاح کا اور ہمیشہ کے لیے اللہ تعالی سے رشتہ استوار کرنے کا بہترین موقع ہے، اس لیے آپ عبادت میں لگے رہیں، رمضان کے ساتھ عبادت نہیں ختم ہوتی، بلکہ موت کے بعد عمل کا سلسلہ ختم ہوتا ہے:﴿ وَٱعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأۡتِيَكَ ٱلۡيَقِينُ ٩٩ ﴾ [الحجر: 99]

ترجمہ:اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو موت آجائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:(اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے جسے پابندی سے ہمیشہ کیا جائے، خواہ وہ کم ہی ہو)(2)۔

اے مسلمانو! رمضان کے بعد بھی عمل صالح پر قائم ودائم رہنا اللہ کی توفیق اور قبولیتِ عمل کی علامت ہے، اس کے برعکس صرف موسم ہی موسم عمل کا بازار گرم کرنا کم علمی اور توفیق الٰہی

(1) بخاری (۶۵۴۹) اور مسلم (۲۸۲۹) نے اسے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) بخاری (۵۸۶۱) نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

سے دوری کی دلیل ہے، کیوں کہ جو رمضان کا رب ہے وہی تمام مہینوں کا بھی رب ہے، کسی سلف سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو شخص رمضان میں خوب عبادت کرتا ہے اور غیر رمضان میں عبادت ترک کر دیتا ہے، تو انہوں نے جواب دیا: یہ بہت ہی بری قوم ہے جو صرف رمضان میں اللہ کو جانتی ہے۔

اے مومنو! مسلمانوں کی ایک افضل صفت یہ ہے کہ وہ فرمانبرداری کرتے ہیں، فرمانبرداری یہ ہے کہ عبادت پر ثابت قدم رہا جائے اور اس پر ہمیشگی برتی جائے، اللہ نے فرمانبرداری کرنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: ﴿إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝٣٥﴾ **[الأحزاب: 35]**

ترجمہ:(جو لوگ خدا کے آگے سر اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی) مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرماں بردار مرد اور فرماں بردار عورتیں اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے خدا نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

۱۲- اے اللہ کے بندو! رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا سنت اور مستحب ہے اور اللہ

تعالی نے اس پر اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، جیسا کہ ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ (پوراسال) مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے[1]۔

شوال کے چھ روزے کی ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ رمضان کے فرض روزوں میں جو کمی رہ جاتی ہے، ان نفلی روزوں سے اس کی تلافی ہو جاتی ہے، کیوں کہ روزہ دار سے کوئی نہ کوئی کوتاہی یا گناہ سرزد ہو ہی جاتا ہے جو فرض روزے کو متاثر کر دیتا ہے، چنانچہ نفلی روزے سے فرض روزے کی یہ کمی دور ہو جاتی ہے۔

عید سے متعلق یہ دس (سے زائد) نکات ہیں، بندہ مسلم کو چاہئے کہ عید الفطر کے موقع پر انہیں ذہن نشیں رکھے، تاکہ عید عبادت میں بدل جائے، صرف رسم ورواج نہ رہے۔

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو اور ہم سے ہمارے کاموں میں جو بے جا زیادتی ہوئی ہے، اسے بھی معاف فرما، اے اللہ! ہمیں جہنم سے نجات کا پروانہ عطا کر، اے اللہ! جنت کو ہمارا ٹھکانہ بنا دے، ہمیں فردوس بریں کا وارث ومکیں بنا۔

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد، سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، الحمد لله رب العالمين.

---

(1) مسلم (۱۱۶۴)

موضوع: ذوالحجہ کے دس دنوں کی خصوصیات اور فضیلتیں

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن ودل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ مخلوقات پر اللہ کی ربوبیت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ جس مخلوق کو چاہتا ہے، باعظمت بنا دیتا ہے، خواہ وہ مخلوق کوئی شخص ہو، یا جگہ ہو، یا وقت ہو ، یا عبادت ہو، اس کے پیچھے کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے جسے وہی پاک وبرتر اللہ جانتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ ۚ ﴾ **[القصص: 68]**

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

ہم اس خطبے میں حسبِ سہولت ان خصائص کے بارے میں گفتگو کریں گے جن کے ذریعہ اللہ تعالی نے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کو سال کے دیگر ایام پر فضیلت اور امتیاز عطا کیا ہے، **سب سے پہلی خصوصیت** یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان ایام کا ذکر خصوصیت کے ساتھ قرآن میں کیا ہے، فرمان باری تعالی ہے:﴿ لِّيَشْهَدُواْ مَنَٰفِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُواْ ٱسْمَ ٱللَّهِ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْلُومَٰتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّنۢ بَهِيمَةِ ٱلْأَنْعَٰمِ ۖ ﴾ **[الحج: 28]**

ترجمہ: اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ کا نام یاد کریں اور چوپایوں پر جو پالتو ہیں (اللہ کا نام لیں)۔

مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: (مقررہ دنوں سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں)(1)۔

ذی الحجہ کے دس دنوں کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے ان دس راتوں کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَٱلۡفَجۡرِ ۝١ وَلَيَالٍ عَشۡرٖ ۝٢ ﴾ **[الفجر: 1-2]**

ترجمہ: قسم ہے فجر کی! اور دس راتوں کی!

ابن کثیر رقم طراز ہیں: دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کے دس دن ہیں، جیسا کہ ابن عباس، ابن الزبیر، مجاہد اور بہت سے اسلاف اور اخلاف سے منقول ہے۔ انتہی

ذی الحجہ کے دس دنوں کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان دنوں میں کئے جانے والے اعمال کا ثواب سال کے دیگر ایام کے بالمقابل زیادہ ہوتا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ذی الحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہوں"، لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال دونوں لے کر اللہ کی راہ میں نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا"(2)۔

ابن رجب رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ ہے کہ: یہ ایک نہایت عظیم اور مہتم بالشان حدیث ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مفضول اور کمتر عمل بھی اگر بافضیلت وقت میں کیا جائے تو وقت کی

---

(1) اس قول کو امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں صیغہ جزم کے ساتھ معلقاً روایت کیا ہے، دیکھیں: کتاب العیدین، باب فضل العمل فی أیام التشریق

(2) اسے بخاری (۹۶۹) اور احمد (۱/۳۳۸-۳۳۹) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ احمد کے ہی ہیں۔

فضیلت کی وجہ سے وہ فضیلت والے اعمال سے بھی زیادہ افضل ترین ہو جاتا ہے، نیز اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں کیا جانے والا عمل دیگر ایام میں کئے جانے والے اعمال صالحہ سے کہیں زیادہ افضل ہے، اس عموم سے صرف سب سے افضل قسم کا جہاد ہی مستثنی ہے، وہ یہ ہے کہ انسان جان ومال کے ساتھ نکلے، پھر کسی کے ساتھ واپس نہ آسکے۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں ادا کئے جانے والے نوافل رمضان کے آخری عشرہ میں کئے جانے والے نوافل سے افضل ہیں، اسی طرح ذی الحجہ کے دس دنوں میں ادا کئے جانے والے فرائض بھی دیگر ایام کے فرائض سے کہیں بڑھ کر ہیں۔[1] انتہی

ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان میں یوم عرفہ آتا ہے، جس دن اللہ تعالی نے اپنے دین کو مکمل فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ٱلۡيَوۡمَ أَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِينَكُمۡ وَأَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلۡإِسۡلَٰمَ دِينٗاۚ﴾ **[المائدة: 3]**

ترجمہ: آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

ذی الحجہ کے ان دس دنوں کی فضیلت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان میں یوم النحر (قربانی کا دن) آتا ہے، جو کہ حج اکبر کا دن ہے، جس دن بہت سی عبادتیں یکجا ہو جاتی ہیں، وہ یہ ہیں: نحر (قربانی کرنا)، طواف کرنا، سعی کرنا، بال منڈانا یا کٹوانا، اور رمیِ جمرات کرنا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے: "اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن یوم النحر (دسویں ذی الحجہ

---

(1) فتح الباری:۹/۱۱-۱۶، ناشر: مکتبۃ الغرباء الأثریۃ–المدینۃ

کا دن) ہے پھر یوم القَرّ (گیارہویں ذی الحجہ کا دن) ہے"[1]۔

یوم النحر کو یوم القرّ سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس دن حجاج کرام منیٰ میں قیام اور آرام کرتے ہیں۔

اے مسلمانو! ان دس دنوں میں مندرجہ ذیل چھ اعمال کو انجام دینے کی زیادہ اہمیت وفضیلت آئی ہے:

ا- کثرت سے الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اکبر کا ورد کرنا، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان دس دنوں کے بالمقابل کسی بھی دن میں نیک عمل کرنا زیادہ عظیم اور محبوب نہیں، اس لئے ان دنوں میں لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور الحمد للہ کا کثرت سے ورد کیا کرو"[2]۔

بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ابن عمر اور ابوہریرہ ان دس دنوں میں بازار میں نکلتے اور بلند آواز سے تکبیر پڑھتے چنانچہ لوگ بھی ان کو دیکھ تکبیر کہنے لگتے[3]۔

تکبیر کی صفت یہ ہے: (اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد)۔

معلوم ہوا کہ ان دس دنوں میں اللہ اکبر، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ کا ورد کرنا مشروع ہے، مسجدوں ،گھروں، راستوں اور ہر اس جگہ پر ان کا ورد کرنا مشروع ہے جہاں اللہ کا ذکر کرنا جائز ہے، تا کہ

---

(1) اسے ابوداود (۱۷۶۵) نے عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے احمد (۲/۱۳۱) نے روایت کیا ہے اور "المسند" (۶۱۵۴) کے محققین نے کہا کہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

(3) اسے بخاری نے کتاب العیدین میں باب فضل العمل فی أیام التشریق میں روایت کیا ہے۔

عبادت کا مظاہرہ اور عظمت الٰہی کا اعلان ہو سکے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد بلند آواز سے ان کلمات کا ورد کرے اور عورت اگر مردوں کے درمیان ہو تو آواز پست رکھے۔

آج کے زمانے میں تکبیر کی سنت ترک کر دی گئی ہے، آپ بہت کم لوگوں کو تکبیر پڑھتے ہوئے سنیں گے، لہذا اس سنت کو زندہ کرنے اور غافلوں کو ہوشیار و خبردار کرنے کے لئے بلند آواز سے تکبیر پڑھنا چاہئے، تاکہ دیکھا دیکھی دیگر لوگ بھی تکبیر کا اہتمام کریں، ہر انسان انفرادی طور پر تکبیر پڑھے، بیک آواز اجتماعی طور پر تکبیر پڑھنا مقصود نہیں، بلکہ یہ غیر مشروع عمل ہے۔

۲- ان دس دنوں میں جو اعمال مشروع ہیں ان میں روزے بھی ہیں، چنانچہ بندہ مسلم کے لئے یہ نہایت مستحب عمل ہے کہ ذی الحجہ کے نو دنوں کے روزے رکھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے نو روزے رکھا کرتے تھے، ہنیدۃ بن خالد اپنی بیوی سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں سے روایت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے نو روزے، عاشوراء کے دن (یعنی دسویں محرم کو) اور ہر مہینے میں تین روزے رکھتے اور ہر مہینہ کے پہلے دوشنبہ (پیر) کو، اور اس کے بعد والی جمعرات کو، پھر اس کے بعد والی جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے [1]۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: (مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجئے جس سے اللہ مجھے نفع پہنچائے)، آپ نے فرمایا: تم روزے کا اہتمام کرو کیوں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے [2]۔

---

(1) اسے ابو داود (۲۴۳۷) اور نسائی (۲۴۱۷) نے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ نسائی کے روایت کردہ ہیں، اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) اسے نسائی (۲۸۴۰) اور احمد (۵/۲۴۹) نے روایت کیا ہے، مذکورہ الفاظ نسائی کے روایت کردہ ہیں، احمد کے الفاظ یہ ہیں: میں نے کہا: مجھے ایسے عمل کا حکم دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کرادے، آپ نے فرمایا:

۳-ان دس دنوں میں جو اعمال کرنا مشروع ہے، ان میں عرفہ کے دن کا روزہ رکھنا بھی ہے، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: عرفہ کے دن کا روزہ ایسا ہے کہ میں امید وار ہوں اللہ پاک سے کہ ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے[1]۔

۴-ان دس دنوں میں جو اعمال کرنا مشروع ہے، ان میں عید کی نماز ادا کرنا بھی ہے، جو کہ ایک مشہور و معروف بات ہے۔

۵-ان دس دنوں میں جو اعمال کرنا مشروع ہے، ان میں قربانی کے جانور ذبح کرنا بھی ہے، یہ ہر صاحب استطاعت کے لئے سنت مؤکدہ ہے، عید الاضحی کے دن قربانی کے جانور ذبح کرنا دیگر ایام تشریق کے مقابلے میں زیادہ افضل ہے، کیوں کہ عید الاضحی کا دن ذی الحجہ کے دس دنوں میں سب سے آخری دن ہے، اور یہ دس دن سال کے تمام دنوں سے افضل ہیں، جب کہ ایامِ تشریق ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں شامل نہیں ہیں، نیز اس لئے بھی کہ عید کے دن جانور ذبح کرنا عمل صالح میں جلدی کرنے کے قبیل سے ہے[2]۔

۶-ذی الحجہ کے دس دنوں میں جو اعمال کرنا مشروع ہے، ان میں حج اور عمرہ کی ادائیگی بھی ہے، اس عشرہ میں ادا کیا جانے والا یہ سب سے افضل عمل ہے، جس کو اللہ تعالی حج بیت اللہ کی توفیق عطا کرے، اور وہ مطلوبہ طریقے کے مطابق مناسکِ حج کو ادا کرے اور اللہ کے منع کردہ امور سے اجتناب کرے، یعنی شور و غوغا، فسق وفجور اور لڑائی جھگڑا (سے باز رہے) تو وہ اس کا مستحق

روزہ کا اہتمام کرو، کیوں کہ اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ پھر میں دوبارہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے مجھ سے کہا: روزہ کا اہتمام کرو۔ اس حدیث کو البانی نے صحیح کہا ہے اور "المسند" کے محققین نے کہا کہ: اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(1) اسے مسلم (۱۱۶۲) نے ابو قتادۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) "تسہیل الفقہ" از: شیخ عبد اللہ بن عبد العزیز الجبرین رحمہ اللہ (۹/۲۲۹)

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے کے مطابق اس اجر وثواب سے فیض یاب ہو: مقبول حج کا بدلہ جنت ہی ہے(1)۔

اللہ کے بندو! یہ چھ عبادتیں ہیں، جو کہ ذی الحجہ کے دس دنوں میں ادا کئے جانے والے مستحب اعمال میں سر فہرست ہیں، یہ عبادتیں پورے سال کے دیگر بافضیلت ایام کے مقابلے میں ذی الحجہ کے دس دنوں کے ساتھ مختص ہیں، ان دس دنوں کے اندر چونکہ یہ عبادتیں یکجا ہو جاتی ہیں، اس لئے ان ایام کو سال کے دیگر ایام پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے، بایں طور کہ تمام بنیادی عبادتیں ان میں یکجا ہو جاتی ہیں، جیسے نماز، روزہ، صدقہ اور حج، یہ عبادتیں دیگر دنوں میں یکجا نہیں ہوتیں۔ یہ ابن حجر رحمہ اللہ کا قول ہے(2)۔

اللہ کے بندو! یہ تعجب کی بات ہے کہ لوگ رمضان کے آخری عشرہ میں خوب نشاط اور سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں، جب کہ ذوالحجہ کے ان دس دنوں میں وہ نشاط اور سرگرمی نہیں دکھاتے، جب کہ یہ ایام زیادہ فضیلت اور عظمت کے حامل ہیں۔

جلیل القدر تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا یہ طرز عمل تھا کہ جب ذوالحجہ کے دس دن آتے تو حد درجہ محنت اور لگن سے عبادت کرتے یہاں تک کہ جان جوکھوں میں ڈال لیتے(3)۔

ان کا یہ قول بھی روایت کیا جاتا ہے کہ: "عشرہ ذی الحجہ کی راتوں میں چراغ مت بجھایا کرو"(4)۔

---

(1) اسے بخاری (۱۷۷۳) اور مسلم (۱۳۴۹) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) دیکھیں: فتح الباری (۲/۵۳۴)، شرح حدیث: (۹۶۹)

(3) اسے دارمی نے اپنے "سنن" (۱۸۱۵) نے روایت کیا ہے، طباعت: دار المغنی، تحقیق: حسین سلیم اسد، نیز اسے بیہقی نے "الشعب" میں حدیث نمبر (۳۷۵۲) کے تحت روایت کیا ہے۔

(4) دیکھیں: "سیر أعلام النبلاء" (۴/۳۲۶)

یعنی ان راتوں کو تلاوت اور تہجد سے آباد رکھا کرو۔

آیئے ہم اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان ایام میں کثرت سے اعمال صالحہ انجام دیتے ہیں، ان اعمال کی انجام دہی کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان اعمال کے اجر وثواب کی اللہ تعالی سے امید رکھتے ہیں، کیوں کہ آج عمل کا موقع ہے اور حساب وکتاب نہیں، اور کل (قیامت کے دن) حساب وکتاب ہو گا اور عمل کا موقع نہیں: ﴿سَابِقُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أُعِدَّتۡ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦۚ﴾ **[الحدید: 21]**

ترجمہ: (آؤ) دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے مغفرت کا خواستگار ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله على فضله وإحسانه، والشكر له على توفيقه وامتنانه، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له تعظيما لشأنه، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم تسليما كثيرا.

اے مومنو! آپ یہ جان رکھیں کہ **ذوالحجہ کے دس دن رمضان کے آخری عشرہ سے بھی زیادہ افضل ہیں،** اس لئے ان ایام میں خوب محنت ولگن سے عبادت کریں، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: خلاصہ کلام یہ کہ ان دس دنوں کے بارے میں کہا گیاہے کہ یہ سال کے تمام دنوں سے افضل ہیں، جیسا کہ حدیث میں اس کی وضاحت آئی ہے، بہت سے اہل علم نے ان دنوں کو رمضان کے آخری عشرے پر فوقیت دی ہے، کیوں کہ (رمضان کے آخری عشرے میں) جو عبادتیں مشروع ہیں وہ ان ایام میں بھی مشروع ہیں جیسے نماز، روزہ، صدقہ وغیرہ، لیکن ذی الحجہ کے دس دنوں کا امتیازی وصف یہ ہے کہ ان میں حج کی فرضیت ادا کی جاتی ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے: رمضان کا آخری عشرہ زیادہ افضل ہے، کیونکہ اس میں شب قدر آتی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے۔

ایک گروہ نے درمیانہ موقف اختیار کرتے ہوئے کہا: ذوالحجہ کے دس دن زیادہ افضل ہیں، اور رمضان کی (آخری) دس راتیں زیادہ افضل ہیں، اس طرح تمام دلائل کے درمیان جمع وتطبیق کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، واللہ اعلم۔(1) انتہی

(1) تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ الحج:۲۸، یہ ان کے استاد ابن تیمیہ کا بھی قول ہے جیسا کہ "مجموع فتاوی ابن تیمیۃ" (۲۵/۲۸۷) میں مذکور ہے، نیز ابن القیم کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ "بدائع الفوائد" (۳/۱۱۰۲)، طباعت: عالم الفوائد میں ہے۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ جو شخص قربانی کی نیت رکھتا ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ بال، ناخن اور چمڑہ کو کاٹے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، تو وہ **اپنے بالوں اور ناخنوں کو (نہ کاٹے)** "(1)۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: "جب عشرہ (ذوالحجہ) شروع ہو جائے اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ **اپنے بال اور چمڑے کو نہ کاٹے**"۔

اے مسلمانو! شریعت اسلامیہ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ تکلیف اور حرج کو دور کرتی ہے، چنانچہ جس شخص کو بال، یا ناخن، یا چمڑا کاٹنے کی ضرورت در پیش ہو تو اس کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں، ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص کو بال، ناخن اور چمڑا کاٹنے کی ضرورت پیش آجائے اور وہ کاٹ لے تو کوئی حرج نہیں، مثلاً اسے کوئی زخم ہو جس کی وجہ سے اسے بال کاٹنا پڑے، یا اس کا ناخن اکھڑ جائے اور اس کے لئے تکلیف دہ ہو تو وہ ناخن کے تکلیف دہ حصہ کو کاٹ لے، یا چمڑا کٹ کر لٹکنے لگے اور اسے تکلیف پہنچائے تو وہ اسے کاٹ دے، ان تمام صورتوں میں اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔ انتہی (2)۔

اے مسلمانو! جب حاجی قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہے، اس لئے وہ اپنے بال اور چمڑا نہ کاٹے، یہاں تک کہ عمرہ سے فارغ ہو جائے، اگر عمرہ کرلے تو اس کے لئے بال کٹوانا ضروری ہے، اس لئے وہ اپنے بال کٹوائے، اگرچہ وہ اپنے ملک میں قربانی کرنے کا ارادہ ہی کیوں نہ رکھتا ہو، کیوں کہ عمرہ میں بال کٹوانا عبادتِ عمرہ کا ایک حصہ ہے، یہ ابن باز اور ابن

---

(1) اسے مسلم (۱۹۷۷) نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(2) "مجموع فتاوی ابن عثیمین" (۲۵/۱۶۱)

عثیمین رحمہا اللہ کا قول ہے(1)۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر رحم فرمائے- کہ اللہ تعالی نے آپ کو ایک ایسا حکم دیا ہے جس کا آغاز اپنی ذات سے کیا، پھر رب تعالی کی پاکی بیان کرنے والے فرشتوں کو اس کا حکم دیا اور اس کے بعد انس وجن کے تمام مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:﴿ إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِيِّۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ صَلُّواْ عَلَيۡهِ وَسَلِّمُواْ تَسۡلِيمًا ﴿٥٦﴾ ﴾ **[الأحزاب: 56]**

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت وسلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

عباد الله! إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربى، وينهى عن الفحشاء والمنكر والبغي، يعظكم لعلكم تذكرون، فاذكروا الله العظيم يذكركم، واشكروه على نعمه يزدكم، ولذكر الله أكبر، والله يعلم ما تصنعون.

---

(1) دیکھیں: "مجموع الفتاوی" (۱۷/ ۲۳۳) لابن باز، "مجموع الفتاوی" (۲۵/ ۱۴۲) لابن عثیمین رحمہا اللہ تعالی۔

موضوع: عرفہ کے دن کی خصوصیات

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

اے مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف اپنے ذہن و دل میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ مخلوقات پر اللہ کی ربوبیت کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ جس مخلوق کو چاہتا ہے، باعظمت بنا دیتا ہے، خواہ وہ مخلوق کوئی شخص ہو، یا جگہ ہو، یا وقت ہو، یا عبادت ہو، اس کے پیچھے کوئی حکمت کارفرما ہوتی ہے جسے وہی پاک و برتر اللہ جانتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ ۚ ﴾ **[القصص: 68]**

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے۔

ہم اس خطبے میں ان شاء اللہ گفتگو کریں گے کہ اللہ نے عرفہ کے دن کو کن عظمتوں اور کن دس خصوصیات سے سرفراز کیا ہے:

۱-پہلی خصوصیت: عرفہ کا دن، دین اسلام کی تکمیل اور نعمت کے مکمل ہونے کا دن ہے،

طارق بن شہاب سے مروی ہے کہ ایک یہودی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک ایسی آیت ہے جسے تم پڑھتے رہتے ہو، اگر وہ آیت ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید کا دن ٹھہرا لیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی بولا: یہ آیت:

﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ [المائدة: 3]

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

حضرت عمر نے کہا: "ہم اس دن اور اس مقام کو جانتے ہیں جس میں یہ آیت نبی ﷺ پر نازل ہوئی۔ یہ آیت جمعہ کے دن اتری جب آپ عرفات میں کھڑے تھے"(1)۔

۲- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں دو مقامات پر اس کی قسم کھائی ہے، اللہ عظیم بڑی چیز کا ہی قسم کھاتا ہے، اللہ تعالی کے اس فرمان میں مشہود سے مراد یہی دن ہے: ﴿وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ ۝٣﴾ [البروج: 3]، چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: (شاہد سے مرادہ جمعہ کا دن اور مشہود سے مراد عرفہ کا دن اور موعود سے مراد قیامت کا دن ہے)(2)۔ **اللہ کے بندو!** اللہ کے فرمان: ﴿ وَٱلشَّفْعِ

(1) اسے بخاری (۴۵) اور مسلم (۳۰۱۶) نے طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں، بطور فائدہ یہ بھی جان لیں کہ محمد بن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کعب احبار کا یہ قول روایت کیا ہے: اگر اس امت کے علاوہ کسی اور امت پر یہ آیت نازل ہوتی تو وہ اس دن کا خوب اہتمام کرتے اور اسے اپنی عید بنا لیتے اور اکٹھا ہو کر اس کا جشن مناتے، حضرت عمر نے کہا: اے کعب! یہ کونسی آیت ہے؟ انہوں نے کہا: (الیوم أکملت لکم دینکم)، حضرت عمر نے کہا: مجھے اس دن کا علم ہے جس دن یہ آیت نازل ہوئی، اس مقام کا بھی علم ہے جہاں یہ نازل ہوئی، جمعہ کے دن، عرفہ کے میدان میں یہ آیت نازل ہوئی، اور یہ دونوں ہی ہمارے لئے عید کے ایام ہیں، الحمد للہ۔

(2) اسے احمد (۷۹۷۳) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے صحیح کہا ہے۔

وَالْوَتْرِ ۝ ﴾ [الفجر: 3] میں وَتر سے مراد بھی یومِ عرفہ ہی ہے، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آیت میں) عَشر سے مراد ذوالحجہ کے دس دن ہیں، وَتر سے مراد عرفہ کا دن اور شفع سے مراد قربانی کا دن ہے[(1)]۔

۳- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، ابو قتادہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عرفہ کے دن کا روزہ، میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال اور اگلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا"[(2)]۔

۴- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ حرمت کے مہینے میں واقع ہوتا ہے، اس سے پہلے بھی حرمت والا مہینہ آتا ہے اور اس کے بعد بھی حرمت والا مہینہ آتا ہے۔

۵- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ جہنم سے رہائی کا دن ہے، اس دن اللہ (بندوں سے) قریب ہوتا ہے، اور اللہ تعالی فرشتوں کے سامنے عرفہ میں وقوف کر رہے حاجیوں پر فخر ومباہات کا اظہار کرتا ہے، یہ تین خصوصیات ہیں جن کا ذکر ایک ہی حدیث میں آیا ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ عزوجل عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن بندوں کو آگ سے آزاد نہیں کرتا۔ اللہ عزوجل (بندوں سے) قریب ہوتا ہے، پھر اور قریب ہوتا ہے، پھر ان کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے اظہار فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"[(3)]۔

---

(1) اسے احمد (۱۴۵۱۱) نے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے حسن کہا ہے۔

(2) اسے مسلم (۱۱۶۲) نے روایت کیا ہے۔

(3) اسے مسلم (۱۳۴۸) نے روایت کیا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی عرفہ کی شام میں عرفہ میں وقوف کر رہے حاجیوں پر فرشتوں کے سامنے اظہار فخر کرتا ہے اور کہتا ہے: دیکھو! میرے بندے پراگندہ بال اور غبار آلود (یعنی سفر کی مشقت برداشت کر کے) میرے دربار میں حاضر ہو گئے (1)۔

ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عرفہ کا دن جہنم سے رہائی کا دن ہے، اس دن اللہ تعالی عرفہ میں موجود حاجیوں اور دیگر ممالک کے دیگر مسلمانوں کو جہنم سے رہائی کا پروانہ عطا کرتا ہے، اسی لئے اس کے بعد جو دن آتا ہے وہ تمام مسلمانوں کے لئے عید کا دن ہے، خواہ وہ میدان عرفہ میں موجود ہوں یا نہیں، کیوں کہ اس دن جہنم سے رہائی اور مغفرت کی حصولیابی میں وہ باہم مشترک ہوتے ہیں۔(2) انتہی۔

٦- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دن کی جانے والی دعا کی قبولیت کا امکان زیادہ ہوتا ہے، عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سب سے بہتر دعا عرفہ والے دن کی دعا ہے اور میں نے اب تک جو کچھ (بطور ذکر) کہا ہے اور مجھ سے پہلے جو دوسرے نبیوں نے کہا ہے ان میں سب سے بہتر دعا یہ ہے: "لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير"(3)۔

(1) اسے احمد (٢/٢٢٤) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "صحیح الترغیب والترھیب" میں حدیث نمبر (١١٥٣) کے تحت صحیح کہا ہے۔

(2) "لطائف المعارف"- المجلس الثاني في يوم عرفة مع يوم النحر

(3) اسے ترمذی (٣٥٨٥) نے روایت کیا ہے اور البانی نے "الصحیحۃ" (١٥٠٣) میں اسے حسن کہا ہے۔

۷- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ عشرہ ذی الحجہ کے درمیان واقع ہوتا ہے، جو کہ سال کے تمام دنوں سے افضل دن ہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ذوالحجہ کے دس دنوں کے مقابلے میں دوسرے کوئی ایام ایسے نہیں جن میں نیک عمل اللہ کو ان دنوں سے زیادہ محبوب ہوں"۔ لوگوں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی نہیں، سوائے اس مجاہد کے جو اپنی جان اور مال دونوں لے کر اللہ کی راہ میں نکلا پھر کسی چیز کے ساتھ واپس نہیں آیا"(1)۔

۸- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دن حج کا سب سے عظیم رکن ادا کیا جاتا ہے، جو کہ وقوفِ عرفہ ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے: "حج عرفات میں ٹھہرنا ہے"(2)۔

۹- عرفہ کے دن کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس دن مسلمان دنیا کے مختلف گوشوں سے آکر ایک ہی جگہ پر جمع ہوتے ہیں، اور ایک ہی فریضہ کو ادا کرتے ہیں جو نہ کسی دوسرے دن میں ادا کیا جا سکتا ہے، نہ کسی دوسری جگہ پر اور نہ کسی دوسری عبادت میں یہ اجتماعی مظاہرہ ہوتا ہے، یہ اسلامی شعائر کے ظہور اور اس کی سربلندی کا مظہر ہے، نیز یہ شیطان کی پسپائی کا بھی سبب ہے، کیوں کہ وہ دیکھتا ہے کہ (بندوں پر) رحمتیں نازل ہو رہی ہیں اور (ان کے) گناہ معاف کئے

---

(1) اسے بخاری (۹۶۹) اور احمد (۱/۳۳۸-۳۳۹) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ بخاری ہی کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے نسائی (۳۰۱۶) وغیرہ نے عبد الرحمن بن یعمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

جارہے ہیں (جس کی وجہ سے اسے پسپائی ہوتی ہے)۔

اے اللہ کے بندو! یہ وہ دس خصلتیں ہیں جن سے اللہ نے عرفہ کے دن کو مختص فرمایا ہے، اس کے مقام ومرتبہ اور عظمت واہمیت کے پیش نظر، اس لئے ہمیں ان فضیلتوں کو اعمال صالحہ کے ذریعہ حاصل کرنے کے لئے اللہ کی مدد طلب کرنی چاہئے، ان سے اپنے دامنِ مراد کو بھرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور اللہ سے اجروثواب کی امید رکھنی چاہئے، کیونکہ آج عمل کا موقع ہے اور حساب وکتاب نہیں، اور کل حساب ہوگا اور عمل کا موقع نہیں: ﴿ سَابِقُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا كَعَرۡضِ ٱلسَّمَآءِ وَٱلۡأَرۡضِ أُعِدَّتۡ لِلَّذِينَ ءَامَنُواْ بِٱللَّهِ وَرُسُلِهِۦۚ ﴾ **[الحديد: 21]**

ترجمہ: آؤ دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان وزمین کی وسعت کے برابر ہے، یہ ان کے لیے بنائی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ سب کو قرآن کی برکتوں سے بہرہ مند فرمائے، مجھے اور آپ سب کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے، میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اللہ تعالی سے مغفرت کا خواستگار ہوں، آپ بھی اس سے مغفرت طلب کریں، یقیناوہ خوب معاف کرنے والا بڑا مہربان ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله على فضله وإحسانه، والشكر له على توفيقه وامتنانه، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له تعظيما لشأنه، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم تسليما كثيرا. أما بعد:

اے مومنو! آپ یہ جان رکھیں کہ عرفہ کے دن دعا کرنی کی جو فضیلت آئی ہے، وہ پوری دنیا کے لئے عام ہے، یہ فضیلت صرف ان حاجیوں کے لئے خاص نہیں جو عرفات میں وقوف کرتے

ہیں، کیوں کہ یہ وقت کی فضیلت ہے، البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو حجاج عرفہ کے میدان میں ہوتے ہیں انہیں جگہ اور وقت دونوں کی فضیلت حاصل ہوتی ہے۔

اللہ کے بندو! عرفہ کے دن ذکر واذکار اور دعاء ومناجات کا اہتمام کرنے میں جو چیزیں معاون ہو سکتی ہیں، ان میں یہ بھی ہے کہ حسبِ استطاعت ظہر کے بعد سے مغرب کے وقت تک مسجد میں ٹھہرا جائے، عرفہ کے دن یہ بھی مشروع ہے کہ نماز کے بعد تکبیرِ مقیّد کا التزام کیا جائے، غیر حاجیوں کے لئے یہ تکبیر عرفہ کے دن فجر کی نماز سے لیکر تیرہ ذوالحجہ کے دن عصر کی نماز کے اختتام تک مشروع ہے، رہی بات حاجیوں کی تو ان کے لئے تکبیر کا آغاز عرفہ کے دن ظہر اور عصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہوتا ہے، جب حاجی نماز سے فارغ ہو جائے تو تین دفعہ استغفار کرے، پھر یہ دعا پڑھے:(اللهم أنت السلام ومنك السلام، تباركت يا ذا الجلال والإكرام)، پھر تکبیر کا آغاز کرے اور کہے:(الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله ، الله أكبر، الله أكبر ولله الحمد)۔

اے مومنو! یہ ایک بڑا موقع اور ہمارے عزیز وبرتر پروردگار کی رحمت کا جھونکا ہے جو سال میں ایک دفعہ ہی آتا ہے، ہمیں اللہ کے سامنے خیر وبھلائی کا مظاہرہ کرنا چاہئے، عبادت، ذکر واذکار اور دعاء ومناجات کا التزام کرنا چاہئے، کیوں کہ بندہ جب اللہ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس سے ایک گز قریب ہوتا ہے، اور جب بندہ اللہ سے ایک گز قریب ہوتا ہے تو اللہ تعالی اس سے دو گز قریب ہو جاتا ہے، جو اس کی طرف چل کر جاتا ہے، اللہ تعالی اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہے، یہ حدیث اللہ تعالی کے عظیم فضل واحسان پر دلالت کرتی ہے اور اس بات پر بھی کہ بندے خیر وبھلائی اور عمل صالح کے ذریعہ اللہ تعالی سے قریب ہونے کے لئے جتنی سبقت کرتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ اللہ تعالی خیر وبھلائی، اور سخاوت وفیاضی کے ذریعہ بندوں کی طرف بڑھتا ہے۔

اے اللہ !تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف نہیں کرتا، تو ہمیں اپنی مغفرت سے نواز اور ہم پر رحم فرما، یقینا تو بہت زیادہ معاف کرنے والا اور خوب رحم کرنے والا ہے۔

اے اللہ! ہمیں عرفہ کے دن تک پہنچا اور اس دن ذکر واذکار کرنے، تیرا شکر بجالانے اور بہتر طریقے سے عبادت کرنے میں ہماری اعانت و مدد فرما۔

اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے نجات دے۔

سبحان ربنا رب العزة عما يصفون، وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين.

موضوع: عید الاضحی – بیس اہم نکات

الله أكبر (نو دفعہ)، الله أكبر كبيرًا، والحمد لله كثيرًا، وسبحان الله بكرةً وأصيلاً.

الحمد لله جلَّ جلالُه، وعظُم ثناؤه، وتقدَّست أسماؤه، سبحانه وبحمده لا تُحصى نعماؤه، وأشهد أن لا إلٰهإلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبدُه ورسولُه، بعثه الله بالهدى ودينِ الحقِّ، اللهم صلِّ وسلِّم وبارك عليه، وعلى آله وصحبه وسلِّم تسليما كثيرا.

حمد و ثنا کے بعد!

اللہ عزیز و برتر کا تقوی اختیار کرو، کیوں کہ اللہ پاک کا تقوی ہی سب سے بہترین توشہ اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ ہے۔

۱- اے مسلمانو! آپ پر اللہ کا ایک عظیم دن سایہ فگن ہے، یقینا یہ قربانی اور عید الاضحی کا مبارک دن ہے، یہ دن اسلام کے ایک عظیم فریضہ کی ادائیگی کے بعد آتا ہے، یعنی فریضہ حج، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا دن یوم النحر (دس ذوالحجہ) اور اس کے بعد یوم القرّ (۱۱ ذوالحجہ) ہے[1]۔ یوم القرّ اس دن کو کہتے ہیں جس دن حجاج کرام منی میں قیام کرتے ہیں۔

قربانی کے دن کو دیگر ایام پر فوقیت دینے کا راز یہ ہے کہ حج کے زیادہ تر اعمال اسی دن انجام دیے

(1) اس حدیث کو ابو داود (۱۷۶۵) نے عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

جاتے ہیں، جیسے حجاج کرام اس دن جمرہ عقبہ کو کنکری مارتے ہیں، ہدی کا جانور ذبح کرتے ہیں، بال منڈواکر یا کٹواکر حج سے تحلل حاصل کرتے ہیں، طواف افاضہ کرتے ہیں، صفاومروہ کے درمیان سعی کرتے ہیں اور غیر حاجی اس دن قربانی کا جانور ذبح کرتے ہیں، یہ تمام اعمال اس دن کے علاوہ کسی اور دن یکجا نہیں ہوتے۔

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد.

۲-اللہ کے بندو! اسلامی عیدوں کو دیگر عیدوں اور خوشی کے مواقع سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ یہ کہ یہ عیدیں بیش بہا حکمتوں اور عظیم مقاصد کے تحت مشروع کی گئی ہیں، ان میں یہ بھی سر فہرست ہے کہ اللہ کے شعائر کی تعظیم کی جائے، مومنوں کو خوشی ومسرت پہنچائی جائے، اسلام کے متبعین اور پیروکاروں کے تئیں اس دین کی آسانی وسہولت کو اجاگر کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ) یوم النحر (دسویں ذوالحجہ) اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کے عید کے ایام ہیں۔ یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں[1]۔

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد.

۳-اے مومنو! آج کے دن مومن کے لیے اللہ کی قربت حاصل کرنے کا سب سے عظیم وسیلہ یہ ہے کہ جانوروں کو قربان کرے، یہ اللہ کے دو خلیل ابراہیم ومحمد علیہما الصلاۃ والسلام کی سنت ہے۔

۴-قربانی کرنے کے کچھ آداب اور سنتیں ہیں، جیسے جانور کو قبلہ رخ کرکے ذبح کرنا، اس پر اللہ

(1) اس حدیث کو ابو داود (۲۴۱۹) نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

کا نام لینا اور یہ کہنا:(اللهم هذا منك ولك، اللهم هذا عني وعن أهل بيتي، اللهم تقبل مني).

(اے اللہ! یہ تیری جانب سے ہے اور تیرے لیے ہے، اے اللہ! اسے میری جانب سے اور میرے اہل خانہ کی جانب سے قبول فرما! اے اللہ! اسے میری جانب سے قبول فرما)۔

۵- قربانی دینے والے کے لیے یہ مستحب ہے کہ اگر قدرت واستطاعت ہو تو خود سے جانور ذبح کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں شہِ رگ پر چھری چلائے، جو کہ گردن کے دونوں کنارے کی رگیں ہیں۔

۶- اگر دوسرے کو اپنا جانور ذبح کرنے کی ذمہ داری دے، تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اس کی طرف سے ذبح کرنے والا یہ دعا پڑھے : اللهم هذا منك ولك، اللهم هذا عن فلان (اس کا نام لے)، اللهم تقبل منه.

(اے اللہ! یہ تیری جانب سے ہے اور تیرے لیے ہے، اے اللہ! فلاں (نام لے کر کہے) کی جانب سے اسے قبول فرما، اللہ! تو اس کی طرف سے اسے قبول فرما)۔

۷- اسے چاہیے کہ چھری کو جانور سے چھپا کر رکھے اور اس کے سامنے چھری تیز نہ کرے اور نہ ہی دوسرے جانوروں کے سامنے اسے ذبح کرے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے: (اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ سب سے اچھا طریقہ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے جب تم (قصاص یا حد میں کسی کو) قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو، اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو، تم میں سے ایک شخص (جو ذبح کرنا چاہتا ہے) وہ اپنی (چھری

کی) دھار کو تیز کرلے اور ذبح کیے جانے والے جانور کو اذیت سے بچائے)[1]۔

۸- ذبح کرنے کا وقت چار دنوں تک رہتا ہے، قربانی کا دن اور تین دن (ایام تشریق)، افضل یہ ہے کہ عید کے دن ذبح کرے تا کہ ذی الحجہ کے دس دنوں کے اندر ہی یہ عمل انجام پائے۔

۹- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگ والے دو سفید مینڈھوں کی قربانی دی اور جن جانوروں کی قربانی نہیں کرنی ہے، ان کی وضاحت فرمائی: چار قسم کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے: ایسا کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور ایسا دبلا پتلا جس میں گوشت نہ ہو[2]۔

۱۰- نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ عید کے دن قربانی کے جانور کے گوشت سے ہی کھانے کی ابتدا کرتے۔

۱۱- اللہ کے بندو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ ہدی اور قربانی کا خاص اہتمام کیا کرتے تھے، خوبصورت سے خوبصورت اور فربہ سے فربہ جانور خریدتے، کیوں کہ جانور جس قدر قیمتی اور کامل صفات کا حامل ہو اسی قدر وہ اللہ کو محبوب ہے اور اسے قربان کرنے والے کا اجر وثواب بھی اسی قدر زیادہ ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قربانی کا اجر وثواب مطلق طور پر اس کی قدر وقیمت کے بقدر ہوتا ہے[3]۔

---

(1) اس حدیث کو مسلم (۱۹۵۵) نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو احمد (۴/ ۳۰۰) نے روایت کیا ہے اور (المسند) کے محققین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(3) (الفتاوی الکبری) (۴/ ۴۶۸)

۱۲-اللہ کے بندو! قربانی کے جانور پر خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں ہے لیکن حدیث میں آیا ہے کہ اس کا گوشت کھا سکتے اور سفر کے لیے توشہ بھی لے سکتے ہیں اور فقیروں کو بھی کھلا سکتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

﴿فَكُلُواْ مِنْهَا وَأَطْعِمُواْ ٱلْقَانِعَ وَٱلْمُعْتَرَّ﴾ [الحج: 36]

ترجمہ: اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔

حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (کھاؤ بھی اور توشہ بھی بناؤ)[1]۔ ایک روایت میں ہے: (کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو)[2]۔

۱۳-اگر جانور ذبح کر دیا جائے تو اس کا کوئی بھی حصہ بیچنا جائز نہیں، نہ ہی گوشت اور نہ چمڑا وغیرہ۔

۱۴-تالیف قلب اور دینی شعائر کے اظہار کے لیے کافر کو قربانی کا گوشت دینا جائز ہے۔

۱۵-قصاب کو اجرت کے طور پر قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں، قربانی کرنے والے کے لیے جائز ہے کہ قصاب کو اجرت کے طور پر مال (پیسے) دے۔

۱۶-اے اللہ کے بندو! اس عظیم دن کے بعد بڑے فضیلت والے دن یعنی ایام تشریق آتے ہیں، اللہ عزوجل نے ان دنوں میں کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿ وَٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ فِيٓ

(1) اس حدیث کو بخاری (۱۷۱۹) اور مسلم (۱۹۷۲) نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(2) اس حدیث کو مسلم (۱۹۷۳) نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

أَيَّامٍ مَّعۡدُودَٰتٖۚ﴾ [البقرة: 203]

ترجمہ: اور اللہ تعالی کی یاد ان گنتی کے چند دنوں میں کرو۔

عید کے دنوں میں کیے جانے والے اہم اعمال یہ ہیں: تشریق کے تین دنوں میں مطلق تکبیر کا ہمہ وقت اہتمام کرنا اور اس عمل کو ایام تشریق کے تیسرے دن کی اذان مغرب تک جاری وساری رکھنا، نیز ایام تشریق کے تیسرے دن کی نماز عصر تک پنج وقتہ نمازوں کے بعد تکبیر مقید کا اہتمام کرنا، اگر چاہے تو دو دفعہ اللہ اکبر کہے اور چاہے تو تین دفعہ: الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، الله أكبر الله أكبر ولله الحمد.

الله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، الله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد.

۱۷- اللہ کے بندو! ایام تشریق در اصل کھانے پینے اور اللہ تعالی کو یاد کرنے کے ایام ہیں، اس لیے عید کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے کیوں کہ یہ عید کے ایام ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔ ایک روایت میں ہے: اللہ کو یاد کرنے کے دن ہیں[(1)]۔

۱۸- عید کی حکمتوں اور عظیم منفعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ: مسلمانوں کے درمیان تعلق قائم کیا جائے، ایک دوسرے سے ملنے جلنے کا رواج ہو، دلوں میں قربت پیدا ہو، وحشت وغربت کا فور ہو جائے، اور حقد وجلن اور حسد کی آگ بجھ جائے، اسلام کی یہ قدرت کہ مسلمانوں کو نماز عید کی ادائیگی کے لیے ایک جگہ جمع کر دے، اس بات کی نشانی ہے کہ وہ انہیں حق پر جمع کرنے اور ان کے دلوں کو تقوی کی بنیاد پر جوڑنے پر بھی قادر ہے، چنانچہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ

---

(1) اس حدیث کو مسلم (۱۱۴۱) نے نبیشہ الخیر الہذلی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مسلمانوں کی ایک دوسرے سے محبت، ایک دوسرے کے ساتھ رحم دلی اور ایک دوسرے کی طرف التفات و تعاون کی مثال ایک جسم کی طرح ہے، جب اس کے ایک عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو باقی سارا جسم بیداری اور بخار کے ذریعے سے (سب اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر) اس کا ساتھ دیتا ہے**(1)۔

عید کے دن کیے جانے والے مستحب اعمال میں صلہ رحمی بھی شامل ہے، کیوں کہ اللہ نے بندے پر صلہ رحمی کو واجب قرار دیا ہے بطور خاص خوشی و مسرت کے مواقع پر، چنانچہ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اللہ تعالی بھی اسے اپنے قریب کرلیتا ہے اور جو شخص رشتہ توڑتا ہے اللہ تعالی بھی اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے، چنانچہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل کا فرمان ہے: میں رحمن ہوں، میں نے رحِم (رشتہ وناطہ) کو پیدا کیا، اس کا نام اپنے نام سے اخذ کیا، چنانچہ جو شخص رشتہ جوڑے گا میں بھی اسے (اپنی رحمت سے) جوڑوں گا اور جو شخص رشتہ توڑے گا میں بھی اسے اپنی (رحمت سے) دور کر کے رشتہ وناطہ سے محروم کر دوں گا(2)۔

اللہ کے بندو! جس شخص کا اپنے کسی رشتہ دار سے، یا دوست واحباب سے، یا پڑوی سے کسی قسم کا

---

(1) اس حدیث کو مسلم (٢٥٨٦) نے نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(2) اس حدیث کو احمد (١/ ١٩١) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ ان کے ہی روایت کردہ ہیں' نیز اسے ابو داود (١٦٩٤) نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور (المسند) کے محققین اور البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

جھگڑا ہو تو اسے چاہیے کہ عفو و درگزر سے کام لے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:
﴿فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُۥ عَلَى ٱللَّهِ﴾ [الشورى: 40]
ترجمہ: جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔

نیز فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا۟ بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ﴾ [الحجرات: 10]

ترجمہ: سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دیا کرو۔

۱۹- اللہ کے بندو! عید کی مبارک باد دینا ایک عمدہ اور جائز عمل ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نماز عید کے بعد مسلمانوں کا ایک دوسرے کو (تقبل الله منا ومنكم، وأحاله الله عليك) کہہ کر عید کی مبارک باد دینے کا ثبوت بعض صحابہ کرام سے ملتا ہے، اور بعض ائمہ نے بھی اس کی رخصت دی ہے جیسے احمد وغیرہ[1]۔

۲۰- اللہ کے بندو! اس بات سے خبر دار رہو کہ کہیں تم اللہ کی نعمتوں کا مقابلہ لہو ولغو، حرام اور معصیت و نافرمانی کے کاموں سے نہ کرنے لگو، جس کے نتیجے میں تمہارے اوپر اللہ کی ناراضگی اور عذاب نازل ہو جائے۔

الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله، والله أكبر، الله أكبر، ولله الحمد.
الله أكبر كبيرًا، والحمد لله كثيرًا، وسبحان الله بُكرةً وأصيلاً.
میں اپنی یہ بات کہتے ہوئے اپنے لیے اور آپ سب کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں، یقیناوہ خوب بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

---

(1) مجموع الفتاوی (۲۴/۲۵۳)

دوسرا خطبہ

الله أكبر (سات دفعہ)، الله أكبر كبيرًا، والحمد لله كثيرًا، وسبحان الله بُكرةً وأصيلاً.

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد:

۲۱-اے مومن خواتین! اللہ تعالی امہات المومنین کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی کتاب میں فرماتا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ۖ وَأَقِمْنَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتِينَ ٱلزَّكَوٰةَ وَأَطِعْنَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ﴾ [الأحزاب: 33]

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوۃ دیتی رہو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔

یہ الہی وعظ و نصیحت امہات المومنین اور قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والی مومن عورتوں کے لیے عام ہے، اے وہ خواتین اسلام جو اللہ سے رب کے طور پر، اسلام سے دین کے طور پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نبی کے طور پر راضی ہو گئیں، آپ اللہ اور رسول کی اطاعت کو حرز جاں بنالیں، انسانوں اور جنوں کے شیطانی روش سے خبر دار رہیں اور عریانیت اور اختلاط کے فتنہ میں پڑنے سے ہوشیار رہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ ٱلْأُولَىٰ ﴾ [الأحزاب: 33]

ترجمہ: اور قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔

جو خاتون سلامتی چاہتی ہو اسے چاہیے کہ اپنے آپ کو مفید کاموں میں مشغول رکھے، گناہ گاروں اور فاجروں کی پیروی نہ کرے، کیوں کہ ان کی پیروی کا دل کے بگاڑ پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے، اللہ

پاک کا فرمان ہے:﴿ وَٱللَّهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ ٱلَّذِينَ يَتَّبِعُونَ ٱلشَّهَوَٰتِ أَن تَمِيلُوا۟ مَيْلًا عَظِيمًا ﴿٢٧﴾ ﴾ [النساء: 27]

ترجمہ: اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری توبہ قبول کرے اور جو لوگ خواہشات کے پیرو ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم اس سے بہت دور ہٹ جاؤ۔

آپ سب کو عید مبارک ہو، اللہ تعالی ہمیشہ آپ کو سعادت و مسرت سے فیض یاب کرے، آپ پر خوشی و فرحت کی برکھا برسائے، آپ کی اطاعت و عبادت کو قبول فرمائے اور آپ کی مسرتیں مدام کرے، آپ کے گناہوں کو معاف فرمائے، خیر و برکت سے آپ کے دلوں کو شاد کر دے، آپ کی آرزوئیں پوری فرمائے اور آپ کو نیک اعمال کی توفیق ارزانی کرے۔

اخیر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجیں، کیوں کہ جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے، اللہ تعالی اس پر دس دفعہ رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

اللهم صلِّ وسلِّم وبارك على عبدك ورسولك نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

موضوع: بیت المقدس کی دس خصوصیات

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد وثنا کے بعد!

مسلمانو! میں تمہیں اور خود کو اللہ کے تقوی کی وصیت کرتا ہوں، یہ وہ وصیت ہے جو اللہ نے پہلے اور بعد کے تمام لوگوں کو کی ہے: ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَـٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ﴾ [النساء: 131]

ترجمہ: واقعی ہم نے ان لوگوں کو جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے تھے اور تم کو بھی یہی حکم کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔

اللہ تعالی کا تقوی اختیار کریں اور اس سے ڈرتے رہیں، اس کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانی سے گریز کریں، جان رکھیں کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کے پیش نظر بعض وقتوں کو بعض پر فضیلت دی ہے، چنانچہ بعض فرشتوں کو بعض پر فضیلت بخشی، بعض کتابوں کو بعض پر برتری عطا کی، بعض نبیوں کو بعض پر فوقیت دی، بعض وقت اور بعض مقام کو بعض پر فضیلت عطا کی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ ارض مبارکہ (مبارک سرزمین) جس میں بیت المقدس اور اس کے گردونواح کا خطہ بھی شامل ہے، کو دیگر مقامات پر برتری عطا کی گئی ہے، یہ اللہ کی حکمت اور اس کے عمدہ انتخاب کا نتیجہ ہے، ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ ۚ﴾ [القصص: 68]

ترجمہ: آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے، ان میں سے کسی کو کوئی اختیار نہیں۔

بیت المقدس کے معنی ہیں: وہ گھر جو شرک کے تمام مظاہر سے پاک ہے۔

اے اللہ کے بندو! بیت المقدس کی دس خصوصیات ہیں:

۱-**پہلی خصوصیت**: اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اسے بابرکت قرار دیا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿ سُبۡحَـٰنَ ٱلَّذِیٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا ٱلَّذِی بَـٰرَكۡنَا حَوۡلَهُۥ ﴾ **[الإسراء: 1]**

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے۔

قدس وہ جگہ ہے جو مسجد کے ارد گرد ہے۔

۲-بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کی زبانی اسے مقدّس، یعنی مطہّر (پاکیزہ سرزمین) سے متصف کیا ہے: ﴿ يَـٰقَوۡمِ ٱدۡخُلُوا۟ ٱلۡأَرۡضَ ٱلۡمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِی كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمۡ ﴾ **[المائدة: 21]**

ترجمہ: اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے۔

مقدس کے معنی ہیں: پاک وصاف۔

۳-بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ پاک وبرتر نے اپنے نبی موسی کو حکم دیا کہ وہاں کے باشندوں سے جنگ لڑیں، جو کہ بلند قد وقامت کے، سخت مزاج، ظلم پرور اور صنم پرست لوگ تھے، اور یہ حکم دیا کہ بیت المقدس کو ان کے قبضے سے نکالیں، اس میں توحید کو عام کریں اور شرک کو وہاں سے دور کریں، موسی نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ يَـٰقَوۡمِ ٱدۡخُلُوا۟ ٱلۡأَرۡضَ

ٱلْمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِى كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا۟ عَلَىٰٓ أَدْبَارِكُمْ فَتَنقَلِبُوا۟ خَـٰسِرِينَ ﴿٢١﴾
[المائدة: 21]

ترجمہ: اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔

۴- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی کہ موسی علیہ السلام نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ جب ان کی موت کا وقت آئے تو ان کو بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار کے فاصلے کے برابر قریب کردے تاکہ ان کی موت اسی میں ہو، اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ بیت المقدس سے محبت کرتے تھے، اس کی دلیل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ جب موسی علیہ السلام کی موت کا وقت آیا تو آپ نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ ان کو بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار کے فاصلے کے برابر قریب کردے، یہ ایک مشہور سی بات ہے کہ اس وقت مقدس سرزمین بت پرست ظالم وجابر حکمرانوں کی ماتحتی میں تھی، موسی کے ہاتھ میں نہ تھا کہ اس میں داخل ہو جائیں تاکہ وہیں آپ کی وفات ہو، پھر بھی انہوں نے حتی الامکان اس سرزمین سے قریب ہونے کا ارادہ ظاہر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو تمہیں ان کی قبر دکھاتا کہ لال ٹیلے کے پاس راستے کے قریب ہے[1]۔

۵- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جب یوشع بن نون نے بیت المقدس کے ظالم وجابر قوم سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ پاک وبرتر نے ان کے لیے سورج کو روک دیا (یعنی اس کو حرکت کرنے سے روک دیا)، کیوں کہ رات قریب ہو چکی تھی، آپ کے ساتھ آپ کی

(1) اسے بخاری (۱۳۳۹) اور مسلم (۲۳۷۲) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

فوج تھی، چنانچہ آپ نے اللہ تعالی سے یہ دعا کی کہ سورج کو (غروب ہونے سے) روک دے تاکہ وہ تاریکی چھانے سے پہلے ہی گاؤں میں داخل ہو کر ظالم و جابر قوم سے جنگ لڑ سکیں، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی اور بیت المقدس فتح ہو گیا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک سورج کسی بشر کے لیے کبھی بھی نہیں روکا گیا، سوائے یوشع بن نون کے، یہ ان دنوں کی بات ہے جب وہ بیت المقدس کی طرف جا رہے تھے (1)۔

۶- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کی فتح قیامت کی علامتوں میں سے ہے، عوف بن مالک سے مروی ہے، آپ نے بیان کیا کہ میں غزوہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ اس وقت چمڑے کے ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قیامت کی چھ نشانیاں شمار کر لو، میری موت، **پھر بیت المقدس کی فتح** ..."(2)۔

۷- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ کانا دجال اس میں داخل نہیں ہو گا، بلکہ اس کے قریب ہی اسے قتل کر دیا جائے گا، مسیح بن مریم علیہ السلام جب ان کو بابِ لُدّ کے پاس دیکھیں گے تو قتل کر دیں گے "(3)، لُد، بیت المقدس کے قریب ایک جگہ ہے۔

۸- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کافروں کے سرغنوں اور ان کے سرکردہ رہبروں

---

(1) اسے احمد (۸۳۱۵) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور "المسند" کے محققین نے اسے صحیح کہا ہے۔

(2) بخاری (۳۱۷۶)

(3) صحیح مسلم: (۲۹۳۷)، راوی: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ

کا قتل فلسطین کے اندر ہی ہو گا، چنانچہ دجال کو عیسی علیہ السلام کے ہاتھوں فلسطین میں ایک ایسی جنگ کے دوران قتل کیا جائے گا جو حقیقت میں فیصلہ کن اور نسل کش ہو گی، اس میں دجال یہودیوں کا قائد ہو گا، چنانچہ عیسی اپنی فوج کے ساتھ دجال اور اس کی فوج کو قتل کر دیں گے، بلکہ ان تمام نصرانیوں کو قتل کر دیں گے جو ان پر صحیح معنوں میں ایمان نہیں لائیں گے ،یعنی اس بات پر ایمان نہیں لائیں گے کہ وہ ایک انسان ہیں جن کو (رسول بنا کر) بھیجا گیا ہے، وہ نصرانیوں کے خنزیر (سُوَر) کو بھی قتل کریں گے اور ان کی اس صلیب کو توڑ ڈالیں گے جس کی وہ پرستش کرتے ہیں، یہ سارے واقعات فلسطین میں رونما ہوں گے (1)۔

۹- بیت المقدس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آخری زمانے میں عیسی مسیح بن مریم کی قیادت میں جب مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ ہو گی تو درخت اور پتھر یہودیوں کو رسوا کریں گے، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت قائم نہیں ہو گی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں کے خلاف جنگ لڑیں گے اور مسلمان ان کو قتل کریں گے حتی کہ یہودی درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا اور پتھر یا درخت کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! میرے پیچھے یہ ایک یہودی ہے، آگے بڑھ اور اس کو قتل کر دے، سوائے غرقد کے درخت کے (وہ نہیں کہے گا) کیونکہ وہ یہود کا درخت ہے" (2)۔

---

(1) دیکھیں: صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مسیح کے نازل ہونے اور ان کا دجال کو قتل کرنے کا واقعہ: (۲۸۹۷)، اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی ملاحظہ کریں: (۱۵۶)، نیز حدیث نمبر (۲۹۳۷) کے تحت نواس بن سمعان کلابی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی ملاحظہ کریں۔

(2) اسے بخاری (۲۹۲۶) اور مسلم (۲۹۲۲) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

۱۰- بیت المقدس کی ایک عظیم خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اندر مسجد **اقصی واقع** ہے، جو کہ ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کی عظمت قرآن وحدیث سے ثابت ہے، **اس کی عظمت کے مختلف اسباب ہیں، جن میں دس اہم ترین اسباب حسب ذیل ہیں:**

پہلا سبب: رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے رات کے وقت مسجد اقصی تک لے جایا گیا، پھر آپ کو آسمان (یعنی سفر معراج) پر لے جایا گیا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿سُبۡحَٰنَ ٱلَّذِيٓ أَسۡرَىٰ بِعَبۡدِهِۦ لَيۡلٗا مِّنَ ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡحَرَامِ إِلَى ٱلۡمَسۡجِدِ ٱلۡأَقۡصَا﴾ **[الإسراء: 1]**

ترجمہ: پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے **مسجد اقصیٰ** تک لے گیا۔

پھر جب آپ آسمان سے لوٹے تو مسجد اقصی کی طرف لوٹے، پھر وہاں سے مکہ تشریف لائے، اس طرح مسجد اقصی سے آپ دو مرتبہ گزرے جو کہ اس کی عظمت او راہمیت پر دلالت کرتا ہے۔

دوسرا سبب: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر اسراء کے موقع سے معراج کے بعد مسجد اقصی کے اندر تمام نبیوں کی امامت فرمائی، آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے ان کی امامت کی"(1)۔

تیسرا سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں اسے نمایاں کر دیا یہاں تک کہ آپ (مکہ سے ہی) اسے دیکھنے لگے، یہ اس وقت پیش آیا جب آپ نے مشرکوں کے سامنے مسجد اقصی کے سفر کا ذکر کیا تو انہوں نے آپ کو جھٹلا دیا اور آپ کو بے زبان کرنے کے لیے اس کی صفتیں آپ سے دریافت کرنے لگے، کیوں کہ ان کو

(1) اسے مسلم (۱۷۲) نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

معلوم تھا کہ آپ نے کبھی مسجد اقصی کا سفر نہیں کیا ہے، چنانچہ (اس موقع سے) اللہ نے مسجد اقصی کو آپ کے لیے بلند کر دیا اور آپ ان مشرکوں کے سامنے اس کی عمارت اور ایک ایک علامت بیان کرنے لگے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب قریش نے مجھ کو واقعہ معراج کے سلسلہ میں جھٹلایا تو میں (کعبہ کے) مقام حجر میں کھڑا ہوا اور اللہ نے میرے سامنے پورا بیت المقدس کر دیا۔ میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کی ایک ایک علامت بیان کرنے لگا"(1)۔

چوتھا سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا قبلہ اول ہے، براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ مہینے یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر ہم کو کعبے کی طرف پھیر دیا گیا(2)۔

پانچواں سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ان مساجد میں سے جن کی طرف عبادت کی نیت سے رخت سفر باندھنا جائز ہے، اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: "کجاوے صرف تین ہی مسجدوں کے لیے کسے جائیں: مسجد الحرام، مسجد اقصی اور میری اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) کے لیے"(3)۔ معلوم ہوا کہ عبادت کرنے کی غرض سے ان تین مساجد کے علاوہ دنیا کی کسی جگہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔

---

(1) بخاری (۳۸۸۶)، مسلم (۱۷۰)

(2) بخاری (۴۴۹۲)، مسلم (۵۲۵)

(3) اسے بخاری (۱۹۹۵) اور مسلم (۸۲۷) نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، نیز بخاری (۱۱۸۹) اور مسلم (۱۳۹۷) نے اسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

چھٹا سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پڑھی جانے والی نماز (دیگر مسجدوں میں پڑھی جانے والی) ۲۵۰ نمازوں سے افضل ہے، ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ اسی درمیان یہ ذکر چھڑ گیا کہ کونسی مسجد زیادہ افضل ہے، مسجد نبوی یا بیت المقدس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اس مسجد (مسجد نبوی) کی ایک نماز مسجد اقصی کی چار نمازوں سے افضل ہے، وہ بڑی ہی عمدہ مسجد ہے، قریب ہے کہ (ایسا زمانہ آئے گا جب) انسان کے پاس گھوڑے کی لگام کے برابر بھی اگر زمین ہوگی جہاں سے وہ مسجد اقصی کو دیکھ سکے گا، تو وہ اس کے لیے پوری دنیا سے بہتر، یا فرمایا: دنیا اور اس کی تمام تر نعمتوں سے بہتر ہوگی(1)۔

اللہ کے بندو! چونکہ مسجد نبوی میں پڑھی جانے والی نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے، اس لیے مسجد اقصی میں پڑھی جانے والی نماز ۲۵۰ نمازوں سے بہتر ہے، کیوں کہ وہ مسجد نبوی کی نماز کی ایک چوتھائی کے برابر ہے۔ (2)

ساتواں سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسری مسجد ہے جسے روئے زمین پر تعمیر کیا گیا، ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: "یارسول اللہ! سب سے پہلے روئے زمین پر کون سی مسجد بنی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسجد الحرام۔ انہوں نے بیان کیا: پھر میں نے عرض کیا: اور اس کے بعد؟ فرمایا کہ مسجد الاقصیٰ (بیت المقدس)۔ میں

---

(1) اسے طبرانی نے "الأوسط" (۶۹۸۳) میں، حاکم نے "المستدرک" (۴۵۰۹) میں روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ حاکم کے روایت کردہ ہیں، البانی نے "تمام المنۃ" (ص: ۲۹۴) میں اسے صحیح کہا ہے۔

(2) رہی وہ حدیث جو مشہور ہے کہ مسجد اقصی کی نماز ۵۰۰ نمازوں سے افضل ہے، تو یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھیں: "تمام المنۃ" از: شیخ البانی رحمہ اللہ (ص: ۲۹۲)

نے عرض کیا: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کتنا فاصلہ رہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس سال...."(1)۔

آٹھواں سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ سلیمان بن داود علیہ السلام نے اس کی از سر نو تعمیر کی، اللہ سے دعا کی کہ جو شخص بھی اس میں نماز پڑھے، اس کے گناہ معاف کر دے، چنانچہ اللہ تعالی نے ان کی دعا قبول فرمائی، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: "سلیمان بن داود علیہما السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگیں، اللہ عزوجل سے مانگا کہ وہ لوگوں کے مقدمات کے ایسے فیصلے کریں جو اللہ کے فیصلے کے موافق ہوں، تو انہیں یہ چیز دے دی گئی، نیز انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایسی سلطنت مانگی جو ان کے بعد کسی کو نہ ملی ہو، تو انہیں یہ بھی دے دی گئی، اور جس وقت وہ مسجد کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جو کوئی اس مسجد میں صرف نماز کے لیے آئے تو اسے اس کے گناہوں سے ایسا پاک کر دے جیسے کہ وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا"(2)۔

نواں سبب: سلیمان سے پہلے بھی بہت سے انبیائے کرام نے مسجد اقصی کی از سر نو تعمیر کی، جیسے ابراہیم اور یعقوب علیہم السلام۔

دسواں سبب: مسجد اقصی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ جس شخص نے اسے فتح کیا وہ خلیفہ راشد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں، آپ کے عہد خلافت میں اسلامی فوج نے

---

(1) اسے بخاری (۳۴۲۵) اور مسلم (۵۲۰) نے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ مسلم کے روایت کردہ ہیں۔

(2) اسے احمد (۲/۱۷۶) نے اور نسائی (۶۹۳) نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور مذکورہ الفاظ نسائی کے روایت کردہ ہیں، نیز البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

صحابی جلیل ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں سنہ ۶۳۶ء میں قدس کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ کے چھ مہینے بعد نصرانیوں کے سردار نے اس شرط پر سپر ڈال دیا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خود یہاں تشریف لائیں۔

سنہ ۱۶ھ میں خلیفہ عمر نے قدس کا سفر کیا تاکہ شہر کی کنجی حاصل کریں اور اس شہر کے اسلامی ممالک میں داخل ہونے کا اعلان کریں، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آپ اسی دروازے سے مسجد اقصی میں داخل ہوئے جس دروازے سے نبی ﷺ معراج کی رات داخل ہوئے تھے، محراب داود میں تحیۃ المسجد ادا کی، دوسرے دن فجر کی نماز میں مسلمانوں کی امامت کی، پہلی رکعت میں سورۃ (ص) کی تلاوت کی، سجدہ تلاوت ادا کیا، دوسری رکعت میں (سورۃ بنی اسرائیل) کی تلاوت کی، اسی مناسبت سے معاہدہ عمریہ تحریر کیا گیا، جس میں شام کے نصرانیوں سے متعلق عمر رضی اللہ عنہ کے شروط درج کئے گئے، اس میں وہ حقوق بھی ذکر کیے گئے جو مسلمانوں کی طرف سے ان نصرانیوں کو دئے جائیں گے جو اسلامی حکومت کی ماتحتی میں فلسطین کے اندر سکونت اختیار کریں گے، ان میں سب سے پہلا حق یہ تھا کہ مسلمانوں کے ملک میں امن وامان اور عزت وآبرو کے ساتھ زندگی گزر بسر کرنے کے بدلے وہ مسلمانوں کو جزیہ (ٹیکس) ادا کریں گے(1)۔

اللہ کے بندو! یہ وہ دس خصوصیات ہیں جن سے اللہ نے بیت المقدس کو سرفراز کیا ہے، اس کی تعظیم اور رفعت شان کے لیے، ہر بندہ مسلم کو چاہئے کہ انہیں جانے اور اپنی اولاد کو ان کی تعلیم دے، کیوں کہ فلسطین کا مسئلہ کوئی مادی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق عقیدہ سے ہے، اس سلسلے میں کوتاہی اور غفلت برتنے سے ہماری دین داری مجروح ہوتی ہے، روئے زمین کے بہترین اور افاضل بادشاہوں نے سرزمینِ فلسطین سے (یہودیوں کے ناحق) تسلط کو

---

(1) دیکھیں: البدایۃ والنہایۃ: واقعات سنہ ۱۵ھ

ختم کرنے کے لیے کمر توڑ کوششیں کیں، لیکن عصر حاضر میں فلسطین کے تعلق سے اس امت کے مجوسیوں اور ایرانی رافضیوں نے حرص وطمع کا مظاہرہ کیا، جو قدس کی آزادی کے بینر اٹھا کر مسجد اقصی تک پہنچنا چاہتے ہیں تاکہ اس پر شرک کے پرچم لہرا سکیں، وہاں اپنے ملک کا تسلط قائم کر سکیں، رب کعبہ کی قسم! یہ خائب وخاسر ہیں، کیوں کہ فلسطین کو عمر اوران کے بعد صلاح الدین نے فتح کیا تھا اور اس کی بازیافت ایسا شخص نہیں کر سکتا جو عمر اور صلاح الدین کو سب وشتم کرتا ہو!

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآن مجید کی برکتوں سے مالامال کرے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکمت پر مبنی نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد لله وكفى، وسلام على عباده الذين اصطفى، أما بعد:

اے مومنو! اے اللہ کے بندو! یہودیوں کا دعوی ہے کہ چونکہ اللہ کے نبی سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصی کی تعمیر کی تھی اور وہ ان ہی کی اولاد ہیں، اس لیے وہی مسجد اقصی کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، جبکہ یہ بات سات وجوہات کی بنا پر سراسر غلط ہے:

پہلی وجہ: سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصی کو تاسیس نہیں کی تھی، بلکہ اس کی از سر نو تعمیر کی، اس کی تاسیس سلیمان سے بہت پہلے ہو چکی تھی، ایک قول کے مطابق آدم علیہ السلام نے اسے تعمیر کیا اور اس کے علاوہ بھی دیگر اقوال ہیں۔

دوسری وجہ: مسجد اقصی کی از سر نو تعمیر بھی سلیمان سے پہلے بہت سے انبیائے کرام نے کی، جیسے ابراہیم اور یعقوب، ان کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ اس میں موحد بندے اللہ کی عبادت کریں، نہ کہ وہ یہودیوں کی عبادت گاہ بن جائے۔

تیسری وجہ: سلیمان علیہ السلام موحد تھے، لیکن یہود اپنے انبیائے کرام کے طریقے پر نہ چل سکے، بلکہ ان سے دشمنی کی، توریت اور انجیل میں تحریف کر دی، وہ کافر ہوگئے، بنی اسرائیل کے زمانے میں ہی یہود اپنے کفر کی وجہ سے بنی اسرائیل سے علیحدہ ہوگئے، جیسے نوح اپنے بیٹے سے الگ ہوگئے، ابراہیم اپنے والد آزر سے جدا ہوگئے، اور محمد اپنے چچا ابو لہب سے دامن کش ہوگئے، کفر مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دوستی اور تعلق داری کو ختم کر دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کو جو فضیلتیں حاصل تھیں، ان میں سے کوئی فضیلت یہودیوں پر صادق نہیں آتی، ان کے کفر نے انہیں ان فضیلتوں سے محروم کر دیا۔

چوتھی وجہ: اگر سلیمان نے مسجد کی تعمیر کی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی نسل اور قبیلے کے لیے اس کے مالک ہوگئے، کیوں کہ انہوں نے مسجد کی از سر نو تعمیر اس لیے کی کہ لوگ اس میں نماز پڑھیں، انہیں اس سے کوئی سروکار نہ تھا کہ کونسی نسل اور قبیلہ اس میں نماز پڑھے، کیوں کہ انبیائے کرام کی دعوت نسل اور قبیلہ کے لیے نہیں تھی جیسا کہ یہودیوں کے تحریف شدہ دین میں ہے، بلکہ ان کی دعوت توحید اور تقوی پر قائم تھی۔

پانچویں وجہ: عمر رضی اللہ عنہ نے جب بیت المقدس کو فتح کیا تو ایک صلح نامہ تیار کیا تھا جو اس وقت سے اب تک برقرار ہے اور مسلمان اس پر قائم ہیں اور آئندہ بھی قائم رہیں گے، وہ یہ کہ فلسطین مسلمانوں کی ملکیت میں رہے گا اور اس پر ان کی ہی حکومت اور سرداری رہے گی، یہودیوں کو وہاں رہنے کی اجازت ہوگی، اس کے علاوہ ان کا فلسطین پر کوئی حق نہیں ہوگا، نیز ان سے مسلمانوں کی حکومت اور انتظام وانصرام سے فائدہ اٹھانے کے عوض جزیہ وصول کیا جائے گا۔

چھٹی وجہ: اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ساری سرزمین اسی کی ہے، وہ اپنے نیک وصالح بندوں کو اس کا وارث بناتا ہے: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي ٱلزَّبُورِ مِنۢ بَعْدِ ٱلذِّكْرِ أَنَّ ٱلْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ ٱلصَّٰلِحُونَ ۝١٠٥﴾ **[الأنبياء: 105]**

ترجمہ: ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔

یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں کہ نیک وصالح وہی ہے جو دین اسلام کا پیروکار ہو، اور یہود تو رسولوں کے دشمن اور ان کے قاتل ہیں، ابن عثیمین رحمہ اللہ کے قول کا خلاصہ ہے کہ: بنی اسرائیل ارض مقدسہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں، یہ اس وقت ان کے لیے مقرر کی گئی جب وہ مومن تھے، اس لیے نہیں کہ وہ بنی اسرائیل (کے قبیلے) سے ہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ مومن ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ موسی علیہ السلام کے زمانے میں وہ روئے زمین کے سب سے افضل باشندے تھے، اللہ تعالی نے فرمایا:﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي ٱلزَّبُورِ مِنۢ بَعْدِ ٱلذِّكْرِ أَنَّ ٱلْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ ٱلصَّٰلِحُونَ ﴿١٠٥﴾ ﴾ **[الأنبياء: 105]**

ترجمہ: ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے (ہی) ہوں گے۔

چنانچہ جس طرح اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ملک اور اس کی سلطنت کا وارث بنایا، اسی طرح مسلمانوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں کو بنی اسرائیل کا وارث بنایا(1)۔ انتہی

ساتویں وجہ: بالعموم تمام مسجدوں اور بالخصوص تین مسجدوں پر مومنوں کو تولیت حاصل ہو گی، نہ کہ کافروں کو، اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَن يَعْمُرُوا۟ مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ شَٰهِدِينَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِم بِٱلْكُفْرِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَٰلُهُمْ وَفِى ٱلنَّارِ هُمْ خَٰلِدُونَ ﴿١٧﴾ إِنَّمَا يَعْمُرُ

---

(1) آپ رحمہ اللہ کا قول ملاحظہ کریں: سورۃ مائدہ کی تفسیر میں آیت: (یا قوم ادخلوا الأرض المقدسۃ التي کتب اللہ لکم) کی تفسیر

مَسَٰجِدَ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ وَأَقَامَ ٱلصَّلَوٰةَ وَءَاتَى ٱلزَّكَوٰةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا ٱللَّهَ﴾ [التوبة: 17-18]

ترجمہ: لائق نہیں کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد کریں۔ درآں حالیکہ وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں، ان کے اعمال غارت واکارت ہیں، اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں * اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔

اے اللہ کے بندو! اللہ پاک وبرتر نے سجدہ کرنے والی پیشانیوں، توحید پرست دلوں، باوضو ہاتھوں اور راست گو زبانوں سے نصرت وفتح کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدے میں سچا ہے، وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَعَدَ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مِنكُمْ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى ٱلْأَرْضِ كَمَا ٱسْتَخْلَفَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ ٱلَّذِى ٱرْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّنۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِى لَا يُشْرِكُونَ بِى شَيْـًٔا ۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿٥٥﴾﴾ [النور: 55]

ترجمہ: تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لئے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا جسے ان کے لئے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے اس خوف وخطر کو وہ امن وامان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔

آپ یہ بھی جان رکھیں -اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے- کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک بڑی چیز کا حکم دیا ہے، فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ ٱللَّهَ وَمَلَٰٓئِكَتَهُۥ يُصَلُّونَ عَلَى ٱلنَّبِىِّ ۚ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ صَلُّوا۟ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾﴾ [الأحزاب: 56]

ترجمہ: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے اس نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔

اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول محمد پر رحمت و سلامتی بھیج، تو ان کے خلفاء، تابعین عظام اور قیامت تک اخلاص کے ساتھ ان کی اتباع کرنے والوں سے راضی ہو جا۔

اے اللہ! اسلام اور مسلمانوں کو عزت و سربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکین کو ذلیل وخوار کر، تو اپنے اور دین اسلام کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے، اور اپنے موحد بندوں کی مدد فرما۔

اے اللہ! یقینا یہودی سرکشی اور بغاوت کر رہے ہیں، وہ زمین میں بے حد فساد پھیلا رہے ہیں، اے اللہ! انہوں نے انبیائے کرام کو بھی قتل کیا، نیک بزرگوں کا خون بہایا، ملکوں پر قبضہ جمایا، مال و دولت لوٹ کھایا، اے اللہ! تو ان پر عذاب اور وبا کو مسلط کر دے، اے اللہ! ان کے دلوں میں خوف و دہشت طاری کر دے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

موضوع: زمین میں فساد پھیلانے کی ممانعت

پہلا خطبہ:

إن الحمد لله نحمده ، ونستعينه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

حمد و ثنا کے بعد!

مسلمانو! اللہ تعالی سے ڈرو اور اس کا خوف ہمہ وقت دلوں میں زندہ رکھو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچتے رہو، جان رکھو کہ اللہ تعالی نے اصلاح کا حکم دیا ہے اور فساد و بگاڑ سے منع فرمایا ہے، شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا:

ترجمہ: میرا اردہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنا ہی ہے۔ میری توفیق تو اللہ ہی کی مدد سے ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

اللہ تعالی نے اصلاح کرنے والوں سے اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، فرمان باری تعالی ہے: ﴿إِنۡ أُرِيدُ إِلَّا ٱلۡإِصۡلَٰحَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُۚ وَمَا تَوۡفِيقِيٓ إِلَّا بِٱللَّهِۚ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾﴾ **[هود: 88]**

ترجمہ: میں تو جہاں تک مجھ سے ہو سکے (تمہارے معاملات کی) اصلاح چاہتا ہوں اور (اس بارے میں) مجھے توفیق کا ملنا خدا ہی (کے فضل) سے ہے۔ میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

نیز اللہ نے یہ وعدہ بھی کیا ہے کہ ایسی بستی کو ہلاک نہیں کرے گا جس کے باشندے اصلاح کرنے والے اور حکم الٰہی پر چلنے والے ہوں، ارشاد ربانی ہے:﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ ٱلْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴿١١٧﴾﴾ **[هود: 117]**

ترجمہ: آپ کا رب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کردے اور وہاں کے لوگ نیکو کار ہوں۔

اے مسلمانو! اصلاح کی ضد فساد و بگاڑ ہے، اللہ تعالی فساد اور فساد پھیلانے والوں کو سخت ناپسند کرتا ہے:﴿ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٦٤﴾﴾ **[المائدة: 64]**

ترجمہ: اللہ تعالی فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔

اللہ نے فساد پھیلانے سے منع فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَعْثَوْا۟ فِى ٱلْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٦٠﴾﴾ **[البقرة: 60]**

ترجمہ: زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

ساتھ ہی فسادیوں کو وعید بھی سنائی ہے:

﴿فَٱنظُرْ كَيْفَ كَانَ عَـٰقِبَةُ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿١٠٣﴾﴾ **[الأعراف: 103]**

ترجمہ: دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا؟

اللہ تعالی نے بہت سی فساد انگیز قوموں کو ہلاک و برباد کردیا، فرعون کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے:﴿ إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى ٱلْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْىِۦ نِسَآءَهُمْ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ مِنَ ٱلْمُفْسِدِينَ ﴿٤﴾﴾ **[القصص: 4]**

ترجمہ: یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی، اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور ان کے لڑکون کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بے شک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے۔

اللہ تعالی نے منافقوں کو فسادیوں سے متصف کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وہ فساد کو اصلاح سے موسوم کرتے تھے، فرمایا: ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ﴾ [البقرة: 11]

ترجمہ: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبر دار ہو! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔

اللہ تعالی نے مصلحوں اور فسادیوں میں تفریق کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴾ [ص: 28]

ترجمہ: کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کے برابر کر دیں گے جو (ہمیشہ) زمین میں فساد مچاتے رہے، یا پرہیز گاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں گے؟

اے مومنو! عقیدے، عبادات، اخلاق اور معاملات میں بھی فساد پیدا ہوتا ہے، عقیدے میں فساد پیدا ہونے کی ایک شکل یہ ہے کہ: غیر اللہ سے تعلق داری رکھی جائے، غیر اللہ کی قسم کھائی جائے، اللہ کی شریعت کو چھوڑ کر کسی اور کے قانون کو فیصل بنایا جائے۔

عبادات میں بگاڑ پیدا ہونے کی شکل یہ ہے کہ جان بوجھ کر فجر کی نماز طلوع آفتاب کے بعد ادا کی جائے، بدعتوں اور دین میں ایجاد کردہ اعمال کے ذریعہ اللہ کا تقرب حاصل کیا جائے، جیسے عید میلاد النبی۔

اخلاق میں فساد پیدا ہونے کی صورت یہ ہے کہ: بے پردگی اور عملی میدانوں میں مردوزن کے درمیان اختلاط کا مظاہرہ کیا جائے، ہم زبان کی آفتوں کا شکار ہوں، موسیقی اور گانے سنے جائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"یقیناً میری امت میں کچھ ایسے لوگ ضرور پیدا ہوں گے جو زناکاری، ریشم کا پہننا، شراب نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے"(1)۔

معاملات میں فساد پیدا ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ: سودی معاملات کئے جائیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَوٰٓا۟ أَضْعَـٰفًا مُّضَـٰعَفَةً ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ ﴾ [آل عمران: 130]

ترجمہ: اے ایمان والو! بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور انسان پر لعنت کرتے ہوئے فرمایا:

"سود لینے والے اور سود دینے والے، سودی معاملہ کو لکھنے والے اور اس پر گواہی دینے والوں پر اللہ کی لعنت ہے" آپ نے فرمایا: وہ سب برابر ہیں" یعنی لعنت میں سب یکساں ہیں، کیوں کہ وہ اس معاملے میں ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

معاملات میں فساد پیدا ہونے کی ایک صورت جو بہت زیادہ رائج ہے، وہ ہے: رشوت کا لین دین، اس کی شکل یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اس مقصد سے مال دے کہ اسے وہ چیز مل جائے جس کا وہ مستحق نہیں، یا اس پر سے وہ چیز ساقط کر دے جو اس پر واجب ہے، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت

(1) اس حدیث کو امام بخاری (۵۵۹۰) نے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت بھیجی)(1)۔

رشوت کو غلول (خیانت) سے موسوم کیا گیا ہے، عبد اللہ بن بریدہ اپنے والد سے اور ان کے والد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: (جسے ہم کسی کام پر متعین کریں اور اسے اس پر تنخواہ بھی دیں، تو جو وہ اس سے مزید لے گا وہ خیانت ہو گی)(2)۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جسے ہم کسی کام پر متعین کریں اور اس پر اسے تنخواہ بھی دیں، تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اس کے بعد کوئی اضافی چیز لے ، اگر اس نے لیا تو وہ غلول ہو گا، اور غلول یہ ہے کہ مال غنیمت یا مسلمانوں کے بیت المال میں خیانت کی جائے۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص تنخواہ دار ملازم ہو، خواہ حکومتی دفاتر میں یا پرائوٹ اداروں میں، اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ اس کی ملازمت کی وجہ سے دی جانے والے تحفے تحائف اور مال ومنال کو وہ قبول کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ غلول ہو گا۔

یہ تنبیہ بھی ضروری ہے کہ رشوت کا نام بدل دینے سے اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی، جس نے رشوت لی اور اسے تحفہ یا اعزاز سے موسوم کیا تو وہ حقیقت میں رشوت خور ہی شمار ہو گا، کیوں کہ عبرت تو حقائق کا ہوتا ہے نا کہ ناموں کا۔

اللہ تعالی مجھے اور آپ کو قرآنِ عظیم کی برکت سے مالا مال کرے، مجھے اور آپ کو اس کی آیتوں اور حکیمانہ نصیحت سے فائدہ پہنچائے۔

---

(1) اس حدیث کو امام احمد (۶۵۳۲) وغیرہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور مسند کے محققین نے اس کی سند کو قوی بتایا ہے۔

(2) اسے ابو داود (۲۹۴۲) نے بریدہ بن الحصیب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح ابی داود میں اسے صحیح بتایا ہے۔

دوسرا خطبہ:

الحمد للہ وکفی،وسلام علی عبادہ الذین اصطفی.

حمد وثنا کے بعد!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن للتبیہ نامی شخص کو بنو سلیم کی زکاۃ وصول کرنے کے لئے مقرر کیا، چناں چہ جب وہ اپنی ذمہ داری سے فارغ ہوا تو آکر عرض کیا:اے اللہ کے رسول !یہ مال آپ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: پھر تم اپنے ماں باپ کے گھر ہی میں کیوں نہیں بیٹھے رہے اور پھر دیکھتے کہ تمہیں کوئی تحفہ دیتا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، رات کی نماز کے بعد اور کلمہ شہادت اور اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق ثنا کے بعد فرمایا :امابعد! ایسے عامل کو کیا ہو گیا ہے کہ ہم اسے عامل بناتے ہیں (جزیہ اور دوسرے ٹیکس وصول کرنے کے لیے) اور وہ پھر ہمارے پاس آکر کہتا ہے کہ یہ تو آپ کا ٹیکس ہے اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے۔ پھر وہ اپنے ماں باپ کے گھر کیوں نہیں بیٹھا اور دیکھتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے یا نہیں۔اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر تم میں سے کوئی بھی اس مال میں سے کچھ بھی خیانت کرے گا تو قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔اگر اونٹ کی اس نے خیانت کی ہو گی تو اس حال میں اسے لے کر آئے گا کہ اونٹ کی آواز نکل رہی ہو گی۔ اگر گائے کی خیانت کی ہو گی تو اس حال میں اسے لے کر آئے گا کہ گائے کی آواز آ رہی ہو گی۔اگر بکری کی خیانت کی ہو گی تو اس حال میں آئے گا کہ بکری ممیا رہی ہو گی۔بس میں نے تم تک پہنچا دیا۔

ابوحمید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اتنا اوپر اٹھایا کہ ہم آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھنے لگے[1]۔

(اللہ تمہارے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرے) مخلوقوں میں سب سے بہترین اور انسانوں میں سب سے زیادہ پاک باز محمد بن عبداللہ پر درودوسلام بھیجو، جو صاحب حوض کوثر اور صاحب شفاعت ہیں، اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے۔

اے اللہ! تو اسلام اور مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا فرما، شرک اور مشرکوں کو ذلیل ورسوا کر۔

اے اللہ تو غمزدہ مسلمانوں کے غم کو دور فرما، پریشان حال لوگوں کی پریشانی کو ختم کردے، مقروضوں کے قرض کی ادئیگی فرما، اور اے تمام مہربانوں سے بڑے مہرباں! تو اپنی رحمت سے ہمارے اور مسلمانوں کے مریضوں کو شفایابی عطا کر۔

اے اللہ! تو ہمارے نفسوں کو تقوی عطا کر، انہیں پاک وصاف کر، تو نفس کو سب سے بہتر پاک وصاف کرنے والا ہے، تو ہی اس کا نگہبان اور مالک ہے۔

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِى ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾

اللہ تعالی ہمارے نبی محمد، آپ کے اہل خانہ اور جانشیں صحابہ پر رحمت نازل فرمائے اور خوب سلامتی بھیجے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين.

---

(1) اسے بخاری (٦٦٣٦) نے حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔